ہست قرآں در زبانِ پہلوی
مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ
ترجمہ
مولینا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ اردو بازار لاہور ۲
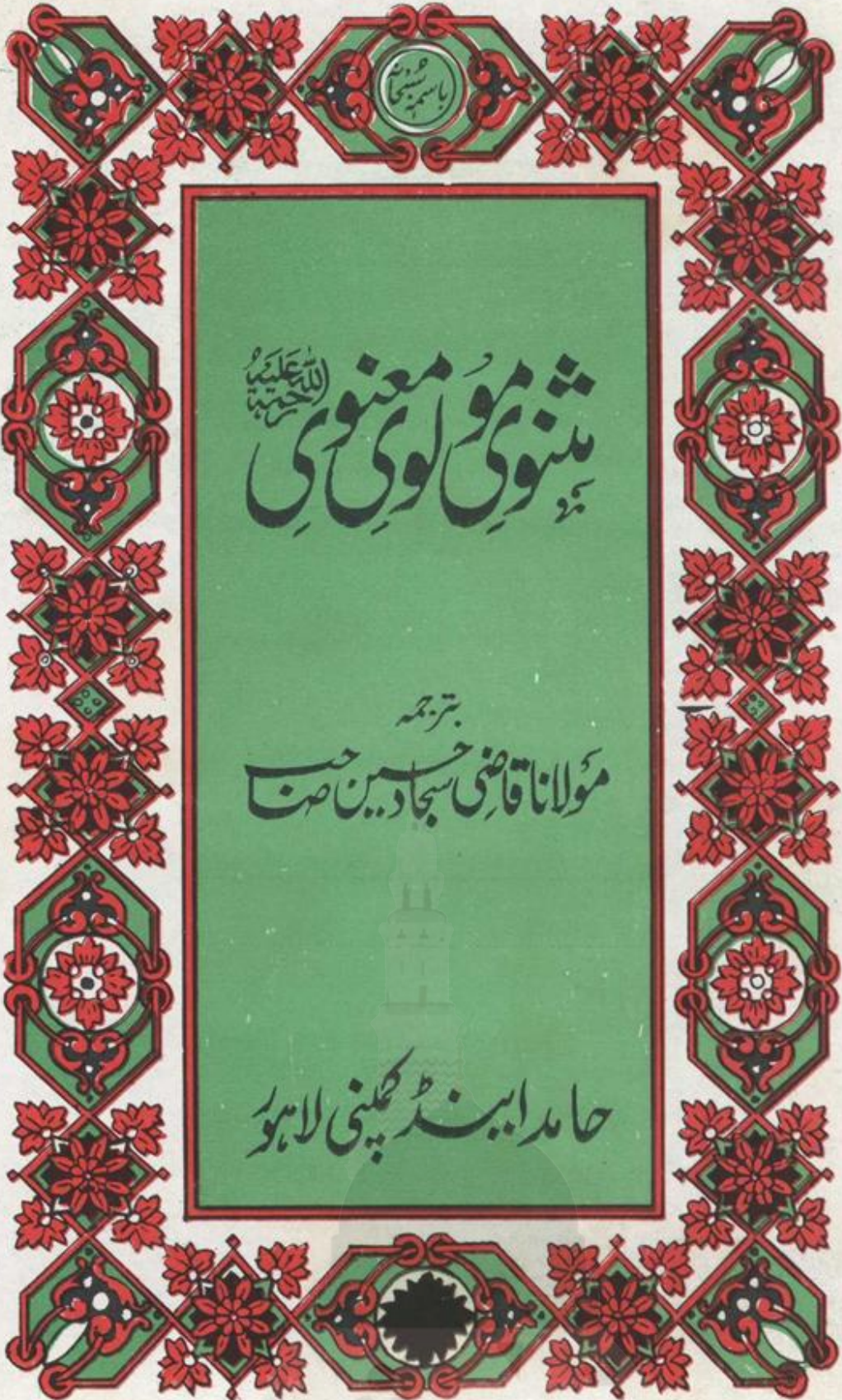
باسمہٖ سبحانہٗ
مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ
بترجمہ
مولانا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی لاہور
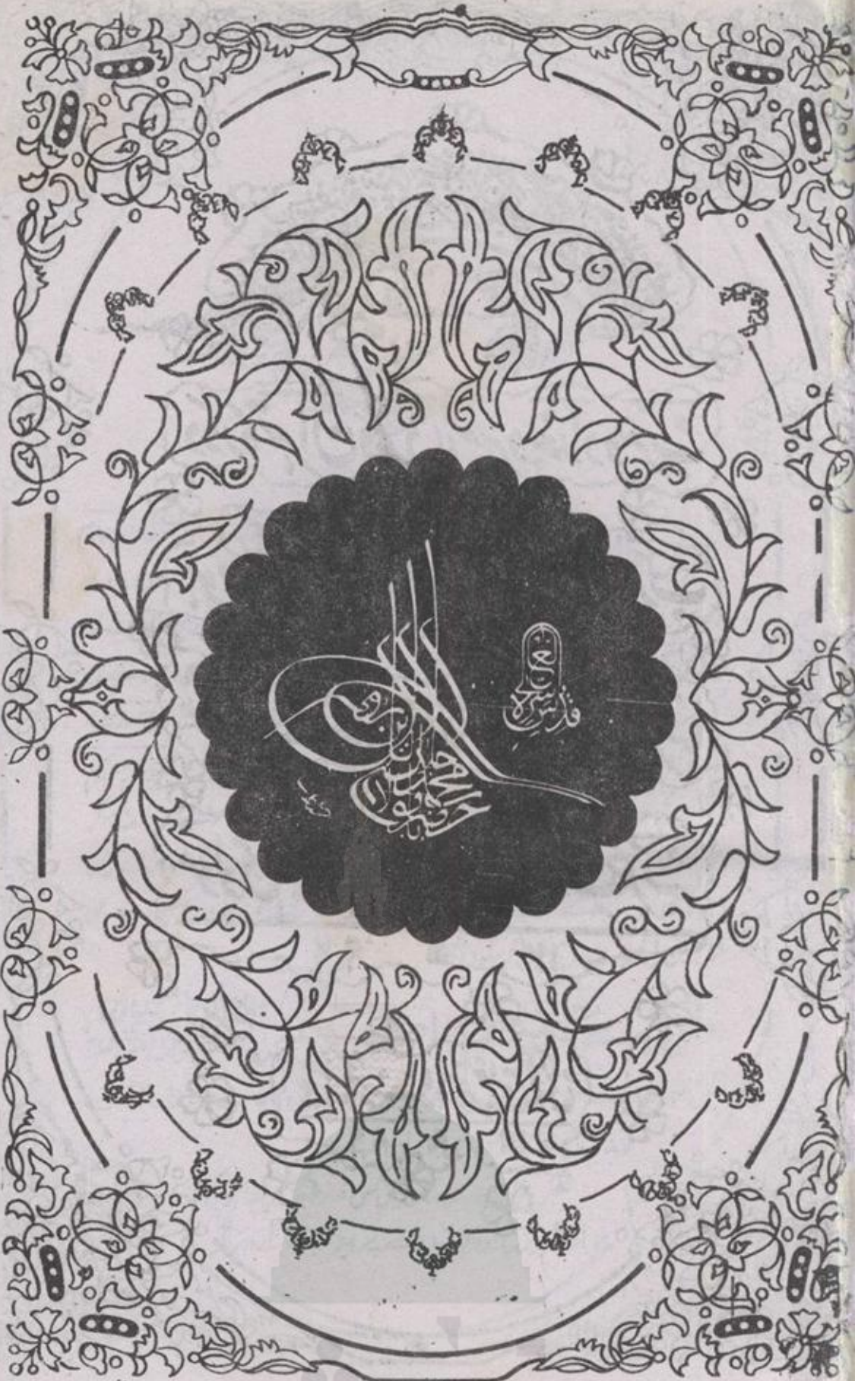
۱۹ ۶ ۷۶
دورۂ تہران و ترکی مصر و بغداد و عرب
ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب
مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا
مولوی سجاد بحرِ علم صدر رشکِ عرب
۱۳ ھ ۹۶
پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی
۱۹ ۶ ۷۶

مُقدّمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفترِ پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہ تعالیٰ دفترِ چہارم کی کتابت وطباعت کے جملہ مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری کے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آجائے گا۔ نیز دفترِ پنجم کی کتابت بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی عنقریب طباعت کے لئے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفترِ سوم مارچ ۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۸۸ء تک دفترِ پنجم بھی بازار میں آجائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفترِ چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرلوں گا۔ دفترِ پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفترِ ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۸۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں گا

دفترِ پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس: اس کی چار قسمیں ہیں۔ نفسِ [1] امّارہ، نفسِ [2] لوّامہ، نفسِ [3] مطمئنہ، نفسِ [4] ملہمہ ——— نفسِ امّارہ وہ ہے جو شہوتوں اور لذتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوّامہ وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر

کبھی کسی لذت و شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ میں اِس کا ذکر ہے۔

نفسِ مُطمئنہ وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذت و شہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً میں یہی نفسِ مُراد ہے۔

نفسِ مُلہمہ وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو اُمورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔ ہر شخص میں اِن قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں : قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ مَلَکی[1]، سَبُعی[2]، بہیمی[3]۔

مَلَکی طاقت۔ خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سَبُعی طاقت۔ انسان کے غصّہ و غضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت۔ انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی : نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مُشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اِس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں : بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ کرامتِ حِسّی، کرامتِ معنوی۔

حِسّی کرامت۔ یہ ہے کہ کسی حِسّی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا، آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ اِن کرامات سے عوام زیادہ متاثر

ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیض الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں

معنوی کرامت۔ دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض وواجبات کی بروقت ادائیگی، یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصل فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مقدس: حضرت حق تعالےٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

فیضِ اقدس۔ وہ فیض ہے جو حق تعالےٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

فیضِ مقدس۔ وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو درج کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر ان آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسانوں پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیّتِ حق: مولانا بحر العلوم رح نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیّتِ عامہ۔ حق تعالےٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ "وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو"۔ اس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالےٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالےٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیّتِ خاصہ۔ یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "انسان اس کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہو" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالےٰ : مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالےٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالےٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اِس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور برے لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا "خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے"۔ انسانی موت وحیات کی پیدائش اُس کی آزمائش کیلئے ہے اب جیسے اُس کے افعال ہوں گے، اُن سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

معجزہ رَدُّالشمس : روایت ہے کہ آنحضورؐ کا سرِ مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہورہی تھی۔ حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہوجانے کے بعد حضرت علیؓ نے آنحضورؐ سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی کہ "اے خدا اگر علیؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے"۔ اِس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔ اِس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشّرہ : وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُن کی زندگی میں ہی جنّت کی بشارت دیدی تھی یہ ہیں۔

ابُوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ابوعُبیدہ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ سعیدؓ بن زید رضی اللہ عنہم

اِن کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو اُن کی زندگی میں جنّت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ بشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لَوْلَاکَ : حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا

کہ آپ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ "اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا" ایک دوسری روایت میں ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا "اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا" ان روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلا علی قاریؒ نے اِن کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عبّاسِ دبس: یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اسی عبّاس کو بعض اہلِ لغت نے عبّاس دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اس لئے اُس کو عبّاسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اَصحابِ فیل: اَبرہۃ الاشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے اُس نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکّہ معظّمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جھُنڈ کو مسلط کر دیا۔ اِن پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔ سورۃ "اَلْفِیْل" میں اُس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوط: اِس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی اِسی لئے اِس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جس سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ: حضرت مسیحؑ نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ اِن دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اُس نے اِن دونوں کو قید کر دیا۔

حضرت مسیحؑ کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو اُنھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اُس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اِس

مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفتگو شروع ہوئی۔ حبیب نجار کو جب پتہ چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ اِن بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر مجمع بھڑک اٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسین میں اِس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت : یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اِس حکم میں اُن کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ الاعراف میں اِس کا ذکر ہے۔

عمر بن عبد العزیزؒ : سلاھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اِس قدر نیک اور دیندار، پابندِ شرع تھے کہ اُن کو علماء نے خلفاءِ راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ مانتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اُس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اِسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ سلاھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف : یہ ثقفی خاندان کا تھا۔ اور عبد الملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا اس نے ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اِس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی

نقصان پہنچا تھا اُس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اُن کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اِسی لئے اُس کو اُمتِ محمدیہ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم و ستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابو ہریرہؓ: آنحضورؐ کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آ کر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے۔ صُفّہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قُوتِ لَایمُوت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضورؐ کے افعال و اقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا اِسی لئے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں اِنہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ: جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤ الدینؒ کا ماموں تھا اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اُس نے ایک ہزار تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ تاتاری فوج شکست کھا گئی پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لئے بھیجی اُس کو بھی اُس نے شکست دی، تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اُس وقت اُس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اِس قدر بہادری اور بے جگری سے اُس سے لڑا کہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ہے۔ اِس جنگ میں اُسکے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اُس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اُس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اِس قدر صفائی سے اُس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اُس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ "ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشد و نخواہد شد۔" "اُس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہو گا۔" ہندوستان پہنچ کر اُس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذربائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مُغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

روح : روح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اس کی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ پھر بھی جمہور علما نے اس کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری اور ساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں ساری اور جاری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اس کثیف جسم سے جدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مُردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اس جسم کثیف کی شکل ہے جس طرح اس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح روح کے بھی یہ اعضا ہیں، اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اس کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روح کے ہاتھ کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لئے بمنزلہ پاجامے کے ہیں اور چہرہ اس کے چہرے کے لئے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج : سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا۔ یہ نبی سے بھی صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر : نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں اُن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے مؤثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے ان ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی مؤثر ہے۔

سجّاد حسین۔ دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ — م — ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

فہرستِ مضامینِ دفترِ پنجم مثنویِ معنوی

ختم شد

مدحِ[1] تعریف است و تخریقِ حجاب
تعریف کرنا، پہچنوانا اور جہالت کے پردے کو چاک کرنا ہے

فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مدّاحِ خود است
سورج کی تعریف کرنیوالا، اپنی تعریف کرنیوالا ہے

کہ دو چشمم روشن و نامرمدست
کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِّ خورشیدِ جہاں ذمِّ خود ست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے

کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست
کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں
آپ اُس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں

شد حسودِ آفتابِ کامراں
کامیاب سورج کا حاسد ہے

تاندش پوشید ہیچ از دیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟

وز طراوت دادنِ پوسیدہا
اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا[2] ز نورِ بیحدش تانند کاست
یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں

یا بدفعِ جاہِ اُو تانند خاست
یا اُس کے رُتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

ہر کسے کو حاسدِ کیہاں بُوَد
جو شخص عالم کا حاسد ہو

آں حسد خود مرگِ جاویداں بُوَد
وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے

عقل اندر شرحِ تو شد بوالفضول
آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے

عاجزانہ جنبشے باید دراں
اُس میں عاجزانہ ہی، حرکت کرنی چاہئے

اِنَّ شَیْئًا کُلُّہٗ لَا یُدْرَکُ
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی

اِعْلَمُوْا اَنْ کُلَّہٗ لَا یُتْرَکُ
جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

گرچہ[3] نتواں خورد طوفانِ سحاب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا

کے تواں کردن بترکِ خوردِ آب
(لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آبِ دریا را اگر نتواں کشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

ہم بقدرِ تشنگی باید چشید
پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہئے

[1] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدین ہیں۔ مرمد۔ دُکھتی ہوئی آنکھ۔ ذمّ۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے۔۔۔ تو ببخشا۔ یعنی اے حسام الدینؒ آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اس لئے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اسکی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[2] یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؒ جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے۔ گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیے کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کر لینا چاہئے

[3] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے، آبِ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہ[1] حسام الدیں کہ نورِ انجم ست
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں
طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است
پانچویں کتاب کے شروع کرنیکے، طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!
اوستادانِ صفا را اوستاد
(آپ)، اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی
ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

در مدیحت دادِ معنی دادمے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا
غیر ایں منطق[2] لبے بکشادمے
اِس گفتگو کے علاوہ لب کُشائی نہ کرتا

لیک لقمہ بازِ آں صعوہ نیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے
چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست
اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مدحِ تو حیف است با زندانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے
گویم اندر مجمعِ روحانیاں
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں
دنیا داروں سے آپکی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے
ہمچو رازِ عشق دارم در نہاں
عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں

---

۱ شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اسکے علاوہ کوئی بات نہ کہتا۔

۲ ایں منطق۔ یعنی حسام الدین کی تعریف۔ لیک۔ عوام کے سامنے حسام الدین رح کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

۳ آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر نسخہ آب و روغن ہے تو اب معنی یہ ہونگے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

(۲)

رازؔ[۱] را گر می نیاری در میاں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لاسکتا ہے

در کہا را تازہ کُن از قشرِ آں
اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کرلے

نُطقہا نسبت بتو قشرست لیک
آپکے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن

پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک
دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرو
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے

ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود
ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رہ برند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں

پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند
اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقّی و بحق جذابِ جاں
آپ اللہ کا نور ہیں، اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والے ہیں

خلق در ظلماتِ وہم اند و گماں
لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرطؔ[۲] تعظیم است تا آں نورِ خوش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور

گردد ایں بیدیدگاں را سرمہ کش
ان اندھوں کے لئے سُرمہ لگانے والا بنجائے

نور یابد مستعدِ تیز گوش
سخت کوشش کرنیوالا، مستعد نور حاصل کرتا ہو

گو نباشد عاشقِ ظلمت چو موش
جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نور میکش اے حریفِ تیز گوش
اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کرلے

گر نہ چوں موش در ظلمت مکوش
اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے، اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں

کے طوافِ مشعلِ ایماں کنند
وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہاؔ[۳]ئے مشکل باریک شد
مُشکل باریک نکتے بن گئے

بندِ طبعے کوز دیں تاریک شد
طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا بر آراید ہنر را تار و پود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوار لے

چشم در خورشید نتواند کشود
سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا

کردہ موشانہ زمیں سوراخہا
جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

---

۱ رازؔ۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کردینا چاہیے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لئے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لئے مفید دوسرے کیلئے غیر مفید ہے آپ کی تعریف عوام کے لئے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم میری تعریف اسلئے کر رہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کریں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم و گمان سے گذر کر مرتبہ یقین حاصل کرسکتی ہے۔

۲ شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد فیض حاصل کرنے کے لئے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گر نہ۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے سُست چشمانے چوہا اور چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

۳ نکتہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لئے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بنگئی ہیں۔ تا برآراید۔ یہ لوگ جب تک حقیقت بینی کے ہنر سے آراستہ نہ ہوں گے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

تفسیر[۱] فخذ اربعۃً من الطیر فصرھن الیک (الآیۃ)

پس "پکڑ لے چار پرندے پھر ان کو اپنی طرف بلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست[۲] ایں بشر را دل فشار — چار میخ عقل گشتہ ایں چہار

یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں — یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیل وقتی اے خورشید ہش — ایں چہار اطیار رہزن را بکش

اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے — ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مرغے ازینہا زاغ وش — ہست عقل عاقلاں را دیدہ کش

اس لئے کہ ان میں سے ہر زاغ صفت پرند — عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصف تن چو مرغان خلیل — بسمل ایشاں دہد جاں را سبیل

جسم کے چار اوصاف حضرت خلیل کے پرندوں جیسے ہیں — ان کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے[۵] خلیل اندر خلاص نیک و بد — سر ببر شاں تا رہد پاہا ز سد

اے خلیل! اچھے اور برے کو نجات دلانے کیلئے — ان کا سر قلم کر دے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پا جائیں

کل توئی و جملگاں اجزائے تو — بر کشا کہ ہست پاشاں پائے تو

تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں — کھول دے کہ ان کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود — پشت صد لشکر سوارے میشود

آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے — ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ[۳] ایں تن شد مقام چار خو — نام شاں شد چار مرغ فتنہ جو

کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے — ان کا نام فتنہ کے جویاں چار پرند پڑ گیا ہے

خلق را گر زندگی خواہی ابد — سر ببر ایں چار مرغ شوم و بد

اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں — ان بدبخت اور برے چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

باز شاں زندہ کن از نوع دگر — کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر

پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے — کیونکہ اس کے بعد انسے نقصان نہ پہنچے گا

چار مرغ معنوی راہزن — کردہ اند اندر دل خلقاں وطن

باطنی چار ڈاکو پرندوں نے — لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے ۔۔۔۔ [۳] زانکہ۔ انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جنکو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے خلق۔ ان خصائل کے ازالے سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ بازشاں۔ ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ انکی مضرت سے بچ سکو۔

[۱] تفسیر حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال۔ یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بری صفات مراد ہیں جو انسان کے لئے حقیقت بینی سے مانع ہیں انسان ان صفات کو ازالہ کر دے تو حقیقت بین بنجاتا ہے بطخ سے مراد حرص، مور سے مراد حب جاہ، کوے سے مراد تمنا اور مرغ سے مراد شہرت ہے۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل۔ اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اس کو بھی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیے [۲] زانکہ۔ یہ چاروں صفتیں کوے کی خاصیت رکھتی ہیں کوا سب سے پہلے مردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہیں بسمل۔ جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دیگا اسکی جان حقیقت تک رسائی پا جائے گی۔

[۵] اے خلیل یعنی اے حسام الدینؒ لوگوں میں سے صفات ذمیمہ کو دور کر دیجئے تاکہ انکو سلوک میں سیر حاصل ہو جائے۔ کل توئی۔ مرید شیخ کے اجزا کی طرح ہوتے ہیں۔ از تو۔ تیرے وجود سے یہ عالم عالم ارواح بنا ہوا ہے۔ پشت

چون[1] امیرِ جملهٔ دلہا شوی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے

اندریں دوراں خلیفہ حق توئی
(پھر) اِس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر ببُر ایں چار مرغِ زندہ را
اِن چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

سرمدی کُن خلقِ ناپائندہ را
فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

بط و طاؤس ست و زاغ ست و خروس
بطخ اور مور ہے، کوا ہے اور مرغا ہے

ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس
نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بط حرص است و خروس آں شہوت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے

جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست
رُتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوا ہے

منیتش آنکہ بود امید ساز
اُس کی آرزو یہ اُمید بندھاتی ہے

طامع تابید یا عمرِ دراز
ہمیشگی کا لالچی یا درازِ عمر (کا لالچی)

بطِ[2] حرص آمد کہ نوکش در زمیں
حرص بطخ ہے کہ اُس کی چونچ زمین میں ہے

در تر و در خشک میجوید دفیں
تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبود معطل آں گلو
اُس کا حلق تھوڑی دیر کیلئے بھی معطل نہیں ہوتا

نشنود از حکم جز امرِ کلوا
وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سُنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند
اُس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے

زود زود انبانِ خود پُر میکند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد
اچھا، بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے

دانہائے دُرّ و حبّاتِ نخود
موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تا[3] مبادا یاغیٔ آید دگر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے

میفشارد در جوال او خشک و تر
وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ و فرصت اندک او مخوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے، وہ ڈرا ہوا ہے

در بغل زد ہر چہ زد تر بیوقوف
بے تامل جو کچھ ہے اُسے بغیر کچھے بوجھے بغل میں بانسا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش
اُس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے

کہ مبادا یاغیٔ آید بہ پیش
(اِس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آجائے

لیک مومن ز اعتمادِ آں حیات
لیکن مومن اُس (اُخروی) زندگی کے بھروسہ پر

میکند غارت بمہل و باانات
لوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چوں۔ جب آپ لوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہونگے۔ سر ببر۔ اِن رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہوجائیگی۔ بط۔ اِن چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بط۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ منیتش۔ ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہو کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کیلئے حاصل ہوجائے! کم از کم عمر دراز ہوجائے۔ بط۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کلوا۔ اللہ کے احکام میں سے اُس نے صرف "تم کھاؤ" کا حکم سنا ہے۔ یغماچی۔ لٹیرا جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے

[3] تا مبادا۔ اس کی جلد بازی اس لئے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آکر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش۔ اس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مرد مومن چونکہ اخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لئے اُنھیں یہ جلد بازی نہیں ہوتی

ایمن است از فوت و از باغی کہ او | می شناسد قہرِ شہ را بر عدو
وہ محرومی اور لیٹرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ | دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر | کہ نیایندش مُزاحِم صَرفہ بر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے | کہ اس سے مزاحمت کرنے والے فائدہ مند ہونگے

عدلِ شہ را دید در ضبطِ حَشَم | کہ نیارد کرد کس بر کس سِتم
خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف | کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُوَد | از فواتِ حَظِّ خود ایمن بُوَد
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے | اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس ۲ تَاَنّی دارد و صبر و شکیب | چشم سیر و مُوثِر ست و پاک جیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر شکیب اختیار کرتا ہے | سیر چشم ہے دوسروں کو ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

کیں تَاَنّی پرتوِ رحمان بُوَد | واں شتاب از ہزۂ شیطان بُوَد
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے | اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر | بارگیرِ صبر را بکُشد بعقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے | صبر کا بوجھ اٹھانے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نبی بشنو کہ شیطان در وعید | میکُند تہدیدت از فقرِ شدید
قرآن سے سُن کر شیطان دھمکانے میں | تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تا ۳ خوری زشت و بری زشت از شتاب | نے مُرُوّت نے تَاَنّی نے ثواب
تاکہ تو جلدی میں برا کھائے، برا کمائے | نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن | دین و دل باریک و لاغر زفت بطن
لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے | دین اور دل کمزور اور لاغر ہے، پیٹ بھاری ہے

در سببِ وُرودِ ایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعًی وَّاحِدٍ
کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شدند | وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند
کافر پیغمبر کے مہمان ہوئے | شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آگئے

لے ۱ ایمن - اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کا خدا اس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اس کا مقدر کوئی نہیں چھین سکتا۔

لے ۲ تانی - بردباری۔ مُوثِر۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیں۔ حدیث شریف ہے اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ - حلم اور بردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔ بارگیر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ عقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ ۔ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

لے ۳ تا خوری۔ شیطان فقر سے اس لئے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بُردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافراں۔ اس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھاتا ہے۔

کامدیم اے شاہِ ما اینجا فُنُق[۱] | اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق
کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان دبنکر آئے ہیں | اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ما ز دُور | ہیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نُور
ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں | ہاں ہمارے سَروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے

رُو بیاراں کرد آں سُلطانِ راد | دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد
اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا | جو تمام بادشاہوں، اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کُنید | کہ شما پُر از من و خوئے منید
فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کرلو | کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُوَد اجسامِ ہر لشکر ز شاہ | زاں زنندے تیغ بر اعدا کجاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں | اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ[۲] شہ زنی آں تیغ را | ورنہ بر اخواں چہ خشم آید ترا
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے | ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی | عکسِ خشمِ شاہ گُرزِ دہ مَنی
بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے | بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُر ازو | روح چوں آبست وِیں اجسام جُو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اس سے بھرا ہوا ہے | روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر کی طرح ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُوَد | جملہ جُوہا پُر ز آبِ خوش شود
اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے | ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس | ایچنیں فرمود سُلطانِ عبس[۳]
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے | (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید | درمیاں بُد یک شکم زفت و عنید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کرلیا | اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسمِ ضخمے داشت کس اُو را نبُرد | ماند در مسجد چو اندر جام دُرد
بھاری جسم رکھتا تھا اس کو کوئی نہ لے گیا | وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مصطفےٰ بُردش چو وا ماند از ہمہ | ہفت بُز بُد شیر دہ اندر رمہ
جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفےٰ اسکو لے گئے | گلّے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

۱ فُنُق۔ مہمان۔ اُفُق۔ اطرافِ عالم۔ یاراں۔ صحابہ کرام ساتھی آنحضورؐ۔ عباد۔ عبد کی جمع ہے: بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پُر بُوَد۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

۲ بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہے۔ آب۔ اگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

۳ سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسمِ ضخمے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ بُز۔ یعنی آنحضورؐ کے گلّے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

که مقیمِ خانه بُودندے بُزاں [1] — بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
جو بکریاں گھر پر رکی ہوئی تھیں — دسترخوان کے وقت دُہنے کے لیے

نان و آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز — خورد آں بُو قحط عوج ابنِ غُز
روٹی اور سالن اور ان ساتوں بکریوں کا دودھ — وہ قحط زدہ، عوج، غُز کا بیٹا کھا گیا

جملہ اہلِ بیت خشم آلو شُدند — کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
تمام گھر والے غصے میں بھر گئے — کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے خوار [2] ہمچو طبل کرد — قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا — اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست — پس کنیزک از غضب در را ببست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا — لونڈی نے غصے سے دروازہ بند کر دیا

از بُروں زنجیرِ در را در فگند — کز وے بُد خشمگین و دردمند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی — کیونکہ وہ اُس سے غصے میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبحدم — بس تقاضا آمد و دردِ شکم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک — بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سوئے در شتافت — دست بر در چوں نہاد اُو بستہ یافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا — جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

[3] در کشادن حیلہ کرد آں حیلہ ساز — نوع نوع و خود نشد آں بند باز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی — طرح طرح لیکن، وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ — ماند اُو حیران و بیدرمان و دنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا — وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلہ کرد و بخواب اندر خزید — خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا — اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانے میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندر خاطرش — شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا — خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش در ویرانہ خالی چو دید — اُو چناں محتاج اندر دم برید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانے میں دیکھا — اُس ایسے ضرورت مند نے فوراً ہگ دیا

[1] کہ مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دھوہ لیا جائے۔ بو قحط۔ قحط میں مبتلا انسان بسیار خور ہو جاتا ہے۔ غُز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عُنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو غُز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ بس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ در فگند۔ یعنی زنجیر کو کُنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے قضاءِ حاجت کا تقاضا ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] در کشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد۔ اُس نے قضاءِ حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ بر برید۔ اُس نے پاخانہ پھر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب
بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا
پُر حدث[1] دیوانہ شد از اضطراب
نجاست سے بھرا ہوا پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرونِ اُو برآمد صد خروش
اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں
زیں چنیں رُسوائیِ بے خاک پوش
مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رُسوائی سے

گفت خوابم بدتر از بیداریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے
کارِ نیکم بدتر از بدکاریم
میری نیکی میری بدکاری سے (بھی) بُری ہے

بانگ[2] می زد واثبورا واثبور
ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا
آنچناں کہ کافراں وِز نشور
جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظر کے شود ایں شب بسر
اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی
تا بر آید از گشادن بانگِ در
تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گریزد اُو چو تیرے از کماں
تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے
تا نہ بیند ہیچکس اُو را چناں
تاکہ اُس کو کوئی اِس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم
قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں
باز شد آں در رہید از درد و غم
دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

درِ حُجرہ گشادن مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمانِ خود و خود را پنہاں کردن تا اُو خیالِ درگشانیدہ را نہ بیند و خجل نشود و گُستاخ بیروں رود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مُصطفےٰ[3] صبح آمد و در را گشاد
صبح کو مُصطفےٰ آئے اور دروازہ کھولا
صبح آں گمراہ را اُو راہ داد
صبح کو اُس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا

در گشاد و گشت پنہاں مُصطفےٰؐ
دروازہ کھولا اور مُصطفےٰؐ چھپ گئے
تا نگردد شرمسار آں مُبتلا
تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تا بروں آید رود گستاخ اُو
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے
تا نہ بیند در گشا را پُشت و رُو
تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پُشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

[1] پُرحدث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا —— زاندروں۔ اُس کے دل میں اُس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھایا سوتے میں بستر پر پاخانہ پھر دیا۔

[2] بانگ۔ کفارِ حشر کے دن واویلا واثبورا ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہو گی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[3] مُصطفےٰ۔ آنحضورؐ کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہو گئی تھی —— دروازہ اِس لئے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضورؐ دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا نہاں شد در پسِ دیوار یا[1] — از وی اش پوشید دامانِ خدا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا — اُن کو اس سے خدا کے دامن نے چھپالیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کُند — پردۂ بیچوں برآں ناظر تند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ کبھی چھپاتا ہے — بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑجاتا ہے

تانہ بیند خصم را پہلوئے خویش — قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے — اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مُصطفےٰ می دید احوالِ شبش — لیک مانع بود فرمانِ ربش
مصطفیٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے — لیکن اُن کیلئے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تاکہ پیش از خیط[2] بکشاید رہے — تانیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھولدیں — تاکہ وہ اُس رُسوائی سے کنویں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں — تا بہ بیند خویشتن را او چناں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم — کہ وہ اپنے آپ کو اِس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بُوَد — بس خرابیہا کہ معماری بُوَد
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں — بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید — نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا — گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُر حدث یک فضول — قاصدا آورد در پیشِ رسولؐ
سَنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح — جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ چنیں[3] کرد ست مہمانت ببیں — خندہ زد رحمۃ للعالمیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے — جہانوں کی رحمت مسکرا دیئے

کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش — تا بشویم جملہ را با دستِ خویش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ — تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہر کسے می جست کز بہرِ خدا — جانِ ما و جسمِ ما قربانِ ترا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے — ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

ما بشوئیم ایں حدث را تو بہل — کارِ دستست ایں نمط نہ کارِ دل
اِس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں — یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

[1] یا نہاں، حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مصطفےٰ۔ آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

[2] خیط دھاگا یعنی صبح صادق۔ لیک۔ شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مُضمر تھی۔ چونکہ۔ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

[3] کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ مطہرہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ نہ کار دل۔ آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

اے لَعَمْرک مرترا حق عُمر خواند — پس خلیفہ کرد و بر کُرسی نشاند

اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عمر کہا — پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا

ما برایِ خدمتِ تو میزییم — چوں تو خدمت می کُنی پس ما کئیم

ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں — جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست — کہ دریں شُستن بخویشم حکمت ست[2]

فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے — کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبی ست — تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست

وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے — یہانتک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

اُو بجد می شُست آں احداث را — خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا

وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے — خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشُو — کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو

اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اِس کو آپ خود دھوئیں — کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سبب رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ ملوّث اُو را بدست مبارک خود می شُست و خجل شدنِ اُو و جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ اُو بر خود و بر حالِ خود و مُسلمان شُدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[3] را ہیکلے بُد یادگار — یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار

اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی — اُس نے اُسکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حُجرہ کہ شب جا داشتم — ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم

کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا — لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بُود شرمش حرص بُرد — حرص اژدرہاست نے چیزیست خُرد

اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن لالچ نے اُس کی شرمندگی ختم کر دی — حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

[1] اے۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ خدا نے آنحضورؐ کی عمر کی قسم کھائی اور قسم ذات و صفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔ ما۔ ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔ اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[2] کہ دریں۔ آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ایں اسرار۔ یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔ او بجد۔ آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے ایسی کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ ملوّث۔ سنا ہوا۔

[3] کافرک۔ وہ مہمان اپنی مورتی بھول کر چلا گیا تھا۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اُس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

از پئے[1] ہیکل شتابِ اندر دوید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا

در وثاقِ مصطفےٰ آں را بدید
مصطفےٰ ؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یدُ اللہ آں حدث را ہم بخود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اُس نجاست کو خود

خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا انکو نظر بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شد پدید
مورتی اُس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا

اندرو شورے گریباں را درید
اُسکے اندر ایک شور تھا جس نے اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد اُو دو دست را بر رُو و سر
وہ دونوں منھ اور سر پر مارتا تھا

کلّہ را میکوفت بر دیوار و در
سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں ز بینی و سرش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون

شد رواں و رحم کرد آں مہترش
بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہا[2] زد خلق جمع آمد برو
اُس نے نعرے مارے لوگ اُسکے پاس جمع ہو گئے

گبر گویاں ایُّھا النّاس احذرو
کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو بر سر کہ اے بے عقل سر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!

میزد اُو بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کُلِّ زمیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!

شرمسارست از تو ایں جزوِ مہیں
یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کُلّی خاضعِ امرِ وئی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُسکے حکم پر جھکے ہوئے ہیں

من کہ جزوم ظالم و لدّ و غوی
میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کُلّی خوار و لرزانی ز حق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ تعالےٰ کے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں

من کہ جزوم در خلاف و در سبق
میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہر زماں[3] میکرد رُو بر آسماں
ہر آن آسمان کی طرف منھ کرتا

کہ ندارم رُوی ایں قبلہ جہاں
کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منھ نہیں ہے

چوں ز حد بیروں بلرزید و طپید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا

مصطفےٰ اُش در کنارِ خود کشید
مصطفےٰ ؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کرد و بسے بنواختش
اُس کو سکون دلایا اور اُسکو بہت نوازا

دیدہ اُش بکشاد و داد اشناختش
اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُسکو پہچان عطا کی

[1] از پئے۔ وہ مورتی کیلئے واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دستِ مبارک سے اُسکی نجاست دھو رہے ہیں۔ ید اللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے یدُ اللہ فوقَ ایدیھم خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ تو گویا اللہ تعالےٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اُس پر ترس آنے لگا۔

[2] نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل سر۔ سر بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور کُلِّ زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسماء اور عالم کا مجموعہ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کُلی۔ اُس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

[3] ہر زماں۔ وہ کافر ہر لحہ آسمان کی طرف منھ کر کے کہتا تھا کہ میرا منھ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اُسکی بیقراری کو دیکھ کر اُسکو سینہ سے لگا لیا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نورِ ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید[۱] ابر کے خندد چمن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

طفلِ یک روزہ ہمیداند طریق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے

کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق
کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آجائے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ

کم دہد بے گریہ شیر اُو رایگاں
خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفتِ وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا گوش دار
اور چاہیئے وہ بہت روئیں، کے قول کو یاد رکھ

تا بریزد شیرِ فضلِ کردگار
تاکہ اللہ (تعالےٰ) کی رحمت دودھ بہادے

گریۂ ابرست و سوزِ آفتاب
ابر کا رونا ہی اور سورج کی جلن

اُستنِ دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
دنیا کے ستون۔ یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گر نبودے[۲] سوزِ مہر و اشکِ ابر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے

کے شُدے اجسامِ ما زفت و سطبر
ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟

گر نبودے ایں تف و ایں گریہ اصل
اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز

چوں ہمیدارد جہاں را خوش دہاں
جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار
عقل کے سورج کو سوزش میں رکھ

چشم را چوں ابر اشک افروز دار
آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانیوالی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خورد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں

کم خور آں نان را کہ نان آبِ تو برد
وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کردے

تن چو با برگست روز و شب ازاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ

شاخِ جاں در برگ ریزست و خزاں
جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ[۳] تن بے برگیٔ جانست زود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد

ایں بباید کاستن آں را فزود
اس کو گھٹانا، اُس کو بڑھانا چاہیئے

اَقْرِضُوا اللّٰهَ قرض دہ زیں برگِ تن
اللہ (تعالےٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے

تا بروید در عوض در دل چمن
تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

۱ے تا نگرید۔ مقصد یہ ہے کہ آہ و زاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤنگا دایہ دوڑ کر نہ آئیگی۔ تو نمی دانی۔ لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمتِ خداوندی بغیر آہ و زاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت۔ قرآن میں ہے۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا "تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ"۔ گریہ۔ ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی ست دنیا کی تر و تازگی ہے۔

۲ے گر نبودے۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشو و نما نہ ہو۔ چار فصل۔ سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے کمال کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن۔ جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

۳ے برگ تن۔ جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیئے۔ اِقْرِضُوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا "اور اللہ کو قرض حسنہ دو" مولاناؒ نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لئے ہیں۔

قرض[1] دہ کم کن ازیں لقمۂ تنت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر

تا نماید وجہِ لاعینٌ رأت
تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن زسرگیں خویش چوں خالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کریگا

پُر ز مشک و دُرِّ اجلالی کند
اجلال کے موتی اور مشک سے بھرے گا

زیں پلیدی بر ہد و پاکی برد
اس ناپاکی سے نجات پاجائیگا اور پاکی حاصل کریگا

از یُطہّرکُم تنِ اُو بر خورد
وہ تمہیں پاک کرتا ہے سے اسکا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین و ہین
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں

زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا

پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
تو شرمندہ اور غمگین ہوگا

ایں[2] بخور گرم ست و داروی مزاج
یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے

واں بیاشام از پئے نفع و علاج
اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکب ست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے

آنچہ خو کردست آنش اصوبت
جس کی اسکو عادت ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے

ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا

در دماغ و دل بزاید صد علل
دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہونگی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیوِ دوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ شیطان

آرد و بر خلق خواند صد فسوں
دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے

تا فریبد نفسِ بیمارِ ترا
تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[3] ترا سودست از درد و غمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے

گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے بھی کہا

پیش آرد ہی ہے و ہیہات را
ائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے

در لویشہ پیچد اُو لبہات را
تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

تمہیں۔ لویشہ۔ وہ رسی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دیجاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہو جائے۔

[1] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر حاصل ہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پر ہو جائیگا۔ زیں پلیدی جسمانی ناپاکی دور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا بےشک خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہو جائے اور وہ تمہیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[2] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر ان کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیئے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اٹھ کھڑی ہونگی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف نسخے دیتا ہے۔

[3] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہو جائیگی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی

ہمچو لبہائے فرس در وقتِ نعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ

تا نمایدؔ سنگ کمتر را چو لعل
تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے

گوشہایت گیرد چوں گوشِ اسپ
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح

میکشاند سوی حرص و سوی کسب
حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

بر زند بر پات نعلے ز اشتباہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے

کہ بمانی تو ز دردِ آں ز راہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے سے رُک جاتا ہو

نعلِ اُو ہست آں تردد در دو کار
اُس کا نعل، دو کاموں میں تردد ہے

ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکن کہ ہست مختارِ نبیؐ
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے

آں مکن کہ کرد مجنون و صبی
وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بچہ محفوف گشت
"جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے" کس سے ڈھانپا گیا ہے؟

بالمکارہ کہ ازو افزو گشت
ناپسندیدہ چیزوں سے جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

صد فسوں دارد ز حیلت و ز دہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے

کاں کند در سلہ گر ہست اژدہا
کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بود آبِ رواں بر بندد ش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے

ور بود حبرِ زماں بر خندد ش
اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بود کوہے چو گہ بر بایدش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہو

دست بردِ خویشتن بنمایدش
اپنے غلبہ کی اُس پر نمائش کرتا ہے

عقل را با عقلِ یارے یار کن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بخوان و کار کن
"اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہو" کو پڑھ اور کام کر

نواختن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان را و
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور

تسکین دادن اُو را از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ بر خود میکرد
رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور

از خجالت و ندامت و آتشِ نومیدی
ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

لہ تا نماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھیا بنا کر دکھا دے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور مکر کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ بر زند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستے سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آں بکن۔ جب تردد ہو تو وہ کام کر جو نبیؐ نے کیا ہے طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ بحفت۔ حدیث شریف ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بالمکارہ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے

ٹہ صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

سٹہ عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اس سے مشورہ کرے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے ، وہ عرب

ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اُس شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواست دیوانہ شدن[1] عقلش رمید
اُس نے دیوانہ بننا چاہا، اسکی عقل بھاگ گئی

دستِ عقلِ مصطفےٰ بازش کشید
حضرت مصطفےٰؐ کی عقل کے ہاتھ نے اسکو پھر کھینچا

گفت ایں سو آ بیامد آں چناں
فرمایا اِدھر آ ، وہ اِس طرح آیا

کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں
کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکن ہین با خود آ
اُس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر خبردار ، ہوش میں آجا

کہ ازیں سو ہست با تو کارہا
کیونکہ اِس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بر روزد در آمد در سخن
اُس کے منہ پر پانی چھڑکا ، وہ بولا

کاے شہیدِ حق شہادت عرضہ کن
کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے

تا گواہی بدہم و بیروں شوم
تاکہ میں کلمۂ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں

سیرم از مستی دراں ہامون شوم
میں مستی سے سیر ہو گیا ہوں اُس جنگل میں چلا جاؤں

ما دریں[2] دہلیزِ قاضیِ قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر

بہرِ دعویِ اَلَستیم و بلیٰ
اَلَست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم و آں را ز امتحاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اُسکی آزمائش کیلئے

فعل و قولِ ما شہود ست و بیاں
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟

نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ
اے گواہ ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک

حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
قید رہے گا ، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخواندندت بدینجا تا کہ تو
اُنھوں نے تجھے یہاں اِس لئے بُلایا ہے کہ تو

آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستۂ
تو اپنے جھگڑالوپن سے بیٹھا ہوا ہے

اندریں تنگی لب و کف بستۂ
اِس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں

تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید
اے گواہ ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا

تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اُس چوکھٹ سے کب چھٹے گا ؟

---

[1] خواست ۔ وہ دیوانہ ہوجانے کے قریب تھا آنحضورؐ نے اُس کی عقل کو تھاما۔ گفتش ۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بر رو ۔ آنحضورؐ نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجئے تاگواہی ۔ حقیقی معنیٰ میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہامون ۔ جنگل۔

[2] ما دریں ۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا "کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں" تو ہم نے جواب دیا "ہاں" اب ہم دنیا میں اس جواب کے ثبوت کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ ۔ ازل میں ہم نے بلیٰ کہا ہے ہمارا قول و فعل اس پر گواہ

[3] چند ۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیے۔ زاں ۔ دنیا کی زندگی قول اور فعل گواہی کے لئے ہے۔ از لجاج ۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالوپن ہے ..... تا نہ بدہی ۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یک زماں کاریست بگذار و بتاز — کارِ کوتہ را مکُن بر خود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کر دے اور بھاگ جا — مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال خواہی یکزماں — ایں امانت را گذار و وارہاں
خواہ سَو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں — یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست بر نورِ اندرونی

اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد — ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد — بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ حسد — ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا — (بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پئے اظہار راست — کاے مِہاں با شما ہستیم راست
دسترخوان اور مہمانی اسکے اظہار کیلئے ہے — کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں

ہدیہ ہا و ارمغان و پیشکش — شد گواہِ آنکہ ہستم با تو خوش
ہدیئے اور تحفہ اور نذرانہ — اِس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہر کسے کوشد بمالے یا فسوں — چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے — کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقوے یا سخا — ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا — یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال — با حرامش داں کہ نبود اتّصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا — سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہوگا

واں زکوٰتش گفت کو از مالِ خویش — میدہد پس چوں بدزدد ز اہلِ کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے — دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بطرّاری کُند پس دو گواہ — جرح شد در محکمہ عدلِ اِلٰہ
اگر (کوئی گواہ) زبان طرّاری کرے گا تو دونوں گواہ — خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

ل ۱
یکزماں - گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اِس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز - ارکانِ اسلام پر عمل، اعتقاد پر عمل گواہی ہے۔ سِرِّ خود - یعنی اعتقاد۔ خوان - اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتاہے تو یہ اِس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

ل ۲ ہدیہ ہا - کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اِس کی گواہی ہے کہ تو اُس سے خوش ہے۔ ہر کسے - اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اِس بات پر گواہ ہے کہ اُس شخص میں تقوے کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

ل ۳ روزہ - روزہ اِس بات کا گواہ ہے کہ اُس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ - زکوٰۃ اِس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چُرا سکتا ہے.... گر بطرّاری - اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کریگا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

هست صیادؔ ار کند دانہ نثار — نے ز رحم و جود بل بہرِ شکار

شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے

هست گربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صید خام

بلی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را

اِس کجی سے اُس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کردیا — اُس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ او کژ می تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند

باوجودیکہ وہ کجی کررہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کردیتا ہے

سبقؔ بردہ رحمتش واں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را

اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوششِ اشتہ حق زیں اختلاط — غسل دادہ رحمت او را زیں خباط

اِس خلط ملط سے اللہ (تعالٰی) نے اُسکی کوشش کو — رحمت نے اُس کو اِس خبطی پن سے غسل دیدیا

تا کہ غفاری او ظاہر شود — سیّات جملہ را غافر شود

تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہوجائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالٰی آب را از پلیدی لاجرم حق تعالٰی قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالٰی کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالٰی بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں بباریدؔ از سماکؔ — تا پلیداں را کند از خبث پاک

پانی ابر سے اِس لئے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کردے

آب چوں بیکار گردد شد نجس — تا چناں شد کآب را رد کرد حس

پانی جب بیکار ہوگیا ناپاک ہوگیا — ایسا ہوگیا کہ پانی کو حس نے رد کردیا

حق برد شس باز در بحرِ صواب — تا بشستش از کرم آں آب آب

اللہ تعالٰی اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

لہ صیّاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لئے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظن۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ بعض حق عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالٰی اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

لہ سبق بردہ۔ چونکہ اللہ تعالٰی کی رحمت سابق ہے اسلئے اللہ تعالٰی نے ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالٰی نے اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کردیتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہوسکے۔ پاک۔ اللہ تعالٰی پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کردیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سرِ نو برسا کر پاک کردیتا ہے تاکہ اُس کی صفت قدوسیت ظاہر ہوسکے

لہ سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب جب پانی ناپاک ہوجاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالٰی اُس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اُس کو پاک صاف کرکے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

سالِ ؎۱ دیگر آمد اُو دامن کَشاں — **ہی کُجا بودی؟ بدریای خوشاں**

وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا — ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جاشدم پاک آمدم — **بستدم خلعت سُوی خاک آمدم**

میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں — میں نے تھا ہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آگیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سُوی من — **کہ گرفت از خوی یزداں خوی من**

خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ — کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کرلی ہے

دَر پذیرم جملۂ زشتیت را — **چوں ملک پاکی دہم عفریت را**

میں تیری جملہ بُرائیوں کو قبول کرلیتا ہوں — میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کردیتا ہوں

چوں ؎۲ شوم آلودہ باز آنجا رَوم — **سُوئے اصلِ اصلِ پاکیہا رَوم**

جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں — اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دَلقِ چرکیں بَر کَنم آنجا ز سَر — **خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر**

وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں — وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کردیتا ہے

کارِ اُو این ست و کارِ من ہمیں — **عالم آرا ایست ربّ العالمیں**

اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے — جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما — **کے بُدے ایں بارنامہ آب را**

اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں — پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدزدید از کسے — **میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے**

کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے — ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تا ؎۳ بریزد بر گیاہِ رُستہ — **تا بشوید رُوی ہر ناشُستہ**

تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہادے — تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا منہ دھودے

تا بگیرد بر سَر اُو حمّال وار — **کشتیِ بے دَست و پا را در بحار**

تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے — سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں — **زانکہ دارُو زو بروید در جہاں**

اُس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں — کیونکہ دوا دنیا میں اُسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر درّے دلِ ہر دانۂ — **میرود در جُو چو دارُو خانۂ**

وہ (پانی)، ہر درّ کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے — وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا خانہ کی طرح ہے

؎۱ سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہوکر برس پڑتا ہے۔ جب اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اِس دنیا میں ناپاک ہوگیا تھا اسلئے چلا گیا تھا اللہ تعالےٰ نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرمادی میں دوبارہ دنیا میں آگیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو میری جانب آجاؤ میں تمہیں پاک کردونگا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت حاصل کرلی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب برائیوں کو دھو دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں۔

؎۲ چوں شوم۔ جب ناپاک ہوجاؤں گا پھر اُس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کرلوں گا۔ کار او۔ اللہ تعالےٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کرکے آلودہ ہوجانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی۔ کیسہائے۔ پانی ہر ضرورتمند کو سیراب کرتا ہے

؎۳ تا بریزد۔ پانی گھاسوں کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لئے پھرتا۔ صد ہزاراں۔ بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی

زو یتیمانِ زمیں را پرورش — تشنگانِ خشک را ازوے روش
زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے — خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن
پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور

وقبول کردن حق تعالیٰ دعائے آب را
اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود — ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود
جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے — ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن بر آرد کاے خدا — آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! — جو کچھ تونے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہوگیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید — اے شہِ سرمایہ دِہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا! — اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر را گوید ببر جائے خوشش — ہم تو خورشیدا ببالا بر کششش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا — سورج تو بھی آ، اُس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش — تا رساند سوئے بحرِ بیحدش
وہ اُسکو مختلف راستوں پر چلاتا ہے — یہاں تک کہ اُس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود غرض زیں آب جانِ اولیاست — کو غسولِ تیرگی ہائے شماست
اِس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے — کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونیوالی ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش — باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے — عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں — از طہاراتِ محیط اُو دُر فشاں
اُس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے — وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وا رہاند جملہ را — وز تحری طالبانِ قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے — اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

ز اختلاطِ خلق یابد اعتلال — آں سفر جوید کارِحنا یا بلال
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے — وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ اے بلال ہمیں آرام پہنچا!

لہ زو۔ زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت۔ پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمائی۔ خیرہ۔ حیران۔

نالہ۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تونے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دیدی۔ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد۔ کیا کچھ اور ہے!

۲ے ابر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اسکو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

۳ے خود غرض۔ اس پانی کے احوال کے ذریعہ سے مقصد اولیاء کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیاء بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں۔ جب عوام کے اختلاط سے انہیں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور "تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا" اُس اللہ کی طرف رجوع کر پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب شیخ تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُسکو من جانب اللہ تطہیر کی طاقت آجاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارت کا مطالعہ کرتا ہے اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال۔ بیمار ہونا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صہیل — میذنہ بر رو بزن طبلِ رحیل[1]

اے خوش نوا، خوش آواز بلال! — میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجا دے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام — وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام

جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے — واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام — واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام

یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے — عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ — جز سمندر کو رہید از رابطہ

بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟ — سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے؟

واسطہ حمام[2] باید مر ترا — تا ز آتش خوش کنی تو طبع را

تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہیئے — تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیل — گشت حمامت رسول آبت دلیل

جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے — رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع — کے رسد بے واسطہ ناں در شبع

پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا — پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطے کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لطف از حق ست لیکن اہلِ تن — در نیابد لطفِ بے پردہ چمن

لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا — چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں نماند[3] واسطہ تن بے حجیب — ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد ز جیب

جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے — حضرت موسیٰؑ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے (چمکتا ہے)

گواہی دادن فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب را ہم شاہد ست — کاندرونش پر ز نورِ ایزد ست

یہ ہنر، پانی کے بھی گواہ ہیں — کہ اُس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر — زیں دو بر باطن تو استدلال گیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں — ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کیجئے

کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اُس کے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

[1] طبلِ رحیل۔ سفر کا نقارہ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قرب الٰہی کا سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آکر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضورؐ کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لئے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لئے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے —— سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ ہے لیکن اُس کے لئے روٹی واسطہ ہے لطف اللہ کی جانب سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب سائط ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہِ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک

چوں ۱؎ ندارد سیر سرّت در دروں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے

بنگر اندر بولِ رنجور از بروں
تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کرے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُوَد
بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے

کہ طبیبِ جسم را بُرہاں بُوَد
جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح در جانش رَوَد
روحانی طبیب اُس کی روح میں گھستا ہے

وز رہِ جاں اندر ایمانش رَوَد
اور روح کے راستے سے اسکے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب
اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے

اُحْذَرُوْھُمْ ھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْب
اُن سے ڈرو۔ وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں ۲؎ گواہِ فعل و قول از وے بجوی
یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر

کو بدریا نیست واصل ہمچو جُوی
جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد
اُس کا قول و فعل اُس کا گواہ ہوتا ہے

کو بدریا مُتّصل چوں جُو بُوَد
جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو
اُس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ

تا چہ دارد در ضمیر آں راز جُو
کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست
اُس کے مرتبہ میں نُور کتنا اور کیسا ہے

بہرِ صید اُو دانہ پاشد یا نخیست
وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا سنی ہے

گر ۳؎ بُوَد صیّاد از وے دُور شو
اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہو جا

واں فسون و فعل و قولش کم شنو
اُس کا منتر اور فعل و قول نہ سُن

ور بُوَد صدّیق دست از وے مدار
اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو

تا رساند مر ترا سوئے بحار
تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

دَر بیانِ آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سرِ عارف ظاہر
اُس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے

کند بر خلقان بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف افزوں باشد
فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے

ازاں کہ بفعل و قولِ اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند
بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

حاشیہ:

۱؎ چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کر لیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

۲؎ ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیئے اور پتہ لگانا چاہیئے کہ اُس کا اتصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں۔ تا چہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔ بہرِ صید۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر محض لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہے یا اُس میں کوئی..... حقیقت پوشیدہ ہے

۳؎ گر بُوَد۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اُس سے وابستہ ہو جا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچائے۔ در بیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود بانگ خروس و اعلامِ مؤذن و علاماتِ دیگر حاجت نیاید

اسکو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک^۱ نورِ سالکے کز حد گذشت
لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے

نورِ اُو پُر شد بیابانہا و دشت
اس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں

شاہدیش فارغ آمد از شہود
اسکی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے

وز تکلّفہای و جانبازی جود
اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ ست
جبکہ اس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے

زیں تسلسہا فراغت یافتہ ست
اس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے

پس^۲ مجو از وے گواہِ فعل و گفت
تو اس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ

کہ ازو ہر دو جہاں چوں گل شگفت
کیونکہ دونوں جہاں اسکی وجہ سے پھول کی طرح کھلے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں
یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے

خواہ قول و خواہ فعل و غیرِ آں
خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اسکے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سرِّ جوہر ست
کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے

وصف باقی ویں عرض بر معبر ست
صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند بر محک
کسوٹی پر سونے کا یہ نشان باقی نہیں رہتا

زر بماند نیک نام و بے ز شک
سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے

ایں^۳ صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے

ہم نماند جاں بماند نیک نام
بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہیگی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود
جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے

بر محکِ امر جوہر را بسود
جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست ست اینک گواہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے

لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ
لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں
سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیے

تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں
اس کی عدالت اخلاص اور تیرا اس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست
قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے

حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست
فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

۱؎ لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدیش۔ اس کے لئے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے… نورِ آں۔ اس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اس کے اظہار کے لئے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

۲؎ پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے قول و فعل عرض ہے اور نورِ باطن جوہر ہے۔ جو جوہر ہے۔ یعنی فانی ہے۔ وصف یعنی نورِ باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لئے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

۳؎ ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کیلئے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال اسکے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہے افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہے کہ انہیں اخلاص ہو ریا وغیرہ نہ ہو۔ حفظِ لفظ۔ تیرا ایمان جو

گر گواہِ قول کژ گوید رَد است — ور گواہِ فعل کژ پوید بد است

اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رَد ہے — اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت — تا قبول اندر زماں پیش آیدت

بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے — تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیُکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید — روز میدوزید و شب بر میدرید

تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو — دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی با تناقض کہ شنود — یا مگر حلمے کند از لطفِ خود

تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟ — ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کرے

فعل و قول اظہارِ سرّ ست و ضمیر — ہر دو پیدا میکند سرِّ ستیر

فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے — دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول — ورنہ محبوس ست اندر مول مول

جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو گیا — ورنہ وہ ٹھہراو ٹھہراو میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیزد اے حرون — فانتظر ہم انہم منتظرون

اے سرکش! جب تک تو جھگڑا کریگا وہ جھگڑیگے — پس تو ان کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ کردنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفےٰ — عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتےٰ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے مصطفےٰ نے — ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست — بندہائے بستہ را بکشودہ ست

وہ (کلمۂ) شہادت جو با برکت ہے — جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت او را مصطفےٰ — کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما

وہ مومن بن گیا، اس کو مصطفےٰ نے فرمایا — تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام — ہر کجا باشم بہر جا کہ روم

اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں — جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

۵۱ گر گواہ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط کہے گا تو گواہ مردود ہو جائیگا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہد الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل۔ ان دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔ سعیکم شتی۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے۔ اِنّ سعیکم لشتی۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کر سکتا ہے۔

۵۲ فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہو جاتی ہے تو گواہی مقبول ہو جاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول یعنی اس کو حکم ہو گا کہ ٹھہراو۔ فانتظر ہم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فاعرض عنہم وانتظر انہم منتظرون۔ اے نبی آپ ان سے روگردانی کیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

۵۳ عرضہ کردن پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت فرخ۔ مبارک گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ امشباں۔ آج کی رات گفت۔ اس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے

زندہ کردہ[1] مُعتق و دربانِ تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہو
ایں جہان و آں جہانِ خوانِ تو
اس جہان میں اور اس جہان میں آپکے دستر خوان پر ہوں

ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کریگا
عاقبت دَرَد گلویش استخواں
انجام کار، ہڈی اُس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سُوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد
جو آپ کے دستر خوان کے غیر کے پاس جائے گا
دیو با اُو داں کہ ہم کاسہ بُوَد
سمجھ لیجئے، شیطان اُس کا ہم پیالہ ہو گا

ہر کہ از ہمسائیگیِ تو رَوَد
جو آپ کے پڑوس سے جائے
دیو بے شکّے کہ ہمسایہ اش بُوَد
بیشک شیطان اُس کا پڑوسی ہو گا

ور رَوَد بے تو سفر اُو دُور دست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے
دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ ویست
شیطان اُس کا ہمراہی اور شریکِ دستر خوان ہے

ور نشیند بے تو بر اسپِ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے
حاسدِ ما ہست دیو اُو را ردیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اُس کے پیچھے سوار ہو

ور بچہ[2] گیرد از و شہنازِ اُو
اگر اُس کی نازنین (بیوی)، اُس سے بچہ جنے
دیو در نسلش بُوَد انبازِ اُو
شیطان اُس کی نسل میں اُس کا شریک ہو گا

در نبی شارِکہم گفتست حق
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں "اُن کا شریک بن جا" فرمایا
ہم در اموال و در اولاد از سبق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبر ز غیب ایں را جلی
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا
در مقاماتِ نوادر با علیؓ
نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

یا رسول اللہ[3] رسالت را تمام
اے اللہ کے رسولؐ پوری رسالت کو
تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا
عیسیٰؑ و افسونش با عاذر نکرد
حضرت عیسیٰؑ اور انکی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان برد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا گئی
عاذر ار شد زندہ آندم باز مُرد
عاذر اگر اُس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسولؐ آں شب عرب
عرب اُس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا
شیرِ یک بُز نیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کرلئے

[1] زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیاتِ اَبدی عنایت کی ہے۔ مُعتق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہان۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دستر خوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اُس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہیگا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اُس کا پڑوسی بنے گا۔ سُفرہ۔ دستر خوان۔

[2] ور بچہ۔ اگر اُس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ در نبی۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور تو اُن کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

[3] یا رسول اللہ۔ اُس مسلم مہمان نے کہا۔ غمام۔ ابر۔ دو صد۔ دو سو۔ ماں کی بہت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو انکی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کردی ہے۔ گشت۔ وہی پیاسا خور اب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہو گیا۔

کرد[1] الحاحش بخور شیر و رقاق
آنحضورؐ نے اُس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھائے

گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
اُس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے

ایں تکلف نیست نے ناموس و فن
یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر

سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
میں اُس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے

پُر شد ایں قندیل زیکقطرہ زیت
کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

اُنچہ قوتِ مُرغِ بابیلے بُود
جو ابابیل پرندے کی خوراک ہو

سیریِ معدہ چنیں پیلے بُود
ایسے ہاتھی کا اُس سے پیٹ بھر جائے

فجفجے افتاد اندر مرد و زن
مرد و زن میں کھُسر پھُسر ہونے لگی

قدرِ پشہ می خورد آں پیلتن
یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہمِ کافری سر زیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا

اژدہا از قوتِ مورے سیر شد
اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آں گدا[2] چشمی و کفر از وے برفت
وہ بھکاری پن اور کفر اُس سے رخصت ہوا

لُوتِ ایمانیش لُمتر کرد و زفت
اُس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوع البقر اُو می طپید
وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا

ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
اُس نے حضرت مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت
جنت کے پھل اُس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے

معدۂ چوں دوزخش آرام یافت
اُس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایماں نعمت و لوتے ست ہول
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے

اے قناعت[3] کردہ از ایماں بقول
اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا

دربیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا

میشود تا او ہم یار می شود روح را کہ اَسلمَ شیطانی علیٰ یدی
ہے یہاں تک کہ وہ بھی روح کا دوست بنجاتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا

گرچہ آں مطعومِ جان ست و نظر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے

جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر
اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

[1] کرد - آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا - الحاح، اصرار - رقاق - چپاتی روٹی - دوش - شب گذشتہ - پُر شد - یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا - انچہ - ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا - پیلتن - ہاتھی جیسے جسم والا - حرص کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی -

[2] گدا چشمی - لالچ - حرص - لوت - اب چونکہ وہ مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اور موٹا تازہ کر دیا - جوع البقر - بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے - مریم - حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی ہیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں - ذات ایمان - ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے

[3] اے قناعت کردہ - جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے - تعریف نورِ ایمان روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے - اسلم - حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفس امّارہ میرا تابع ہو گیا ہے - مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسم انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے - گرچہ آں یعنی نورِ ایمانی۔

گر نگشتے دیو جسم آں را اکول ؎۱ — اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول

اگر شیطان کا جسم اُس کا کھانے والا نہ بنتا — (تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیو زاں لوتے کہ مُردہ حی شود — تا نیاشامد مُسلماں کے شود

شیطان اُس غذا کو جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہو — جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر — عشق را عشقِ دگر بُرّد کمر

شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے — عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد — اندک اندک عشق رخت آنجا کشد

یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے — آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰكَذَا ؎۲ — اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا

اے پیٹ کے لالچی! اِسی طرح مائل ہو — غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ — جُمْلَةُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ

اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو — مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّهَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعَامِ — سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامِ

اے کھانے کی رہن کے قیدی — عنقریب تو نجات پا جائیگا، اگر تو نے بڑے (مصائب) برداشت کر لیے

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَّافِرًا — اِفْتَقِدْهُ وَارْتَجِ یَا نَافِرًا

بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے — اُس کو تلاش کرے اور اُمید لگا اے بھاگنے والے

اِغْتَذِ بِالنُّوْرِ كُنْ مِثْلَ الْبَصَرِ — وَافِقِ الْاَمْلَاكَ یَا خَیْرَ الْبَشَرِ

نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا — اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں ملک ؎۳ تسبیحِ حق را کُن غذا — تا رہی ہمچوں ملائک از اذا

فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے — تاکہ تو فرشتوں کی طرح بے نجات پا جائے

جبرئیل ار سوئے جیفہ کم تند — او بقوت کے ز کرگس کم زند

اگرچہ جبرئیلؑ مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں — وہ قوت میں گِدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں!

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است — او ز پشہ باز گو چوں رستہ است

ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے — بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے!

ہے اُن کی پرواز مُردار خور گِدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھر کم ہے لیکن مچھر اُس کو ہلاک کر سکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

؎۱ گر نگشتے۔ اگر جسم شیطان کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ "شیطان مسلمان ہو گیا" نہ فرماتے۔ دیو یعنی شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو یعنی جسمِ انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذاءِ جسمانی چھوڑ کر غذاءِ روحانی کا عادی بننا چاہیئے۔

؎۲ یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیل کر کے اُس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ عظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اِنّ فی الجوع۔ (شعر)

اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نورِ معرفت بینی

وافق۔ ملائکہ کی غذا نور ہے۔

؎۳ چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذاء نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیل۔ جبرئیلؑ کی طاقت نورانی

خبذا[1] خوانے نہادہ در جہاں — لیک از چشمِ خسیساں بس نہاں

دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے — لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

اِنکار کردنِ اہلِ تن غذائے رُوح را و لرزیدنِ ایشان بر غذائے خسیسِ جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور اُن کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود — قسمِ موش و مار ہم خاکے بُوَد

اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے — چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گر دے گر بہار — میر کونی خاک چوں نوشی چو مار

اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو — تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

درمیانِ چوب گوید کرمِ چوب — مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب

لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے — ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!

درمیانِ[2] خاک گوید کرمِ خورد — ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد

چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے — دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حدث — در جہاں نُقلے نداند جز خبث

گوبر کا کیڑا اُس نجاست میں — دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے

جُز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ — شد نجاست مر ورا چشم و چراغ

کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے — نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

دعا

اے[3] خدائے بے نظیر ایثار کن — گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن

اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے — جبکہ تو نے اِس کلام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوش ما گیر و بداں مجلس کشاں — کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں

ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ — کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں — سر مبند آں مشک را اے ربِ دیں

جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے — اے دین کے رب! اُس مشک کو بند نہ کر

---

[1] خبذا۔ نورانی خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذائے روح کے منکر ہیں۔ اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔۔۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے۔ یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ درمیان۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

[2] درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرمِ سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

[3] اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ مستاں۔ چوں جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کریم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث[1] | بے دریغی در عطا یا مستغاث

مذکر اور مؤنث تجھ ہی سے پی رہے ہیں | اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دعا نا گفتہ از تو مستجاب | دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب

اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہو | تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازوں کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم | سنگہا از عشق اُوشد ہمچو موم

تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے | اُسکے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہوگئے

نون ابرو صادِ چشم و جیمِ گوش | بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش

اَبرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم | تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ ہیں

زاں حروفت شد خرد باریک ریس | نسخ میکن اے ادیبِ خوشنویس

تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہوگئی | اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

در خورِ[2] ہر فکر بستہ بر عدم | دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم

عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے | ہر لمحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال | بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال

خیال کی تختی پر عجیب حروف | آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں

بر عدم باشم نہ بر موجود مست | زانکہ معشوقِ عدم وافی ترست

میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا | کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد | تا دہد تدبیرہا را زاں نورد

عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا | تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیلؑ و نظر او در غیب مانندِ نظر جبرئیلؑ در لوح محفوظ

عقل کی حضرت جبرئیلؑ سے مشابہت اور اُس کی نظر کا غیب پر حضرت جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد | ہر صباحے درس ہر روزہ برد

عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے | ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

بر عدم تحریرہا بیں با بیاں | واں سوادش حیرتِ سودائیاں

عدم میں وہ تحریریں دیکھ باوجود بیان کے | اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعث حیرت ہے

ہر کسے شد بر خیالے ریش گاؤ | گشتہ در سودائے گنجے گنج گاؤ

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے | خزانے کے خیال میں گنج گاؤ بنا ہوا ہے

---

[1] از تو - تیری عطا عام ہے تو میں بھی محروم نہ کرے دعا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضاء چند حرفوں کے مشابہ ہیں نون ابرو کے، اور صاد آنکھ کے حلقہ کے، اور جیم کان کے، یہ حضرتِ حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اُس نے تحریر فرما دیئے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل مصنوع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق نگر۔

[2] در خور - انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے اس کے لوح خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیال سے عاشق کا اتحادِ تام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لئے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ - جس طرح حضرت جبرئیل لوح محفوظ سے پڑھتے ہیں اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور روزانہ کا درس حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردہ

از خیالے[1] گشتہ شخصے پُر شکوہ — روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُرشکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

وز خیالے آں دگر با جہدِ مُر — رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کیساتھ — موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہو

واں دگر بہرِ ترہب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

از خیال آں رہزنِ رستہ شدہ — وز خیال ایں مرہمِ خستہ شدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا ہو — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے

در پری خوانی یکے دل کردہ گم — بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سُم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[2] — آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں روشہا مختلف بیند بروں — زاں خیالاتِ ملوّن ز اندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ خیالات کس پر پڑا ہیں — ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نبد نامؤتلف — چوں بیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند — ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیلِ[3] روشہائے مختلف و ہمتہائے گوناگوں باختلاف

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے ہمتوں کی

تحرّی متحریاں در وقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و

اندھیرے میں نماز کے وقت قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر

تحرّی غوّاصاں در قعرِ بحر

کی تہ میں اٹکل سے مثال

---

[1] از خیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں ان کا ذکر ہے۔ وز خیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورتِ خیالیہ کی بنا پر دریا سے اس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا۔۔۔ کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادتخانہ رستہ۔ بازار۔ پری خوانی ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

[2] رباح۔ نفع۔ ملوّن۔ رنگین حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لئے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ نامؤتلف مختلف۔ قبلۂ جاں۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لئے مقصودِ حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اس کی طرف منہ کر لیا ہے۔

[3] تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لئے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحرّی میکنند   بر خیالِ قبلہ ہر سُومی تنند

جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں   قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

چونکہ کعبہ رُو نماید صبح گاہ[1]   کشف گردد کہ کہ گم کردہ ست راہ

جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے   واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیرِ قعرِ آب   ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب

یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے   ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

بر امیدِ گوہر و دُرِّ ثمیں   توبرہ پُر میکنند از آن و ایں

جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر   اُس اور اِس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں بر آیند از تگِ دریا زرف   کشف گردد صاحبِ دُرِّ شگرف

جب گہرے دریا کی تہ سے باہر آتے ہیں   عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد   واں دگر کہ سنگریزہ و شبہ بُرد

اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے   اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

هٰكَذَا نَبْلُوهُمْ بِالسَّاهِرَةِ[2]   فِتْنَةً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاهِرَةٍ

اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے   آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں   گردِ شمعے پَر زناں اندر جہاں

اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح   دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن بر آتشے بر میزنند   گردِ شمعِ خود طوافے می کنند

اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے   اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

بر امیدِ آتشِ موسیٰ بخت   کز لہیبش سبز و تر گردد درخت

نصیبے کے موسیٰ کی آگ کی اُمید پر   جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3]   ہر شرر را آں گماں بُردہ ہمہ

ہر جماعت نے اُس آگ کی فضیلت سُن لی ہے   سب نے اِس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں بر آید صبحدم نورِ خلود   وانماید ہر یکے چہ شمع بود

جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا   ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہر کرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر   بدہدش آں شمع خوش ہفتاد پر

جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پَر جلے ہیں   اُس کو وہ شمع ستر اچھے پَر دیدے گی

[1] چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہوگا۔ دُرِّ ثمین قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔

[2] ساہرہ۔ رُوئے زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہو جانا۔ شمعے یعنی مقصود۔ موسیٰ، حضرت موسیٰ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیب۔ لپٹ۔

[3] رمہ۔ جماعت۔ آں یعنی نورِ موسوی۔ نورِ خلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر یعنی عشقِ خداوندی۔

جوقِ پروانہ دو دیدہ دوختہ — مانند زیرِ شمعِ بد پر سوختہ

دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت — بُری شمع کے نیچے پَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سوز — میکند آہ از ہوائے چشم دوز

وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی — آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع او گوید کہ چوں من سوختم — کے ترا برہانم از سوز و ستم

اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی — میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں؟

شمع او گریاں کہ من سر سوختہ — چوں کنم من غیر را افروختہ

اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی — دوسرے کو کیسے روشن کروں؟

در تفسیر آیت یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

او ہمی گوید کہ از اشکالِ تو — غرّہ گشتم دیر دیدم حالِ تو

وہ کہے گا کہ تیری صورت سے — میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا — غوطہ خورد از ننگِ کژ بینیِ ما

شمع مر کر چل گئی، دل رُبا نے — غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی کی ذلت سے

ظَلَّتِ الْأَرْبَاحُ خُسْرًا مُغْرَمَا — نَشْتَكِي شَكْوَى إِلَى اللهِ الْعَمَى

نافع ثمرہ والا نقصان بن گئے — اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حَبَّذَا أَرْوَاحُ إِخْوَانٍ ثِقَاتْ — مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتْ

ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں — مسلمان ہیں، مومن ہیں، دعا کرنے والی ہیں

ہر کسے روئے بسوئے بردہ اند — واں عزیزاں رو بہ بے سو کردہ اند

ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے — وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کی جانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پرد در مذہبے — ویں کبوتر جانبِ بے جانبے

ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے — یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پرد از جا بجا — ویں عقاباں راست بیجائی سرا

ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے — ان بازوں کی سرا لامکانی ہے

ما نہ مرغانِ ہوا نے خانگی — دانۂ ما دانۂ بے دانگی

ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو — ہمارا دانہ، بے دانگی کا دانہ ہے

۱؎ جوق۔ جو لوگ عقلِ سلیم سے کام نہیں لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہونگے وہ گم گشتہ راہ ہونگے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھرینگے۔ شمع او گوید۔ یعنی باطل معبود ان سے برأت کرینگے۔

۲؎ چوں کنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہونگے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ آگ باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود منہ چھپائیں گے۔ ظلت۔ جو نفع تھا وہ نقصان ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کرینگے۔

۳؎ حبذا۔ مومنین کی روحیں سلامت ہوں گی۔ واں عزیزاں۔ جو لوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہونگے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لا مکان ہے۔ ما نہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما — کہ دریدن شد قبادوزیِ ما

اسی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے — کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

در بیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اول

اِس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جبہ در حرج — پیشش آمد بعد بدریدن فرج

ایک صوفی نے تنگی میں جبہ پھاڑ ڈالا — پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسر آ گئی

کردہ نامِ آں دریدہ فرجی[2] — ایں لقب شد فاش زاں مردِ نجی

اُس نے اُس پھٹے ہوئے (جبہ) کا نام کشادگی والا رکھ دیا — اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ برد — ماند اندر طبع خلقاں حرف دُرد

یہ لقب مشہور ہو گیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا — لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است — اسم را چوں دُردی بگذاشتہ است

اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا — اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گلخوار[3] است دُردی را گرفت — رفت صوفی سوئے صافی ناشگفت

جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہو — صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابد دُرد را صافی بود — زیں دلالت دل بصفوت می رود

صوفی نے کہا۔ تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے — اِس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُردِ عُسر افتاد صافش یُسر او — صاف چوں خرما و دُردی بُسر او

تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُسکی کشادگی ہے — صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر با یُسر است ہیں آیس مباش — راہ داری زیں ممات اندر معاش

تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو — اِس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جبہ بشگاف اے پسر — تا ازاں صفوت برآری زود سر

اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جبہ کو پھاڑ دے — تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیز صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

[1] زاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھودنے سے ایندھن فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کر کے گذارا کیا جاسکتا ہے، یعنی اسبابِ ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکل ہو جاتا ہے۔ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ دربیان۔ جبہ کو شروع میں فرجی اسلئے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جبہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اس لئے اُس نے پھٹے ہوئے جبہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حرج۔ تنگی۔ فرج کشادگی۔
[2] فرجی۔ یعنی اُس جبہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیوں کہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔
[3] گلخوار۔ یعنی دنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا

هست[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب — نہ لباسِ صوف و خیاطی و دَب

صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو — نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بہ پیشِ ایں لئام — اَلخیاطہ واللواطہ والسلام

ان کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے — سینا اور اغلام، والسلام

بر خیالِ آں صفا و نامِ نیک — رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک

صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے — رنگین پہننا اچھا ہوگا لیکن

بر خیالش گر روی تا اصلِ او — ہمچناں کہ گربہ سوئے ناں بہ بو

اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے — جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بو[2] قلاوُوز ست اے جویائے عشق — نے ز بو یعقوبؑ شد بینائے عشق

اے عشق کے تلاش کرنے والے! بو رہنما ہے — کیا بو کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟

دور باشِ غیرتت آمد خیال — گرد بر گردِ سراپردہ جلال

(فاسد) خیال تیرے لئے دو شاخہ نیزہ ہے — جلال کے پردے کے ارد گرد ہے

بستہ ہر جوینده را کہ راہ نیست — ہر خیالش پیش می آید کہ بیست

جس نے ہر تلاش کرنے والے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے — ہر خیال اُس کے سامنے آجاتا ہے کہ ٹھہر جا

جز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش — کش بود از جیشِ نصرتہاش جوش

سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے — جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہد[3] از تخییلہا بے شہ شود — تیرِ شہ بنماید و بیروں رَوَد

وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر رکے بھاگتا ہے — شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ را در دست تیرِ شہ بود — راہ یابد تا بمنزل می رود

جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو — راستہ پالیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

فی المناجات

دُعا

اے قدیمِ راز دانِ ذُوالمنن — در رہِ تو عاجزیم و ممتحن

اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم! — تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش — ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش

اِس حیران دل کو تدبیر عنایت کردے — اِن خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کردے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لِئام کمینے لواطت۔ اغلام ہر خیال۔ نیکی تک پہنچنے کے لئے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کرلینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہئے، محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بو۔ کسی چیز کی خوشبو اُس چیز تک پہنچا جاسکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور اُن کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دور باش۔ وہ دوشاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لیکر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دور باش ہے جو انسان کو اُس کے دربار سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جز۔ توفیقِ خداوندی جس کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جس کا ساتھ دیتی ہے وہ اِن خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیرِ شہ۔ شاہی تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دکھا کر کہیں ہر جگہ جاسکتا تھا۔ ذوالمنن۔ احسان والا اللہ تعالیٰ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر یعنی شاہی

جُرعہ بر ریختی زاں خُفیہ جام ¹ — بر زمینِ خاک مِن کاسِ الکِرام

تونے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے — خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جُست بر زلف و رُخ از جرعہ نشاں — خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں

گھونٹ کا نشان زلف اور رُخ پر تلاش کیا ہے — اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جُرعہ حُسن ست کاندر خاک گش — کہ بصد دل روز و شب می بوسیش

حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے — کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جُرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند — مر ترا تا صاف اُو خود چوں کند

مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے — تو تجھے اُس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر کسے پیشِ کلوخے جامہ چاک ² — کاں کلوخ از حُسن آمد جرعہ ناک

ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے — کیونکہ وہ ڈھیلا حُسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے

جُرعہ بر ماہ و خورشید و حمل — جرعہ بر عرش و کرسی و زُحل

ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر — ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زُحل پر

جُرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا — کز آسیبش فنا گردد بقا

تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہے یا کیمیا — کہ اُس کے اثر سے فنا، بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُو اے ذوفنوں — لَا یَمَسُّ ذَاكَ اِلَّا الطَّاهِرُوْن

اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے — اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جُرعہ بر لعل و بر زر و دُرر — جُرعہ بر خمر و بر نُقل و ثمر

ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر — ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جُرعہ بر رُوئے خوبانِ لطاف — تا چگونہ باشد آں رَاوقِ صاف

ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر — تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہوگا؟

چوں ³ ہمی مالی زباں را اندریں — چوں شوی چوں بینی آنرا بے زطیں

جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے — تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جرعہ صفا — زیں کلوخِ تن بمردن شد جُدا

چونکہ موت کے وقت وہ مُصفّیٰ گھونٹ — جسم کے اس ڈھیلے سے، مرنے پر جُدا ہوگیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں — کیں چنیں زشتے ددوچوں بُد قریں

جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے — کہ یہ ایسا بدنما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا؟

ل جرعہ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ مہربانوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصّہ ملتا ہے۔ صفت مظاہرِ قدرت میں حُسنِ ازلی کی تجلی نمودار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش۔ خوش۔ مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

۲ ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہو یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اُس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد۔ اس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے۔ ..... جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

۳ چوں۔ جبکہ اس مخلوط جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا۔ چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اُس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے، اور بہت جلد اُس کو دفن کر دیتا ہوا اور اُس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے۔

جانؔ چو بے ایں جیفہ بنماید جمال — کہ توانم گفت لطفِ آں وصال

جان، جب اِس مُردار کے بغیر حُسن دکھائیگی — اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا — شرح نتواں کرد زاں کار و کیا

چاند جب اِس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا — اِس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حبذا آں مطبخِ پُر نوش و قند — کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ وے اند

سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُر مطبخ ہے — کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حبذا آں خرمنِ صحرائے دیں — کہ بُوَد ہر خرمن آں را خوشہ چیں

وہ دین کے صحراء کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے — کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

حبذا دریائے عمرِ بے غمے — کہ بُوَد زو ہفت دریا شبنمے

بے غم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں — کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعہؔ چوں ریخت ساقیِ الست — بر سرِ ایں شورہ خاکِ زیردست

الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا — اِس نچلی بنجر زمین پر

جوشؔ کرد آں خاک و مازاں جوششیم — جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم

اُس خاک نے جوش مارا اور ہم اُسی جوش میں ہیں — (اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم — ور نبود ایں گفتنی نک تن زدم

اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں — اور اگر یہ اَن کہنی ہے تو میں چُپ ہوا

ایںؔ بیانِ بطِ حرصِ منثنی ست — از خلیلؔ آموز کاں بط کشتنی ست

یہ حرص کی اور دمی بط کا بیان ہے — خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست در بط غیر ایں بس خیر و شر — ترسم از فوتِ سخنہائے دگر

بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں — میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے سے خوف کرتا ہوں

صفتِ طاؤس و طبعِ او و سببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام او را

مور کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دو رنگ — کو کند جلوہ برائے نام و ننگ

اب ہم دو رُخے مور کے ذکر پر آ گئے — کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کرتا ہے

لہ جاں۔ صاف تجلی سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ ترجمہ۔ دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ حبذا۔ خاہانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب و غریب ہیں کہ بُود۔ مظاہرِ حسن خرمن کے خوشہ چین ہیں وہ خرمن قابلِ صد مبارکباد ہے۔ حبذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں زیردست۔ عاجز۔

ؔ جوش کرد۔ مظاہرِ قیمت والے جرعے سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر روا۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لیے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کر لیں۔

ؔ ایں۔ صوفیا کی اصطلاح میں بطخ سے مراد انسان کی صفت حرص ہے مولانا اس کا بیان کر رہے تھے درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کرتے ہیں۔۔ طاؤس۔ صوفیاء کی اصطلاح میں مور سے مُراد حُبِّ جاہ ہے۔ دو رنگ۔ محبّتِ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

همتِ[1] او صیدِ خلق از خیر و شر
اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہے

وز نتیجه و فائده آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے

دام را چه علم از مقصودِ کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام را چه ضر و چه نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟

زیں گرفتِ بیهده اش دارم شگفت
اُس کی اِس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا

با دو صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بوده ست از وقتِ وِلاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے

صید مردم کردنِ از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[2] شکار و انبهیِ باد و بود
اُس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے

دست در کُن هیچ یابی تار و پود
(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئیگا

بیشتر رفت ست و بیگاه است روز
دن بیشتر چلا گیا اور ناوقت ہو گیا

تو بجد در صیدِ خلقانے هنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر و ایں می هل ز دام
اُس ایک کو پکڑ اور اِس کو جال میں سے چھوڑ دے

ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می هل و می جو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر

اینت لعبِ کودکانِ بے خبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[3] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائیگی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے

دام بر تو جز صداع و قید نے
تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا

کہ شدی محبوس و محرومی ز کام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانه صاحبِ دامے بُوَد؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہوگا

همچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرے؟

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام
عوام کو پھانسنا سؤر کے شکار کی طرح ہے

رنج بیحد لقمه خوردن زو حرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

---

[1] همت او۔ حبِ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ طاؤس اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حبِ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کیلئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کرکے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[2] زاں۔ حبِ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیے کہ ان حرکات سے اُس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عمر کو برباد کرتا ہے۔ آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اُس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں۔

[3] شب شود۔ روزِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آجاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود موت کا شکار بن جاتا ہے۔ در زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کی بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سؤر کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اُس کا کھانا حرام ہو۔

آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس ۱ — لیک او کے گنجد اندر دامِ کس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے — لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ او شوی — دام بگذاری بدامِ او روی
ہاں تو آ اور اُس کا شکار بن جا — اپنا جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہوجا

عشق میگوید بگوشم پست پست — صید بودن خوشتر از صیادیست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے — شکاری بننے سے، شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرہ شو — آفتابی را رہا کُن ذرہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنالے اور فریفتہ بنجا — سورج بننے کو چھوڑ، ذرہ بن جا

بر درم ساکن شو و بیخانہ باش — دعویِ شمعی مکُن پروانہ باش
میرے دروازے پر پڑ جا، اور بے گھر بن جا — شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تا ۲ بہ بینی چاشنیِ زندگی — سلطنت بینی نہاں در بندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے — بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں — تختہ بندان را لقب گشتہ شہاں
دنیا میں اُلٹی نعل بندی دیکھے — پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہوگیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار — بر وے انبوہے کہ اینک تاجدار
گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے — اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافران بیرون حُلل — و اندرون قہرِ خدائے عز و جل
جس طرح کافروں کی قبر کا باہر قیمتی کپڑے ہیں — اور اندر خدائے عز و جل کا قہر ہے

چوں قبور آں را مجصص ۳ کردہ اند — پردۂ پندار پیش آوردہ اند
قبروں کی طرح اس پر بھی چونا کر دیا ہے — گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصص از ہنر — ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر
تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ — موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

در بیان آنکہ لطفِ حق را ہمہ کس دانند و قہر را نیز ہمہ کس دانند و ہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ او آویزانند اما

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

۱ آنکہ۔ اگر شکار کھیلنا ہو تو عشق کا شکار کر لیکن یاد رہے وہ شکار ہے جو ہر کس و ناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو۔ عشق کا شکار جب کر سکو گے کہ تم خود اُس کا شکار بنجاؤ گے۔ عشق۔ عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنالو اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ۔ بردرم۔ یہ عشق کا مقولہ ہے، خانماں برباد بن کر میرے در پر آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

۲ تا بہ بینی۔ جب یہ کیفیت ہوجائیگی تو حقیقی لذت حاصل ہوگی اور پھر انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر)

بس حقیر گدایانِ عشق را کو قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ‌اند

نعل بینی۔ یعنی دنیا کے بھرم اُلٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ انکو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں انکو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔ تاج دار۔ سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اُڑھا دی جاتی ہے۔ تاجدار، بادشاہ۔ حُلل۔ حُلہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔

۳ مجصص۔ چونے اور گچھ سے پتا ہوا۔ نخل موم۔ کھجور کا مومی درخت۔ در بیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص مہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو

[illegible]

حق تعالیٰ قہر ہا را در لطف پنہاں کردہ و لطفہا را در قہر پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہلِ تمیز و ینظر بنور اللہ از بے تمیزان و حالے بیناں و ظاہر بیناں جدا شوند کہ لیبلوکم ایکم احسن عملاً

لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کردیا ہے اور مہر کو قہر میں پوشیدہ کردیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں سے جدا ہوجائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو　چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تم نے حضرتِ حق کو کیسا دیکھا ہے، بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ قال[1]　باز گویم مختصر آں را مثال
اُس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کیلئے اُس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سوئے چپِ اُو آذرے[2]　سوئے دستِ راست جوئے کوثرے
میں نے اُس کی بائیں جانب آگ دیکھی (اور) دائیں جانب حوضِ کوثر دیکھی

سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے　سوئے دستِ راستش جوئے خوشے
اُس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے اُس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست　بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ نے اُس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے ایک گروہ اُس نہر کے لئے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژگونہ بود سخت　پیشِ پائے ہر شقی و نیک بخت
لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے ہر شقی اور نیک بخت کے لئے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر　از میانِ آب بر میکرد سر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا اُس نے پانی میں سے سر اُبھارا

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں　اُو در آتش یافت میشد در زماں
جو آگ کی طرف گیا وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آبِ زلال[3]　سر ز آتش بر زد از سوئے شمال
جو داھنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا اُس نے بائیں جانب آگ میں سے سر اُبھارا

---

[1] بہرِ قال۔ یعنی ذاتِ حق کی چگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ لذائذِ نفسانی آخرت میں بصورتِ مار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورتِ حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی یہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کرتا ہے اور اگر عبادت کی مشقتوں میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں وہ حوضِ کوثر حاصل کریگا۔

[3] زلال۔ نیر پانی۔

وانکہ شد سوئے شمالِ آتشیں — سر بروں میکرد از سوئے یمیںؔ[1]

جو آگ والی بائیں جانب گیا — وہ دائیں جانب سے سر ابھارتا ہے

کم کسے بر سرِ ایں مضمر زدے — لاجرم کم کس دراں آذر شدے

اِس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے — لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اُس آگ میں گئے

جز کسے کہ بر سرش اقبال ریخت — کو رہا کرد آب و در آتشش گریخت

سوائے اُس شخص کے جس کے سر پر اقبالمندی نازل ہوئی — کہ اُس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق — لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق

لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے — لامحالہ اِس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جوق جوق وصف وصف از حرص و شتاب — محترز ز آتش گریزاں سوئے آب

گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کیوجہ سے — آگ سے بچنے والے ہیں پانی کیطرف دوڑنے والے ہیں

لاجرم ز آتش بر آوردند سر — اعتبار الاعتبار اے بے خبر

لامحالہ اُنھوں نے آگ میں سے سر ابھارا — اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول — من نیم آتش منم چشمہ قبول

آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو! — میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندیؔ[2] کردہ اند اے بے نظر — در من آ و ہیچ مندیش از شرر

اے اندھے! اُنھوں نے نظر بندی کر دی ہے — مجھ میں آجا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست — جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے — سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حق اگر فرزانۂ — آتش آبِ تست و تو پروانۂ

اگر تو اللہ کے خلیلؑ کی طرح عقلمند ہے — آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے — کاے دریغا صد ہزارم پر بُدے

پروانہ کی جان پکارتی ہے — کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تا ہمی سوزید ز آتش بے اماں — کوری چشم و دلِ نامحرماں

تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے — نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے سبب سے

بر من آرد رحم جاہل از خری — من برو رحم آرم از دانشوری

ناداں کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے — میں عقلمندی کی وجہ سے اُس پر ترس کھاتا ہوں

---

[1] یمین - داہنا۔ مضمر - پوشیدہ - ذوقِ نقد یعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔ مغبون - ٹوٹے میں مبتلا۔

[2] چشم بندی - نظر بندی۔ آتش نمرود - نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ کے لئے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ ندے - آواز۔ خری - گدھا پن۔

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے

کارِ پروانہ[1] بعکسِ کارِ ماست
پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

اُو بہ بیند نور و در نارے رَوَد
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے

دل بہ بیند نار و در نورے شود
دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل
ربِّ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے

تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل
تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے؟

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے

واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے صحنِ برنجی را بہ فن
جادوگر جادوؤں کے طباق کو فن کے ذریعہ

می کند کرمش میانِ انجمن
انجمن میں اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را اُو پُر ز کژدُمہا نمود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے

از دمِ سحر و خود آں کژدم نبود
جادو کے اثر سے حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے

چوں بود دستانِ جادو آفریں
تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟

لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ

اندر افتادند چوں زن زیر پہن[2]
عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحرِ یزداں مرد و زن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن

رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رَسَن
پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنویں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے

اندر افتادند چوں صعوہ بدام
ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہین بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ

سر نگونی مکرہائے[3] کالجبال
(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو

من نیم فرعون کایم سوئے نیل
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کیجانب آؤں

سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ
میں خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ کیطرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں ماء معیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے

واں دگر از مکر آب آتشیں
اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

[1] کارِ پروانہ۔ پروانہ نار کو نور سمجھ کر اُس میں گرتا ہے مومن نار کو نار سمجھ کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔ ساحر کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر جادوؤں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے۔ صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ جاہ چاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں ممولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآنِ پاک میں ہے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ یعنی خدا نے اُنکے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اُس سے پہاڑ ہل جائیں۔ من نیم۔ یہ نیم کا مقولہ ہے یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل اللہ آگ کو باغ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرۂ عقلت بہ از صوم و نماز

اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عرض — ایں دو در تکمیلِ آں شد مفترض

کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں

تا جلا باشد مر آں آئینہ را — کہ صفا آید ز طاعت سینہ را

تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ از بُن فاسد ست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست

لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے

واگزیں آئینہ کو واکیس است — اندکے صیقل گری اُو را بس ست

وہ آئینہ نے جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول در اصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے

در اصل عقولِ جُزوی برابر اند ایں افزونی و تفاوت از

ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور

تعلیم ست و ریاضت و تجربہ

ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں

عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصِ آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب

ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے تارے سے کم ہے

ہست عقلے چوں چراغِ سر خوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے

ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے

زانکہ ابر از پیشِ اُو چوں وا جہد — نورِ یزداں بیں خردہا بر دہد

کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے

عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُو مُشک ست و عقلِ خلق بو

مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُنکی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُنکی خوشبو ہے

لہ پس۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز۔ رفتار۔ زانکہ۔ عبادات عقل شرعی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی احتیاط سے عقل دل میں ہے۔

لہ واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے مریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اُٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

لہ قرص۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے۔ زانکہ۔ عقل کل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسویٰ اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کردیتی ہے۔ عقلہائے۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیضیاب ہیں۔

عقلِ[1] کلّ و نفسِ کُل مردِ خداست
مردِ خدا، عقلِ کل اور نفسِ کل ہے

عرش و کُرسی را مداں کز وے جُداست
یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اُس سے جُدا ہے

مَظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات خدا کا مَظہر ہے

زُو بجو حق را و از دیگر مجُو
اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ

عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد
جزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے

کامِ دنیا مَرد را بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں ز صیدی حُسنِ صیّادے بدید
اُس نے شکار بن سے شکاری کا حُسن دیکھا

وِیں ز صیّادی غمِ صیدی کشید
اِس نے شکاری بن سے شکار بن جانیکا غم حاصل کیا

آں ز خدمت نازِ مخدومی بیافت
اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونیکا ناز حاصل کر لیا

وِیں ز مخدومی ز راہِ عِز بتافت
اِس نے مخدوم بنکر عزت کے راستہ سے مُنہ موڑ لیا

آں ز فرعونی اسیرِ آب شُد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا

وز اسیری سبط از ارباب شُد
اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا

لعبِ[2] معکوس ست و فرزیں بند سخت
اُلٹا کھیل اور سخت فرزیں بند (چال) ہے

حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت
تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے

بر خیال و حیلہ کم تَن تار را
خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن

کہ غنی رہ کم دہد مکّار را
(اللہ) بے نیاز مکّار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر[3] کُن در راہِ نیکو خدمتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر

تا نبوّت یابی اندر اُمّتے
تاکہ تو اُمّت میں (رہ کر) نبوّت (کا رتبہ) پالے

مکر کُن تا وا رہی از مکرِ خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے

مکر کُن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا کمتریں بندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے

در کمی اُفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا

رُوبہی و خدمت اے گرگِ کُہن
اے پُرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت

ہیچ بر قصدِ خداوندی مکُن
آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

انسان کو اپنی تمام تدبیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیئے۔ کمترین بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئیگی۔ رُوبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

---

[1] عقلِ کل۔ عقلِ کل حقیقتِ کلی روحی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ زو بجو۔ انسانِ کامل جو مظہرِ عقلِ کل و نفسِ کل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آں یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حُسن سیکھ لیا یعنی وہ اَخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسروں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آں عقلِ کامل خادم بنکر مخدوم بنی عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ ز فرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسندی کی تو دریا میں غرق ہو گیا سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[2] لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[3] مکر کن۔ انسان خدمتگذاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاء کے اخلاق سے متصف ہو جائیگا اور اُمتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیا کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کن۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا

کیسۂ زر بر مدوز و پاک باز
سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زور را بگذار و زاری را بگیر[1]
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر
اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہو

گر کنی زاری بیابی رحمِ او
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کریگا

رحمِ او در زاریِ خود باز جو
اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مضطر کہ تشنہ معنوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے

زاریِ سرد و دروغ آنِ غوی ست
جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اخوانِ یوسف حیلت ست
یوسفؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے

کاندروں شاں پر ز رشک و علت ست
اُن کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایت[3] آں اعرابی کہ سگِ او از گرسنگی می مرد و انبانِ

اُس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں

او پُر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست

سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا

و طپانچہ بر سر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان

تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اسکو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دہد و سوال کردنِ شخص از و و جواب شنیدن از و

تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سُننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب رو رہا تھا

اشک می بارید و میگفت اے کرب[4]
آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت

ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟

زیں سپس من چوں تو انم بے تو زیست
اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست
ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟

نوحہ و زاریِ تو از بہرِ کیست
تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے

گفت در مِلکم سگے بُد نیک خُو
اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا

نک ہمی میرد میانِ راہ او
وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

[1] زور۔ اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالےٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری حقیقی عاجزی ہو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

[2] گریہ۔ برادرانِ یوسفؑ بھی مصنوعی رونا رو رہے تھے ایسی گریہ وزاری بیکار ہے

حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

[4] کرب۔ مصائب۔ بے قرار۔ یعنی کتے سے کہتا تھا گفت۔ بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز صیادم بُد و شب پاسباں [۱]
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا

شیرِ نر بود اُو نہ سگ اے پہلواں
اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا

تیز چشم و دُزدراں و صید گیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانیوالا، شکار کو پکڑنیوالا تھا

می دویدے در پئے صید اُو چو تیر
وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا

دُزد راں نزدیکِ من نگذاشتے
چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد و تُند و خصم راں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانیوالا تھا

نیک خو و با وفا و مہرباں
نیک طبیعت اور با وفا اور مہربان تھا

گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است
اس نے کہا اس کو کیا مرض ہوا ہے زخم لگا ہے؟

گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اس نے کہا جوع الکلب نے اسکو بدحال کر دیا ہے

گفت صبرے کُن بریں رنج و حرض [۲]
اس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر

صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اللہ کی مہربانی صبر کرنیوالوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر
اس کے بعد اس نے کہا اے آزاد سردار!

چیست اندر پشت ایں انبانِ پُر
کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نان و زاد و لوتِ دوشِ من
اس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے

می کشم از بہرِ قوتِ ایں بدن
اس جسم کی خوراک کے لئے اٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد
اس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے؟

گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست ناید بے درم در راہ ناں [۳]
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے

لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت بر سر اے پُر بادِ مشک
اس نے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک

کہ لبِ ناں پیش تو بہتر ز اشک
کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خون است و بغم آبے شدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے

می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہے

کُل خود را خوار کرد اُو چوں بلیس
اس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا

پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس کل کا جزو ذلیس کے علاوہ کیا ہوگا؟

[۱] روز۔ یعنی دن میں میرے لئے شکار کر کے لاتا تھا رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کرلیتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

[۲] گفت۔ اس شخص نے بدو سے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کا اچھا بدلہ دے دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

[۳] دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملے گی آنسو مفت کے ہیں ان کو کتے کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ رنج میں خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے ہی ہے۔ کل خود۔ اس بدو نے اپنے کو ذلیل کیا لہٰذا اس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں

من غلامِ آنکہ نفروشد وجود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے

جُز بداں سُلطانِ با افضالِ جُود
(کسی کو، مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے

چوں بنالد چرخ یاربّ خواں شود
جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں

کہ بغیرِ کیمیا نارد شکست
جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دستِ اشکستہ برآور در دُعا
دعا میں عاجز ہاتھ اُٹھا

سُوئے اشکستہ پرد فضلِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجزی کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ[۲]
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے

اے برادر رَو برآذر بے درنگ
اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر چل پڑ

مکرِ حق رابین و مکرِ خود بہل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے

اے زمکر شش مکرِ مکاراں خجل
اُس کی تدبیر سے مکّاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رَب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی

برکشائی یک کمینے بوالعجب
تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کرے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے

تا ابد اندر عروج و ارتقاء
ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعئے بکُن
اِس گھات کے لئے کوشش کر

تا بری بُوئے ز علمِ مِن لَدُن
تاکہ تجھے علمِ لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گر تو[۳] احوالِ عروجِ خویش را
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو

نیک دانی نیک باشد مر ترا
اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہوگا

دربیانِ آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشمِ پسندِ خویشتن مگر کہ چشمِ او مبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ

اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ واز خویشتن او بیخویش شدہ باشد
وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

[۱] آنکہ یعنی مرشدِ کامل ..... حق غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو لیبا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خدا دوڑ کر آتا ہے۔

[۲] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ چونکہ جب انسان اپنی تدبیر کو خدا کی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اُس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[۳] گر تو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اُسکے حصول کیلئے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ در بیان۔ انسان کی خود بینی انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِ طاؤست مبین و پائے بیں — تاکہ سوءُ العین نکشاید کمیں
اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ — تاکہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں — یُزْلِقُوْنَکَ از نُبے برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے — وہ تجھے پھسلا دینگے، قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر — درمیانِ راہ بے گِل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے — ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

در عجب درماند کایں لغزش ز چیست — من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی — میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسی خاص، حالت خالی ہو

تا بیامد آیت و آگاہ کرد — کاں ز چشمِ بد رسیدت وز نبرد
یہانتک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا — کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو در دم لا شدے — صیدِ چشم و سخرۂ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا — نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر باز داں — اِنْ یَّکَادُ از چشمِ بد نیکو بخواں
بالآخر نظرِ بد کے معنیٰ سمجھ لے — نظرِ بد کے سلسلہ میں اِنْ یَّکَادُ پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں — وین کہ لغزیدی بُد از بہرِ نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آ پہنچی — یہ جو آپ پھسلے، پہچان کیلئے تھا

عبرتے گیر اندراں کہ کُن نگاہ — برگِ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کر لے اِس پہاڑ کو دیکھ — اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیرِ آیت وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ
اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ اُنھوں نے ذکر سُنا اور
وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر" آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں — میزنند از چشمِ بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسولؐ! اِس وادی میں ایسے لوگ ہیں — جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرشاں کلۂ شیرِ عریں — وا شگافد تا کُند آں شیر انیں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی — پھٹ جاتی ہے یہانتک کہ وہ شیر روتا ہے

لہ پرِ طاؤست۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیئے ورنہ اُس کی نیکیوں کو نظرِ بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظرِ بد کی بہت بُری اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک قرآن پاک میں ہے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ اور قریب ہے کہ وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گِل۔ نہ راستہ میں کیچڑ تھی نہ بارش۔ در عجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

لہ تا بیامد۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحیِ خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بُدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظرِ بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنیِ چشمِ بد۔ اِس آیت کو پڑھ کر نظرِ بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا اُن پر اِس کا اثر محض اِس کی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا تھا۔

لہ عبرتے۔ آنحضورؐ کے اِس واقعہ سے عبرت حاصل کرو جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہ پر اسکا یہ اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ صحابہؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اِس وادی کے لوگ بلند پرواز گِدھ کو بھی اپنی بدنظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ اِن کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے

[1] بر شتر چشم افگند ہمچوں حِمام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے
وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ برو از پیہ ایں اُشتر بخر
(کہتا ہے) کہ جا اُس اونٹ کی چربی خرید لا
بیند اشتر را سقط اُو راہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مُردہ دیکھتا ہے

سَر بُریدہ از مرض آں اُشترے
مرض کی وجہ سے اُس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو
کو بتگ با اسپ میکردے مرے
جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وز چشمِ بد بے ہیچ شک
بے شبہ حسد اور نظرِ بد سے
سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کو اُلٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے
لیک در گردش بُود آب اصلِ کار
لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

[2] چشمِ نیکو شد دوائے چشمِ بد
نظرِ بد کی دوا اچھی نظر ہے
چشمِ بد را لا کند زیرِ لگد
جو نظرِ بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہو

سبق رحمت راست و ایں از رحمت است
رحمت کو سبقت حاصل ہو اور یہ (خدا کی) رحمت سے ہے
چشمِ بد محصولِ قہر و لعنت است
نظرِ بد، قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش بر نقمتش غالب شود
اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب آ جاتی ہو
چیرہ زاں شد ہر نبی بر خصمِ خود
اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

[3] کو نتیجہ رحمت ست و ضدِ او
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی ضد
از نتیجہ قہر بود آں زشت رو
بدصورت قہر کا نتیجہ ہے

حرصِ بط یکتاست و ایں پنجاہ تاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گُنا ہے
حرصِ شہوت مار و منصب اژدہاست
شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

حرصِ بط از شہوتِ حلق ست و فرج
بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے
در ریاست بیست چنداں ست درج
حُبِّ جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے
طامعِ شرکت کجا باشد معاف
شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟

زلّتِ آدم ز اِشکم بُود و باہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی
وآنِ ابلیس از تکبّر بُود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

[1] بر شتر۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آ جاتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لئے روانہ کر دیتے ہیں۔ کز حسد۔ حسد اور نظرِ بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہاں۔ چشمِ بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشمِ بد سے متعلق ہے لیکن اصل سبب تقدیرِ الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

[2] چشمِ نیکو۔ چشمِ بد کی اُس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت۔ نظرِ بد کی تاثیر قہرِ الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمتِ الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

[3] کو نتیجہ۔ نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرصِ بط۔ حُبِّ جاہ کی بیماری شہوتِ بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ از الوہیت۔ حُبِّ جاہ میں الوہیت میں شرکت کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلّت۔ حضرت آدمؑ کی لغزش شہوتِ بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حُبِّ جاہ کی وجہ سے تھی۔

لاجرم[1] اُو زود استغفار کرد
لامحالہ انھوں نے جلد توبہ کر لی

واں لعیں از توبہ اِستکبار کرد
اور اُس ملعون نے توبہ سے تکبّر کیا

حرصِ حلق و فرج ہم خود بَد رگیست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے

لیک منصب نیست آں اِشکستگی ست
لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر

باز گویم دفترے باید دگر
میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیے

اَسپِ سرکش را عرب شیطانش خواند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے

نے سُتورے را کہ در مرعیٰ بماند
نہ کہ اُس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[2] گردن کشی بُد در لغت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے

مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں

دُو ریاست جُو نگنجد در جہاں
دُو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بُود بر پُشتِ خاک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ رُوئے زمین پر رہے

تا مُلک بکُشد پدر را از اشتراک
شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کرتا ہو

آں[3] شنیدستی کہ اَلمُلکُ عقیم
تو نے یہ سُنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے

قطعِ خویشی کرد مُلکت جُوز بیم
سلطنت کے طلبگار نے خوف کے اپنائیت کو ختم کر دیا ہو

کہ عقیم است و ورا فرزند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اُسکے اولاد نہیں ہے

ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
آگ کی طرح اُس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد اُو بسوزد بَر دَرَد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے

چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تو از دندانِ اُو
ناچیز بن جا اُس کے دانتوں سے نجات پا جا

رحم کم جُو از دلِ سندانِ اُو
اُس کے اَہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ از سنداں مترس
جب تو ناچیز بن گیا اَہرن سے نہ ڈر

ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر لے

---

[1] لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معیت میں مبتلا رہا۔ حرصِ حلق۔ کھانے اور شرمگاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حُبِ جاہ کی مذمت کے لئے دفتر درکار ہے۔ اسپ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور بلندی کی جاہ ہے اس کو شیطان کہا جاتا ہے گدھے بجز میں شہوت بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

[2] شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لئے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

[3] آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔۔۔۔ بادشاہوں کے تکبر اور حب جاہ کی مثال آگ کی سی ہے ہر چہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حب جاہ کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اَہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

ہستؔ الوہیت ردائے ذوالجلال — **ہر کہ در پوشد بر او گردد وبال**

الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے — جو اوڑھتا ہے وہ اُس کے لئے وبال بنجاتی ہو

تاج از آنِ اُوست وآنِ ما کمر — **وائے اُو کز حدِ خود دارد گذر**

تاج اُس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہو — اُس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تُست ایں پرِ طاؤسیت — **کاشتراکت باید و قدوسیت**

تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے — کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پرِ زیبائے خود را بر می کند

اُس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے

بمنقار و می انداخت وتنِ خود را کَل ؔ و زِشت میکرد از تعجب

اُکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اُس نے

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیشِ ما

تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے' اُس نے کہا ہو رہا ہے

جان از پر عزیز تر است و ایں پر عدوِ جانِ من ست از یں

لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ

جہت بر می کنم

سے میں اُکھاڑ رہا ہوں

پرّ خود می کند طاؤسے بدشتؔ — **یک حکیمے رفتہ بُود آنجا بگشت**

ایک مور جنگل میں اپنے پر اُکھاڑ رہا تھا — ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پرّ سنی — **بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی**

اُس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر — تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اُکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدہد تا ایں حُلل — **برکنی و اندازیش اندر وحل**

خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس — تو اُکھاڑتا ہے اور اُس کو کیچڑ میں پھینکدیتا ہے

ہرؔ پرت را از عزیزی و پسند — **حافظاں درطیِ مُصحف می نہند**

گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو — حُفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہرِ تحریکِ ہوائے سُود مند — **از پرِ تو بادبیزن می کُنند**

مفید ہوا کو چلانے کے لئے — تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

ؔ1 ہست کبریائی اور الوہیت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اُس کو اوڑھے گا اُس کے لئے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لئے خدمتگذاری کی پیٹی ہے۔ فتنہ۔ بردِ غرور جو پرِ طاؤس ہے یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

ؔ2 کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ سنی۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ وحل۔ کیچڑ۔

ؔ3 ہر پرت۔ اُس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص اُن کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہر تحریک۔ ہوا جھلنے کے لئے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

لہ آنچہ ناشکری وچہ بیباکی ست — تو نمی دانی کہ نقاشش کیست

یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے — تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمی دانی و نازے میکنی — قاصداً قطعِ طرازی میکنی

یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے — جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گرد داں گناہ — افگند مر بندہ را از چشمِ شاہ

بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں — غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

ٹہ ناز کردن خوشتر آید از شکر — لیک کم خایش کہ دارد صد خطر

ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے — لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز — ترکِ نازش گیر و با آں رہ بساز

عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے — ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا نازا وری زد پر وبال — آخر الامر آں براں کس شد وبال

بہت سی ناز آوریوں نے پر و بال نکالے — بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دمے بفرازدت — بیم و ترسِ مضمرش بگدازدت

ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے — اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے گھلاتا ہے

ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند — صدر را چوں بدر انور میکند

یہ نیاز اگرچہ تجھے دُبلا کرتا ہے — سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مُردہ زندہ بیروں میکشد — ہر کہ مُردہ گشت او دارد رشد

چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے — جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

سہ چوں ز زندہ مُردہ بیروں میکند — نفسِ زندہ سوئے مرگے می تند

جبکہ وہ زندہ سے مُردہ پیدا کرتا ہے — زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مُردہ شو تا مُخرِجُ الحَیِّ الصَّمَدُ — زندہ زیں مُردہ بیروں آورد

مُردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنے والا بے نیاز — زندہ کو، اس مُردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار — لیل گردی بینی ایلاجِ نہار

تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا — رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھے گا۔

لہ آنچہ۔ مور سے کہا تیرا پر اکھاڑنا تیری بے باکی ہے تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پَروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اِس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

ٹہ ناز کردن۔ انسان کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اس میں خطرات بہت ہیں بے خطر راستہ نیازمندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اے بسا۔ ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال بن جاتا ہے۔ خوبی۔ ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اس میں چھپا ہوا خوف انسان کو گھلاتا ہے۔ ویں نیاز۔ نیازمندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرتِ حق کی صفت ہے کہ وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

سہ چوں ز زندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مُردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مُردہ ہو جائیگا۔ مُردہ شو۔ تو فانی بن جا پھر

برمکن(۱) آں پر کہ نہ پذیرد رفو ‏ ‏ ‏ روی مخراش از عزا اے خوبرو
پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکیگا ‏ ‏ ‏ اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں روی کہ چوں شمس ضحیٰ ست ‏ ‏ ‏ آنچناں رخ را خراشیدن خطاست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے ‏ ‏ ‏ ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخم ناخن بر چناں رخ کافریست ‏ ‏ ‏ کہ رخ مہ در فراق او گریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے ‏ ‏ ‏ جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رو رہا ہے

یا نمی بینی تو روی خویش را ‏ ‏ ‏ ترک کن خوئے لجاج اندیش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے ‏ ‏ ‏ جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

در بیان آنکہ صفا و سادگی نفس مطمئنہ از فکرتہا مشوش میشود چنانچہ بر روی آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی داغے ونقصانے بماند

اس کا بیان کہ افکار سے نفس مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے جیساکہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

روی(۲) نفس مطمئنہ در جسد ‏ ‏ ‏ زخم ناخنہائے فکرت می کشد
جسم میں نفس مطمئنہ کا چہرہ ‏ ‏ ‏ فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

فکرت بد ناخن پر زہر داں ‏ ‏ ‏ میخراشد در تعمق روی جاں
برے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ ‏ ‏ ‏ غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کر دیتا ہے

تاکشاید عقدۂ اشکال را ‏ ‏ ‏ در حدث کردہ ست زریں بال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے ‏ ‏ ‏ اس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

عقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی ‏ ‏ ‏ عقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی ‏ ‏ ‏ (یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

در(۳) کشاد عقدہا گشتی تو پیر ‏ ‏ ‏ عقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
تو گرہوں کو کھولنے (میں) بوڑھا ہو گیا ‏ ‏ ‏ فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں

عقدۂ کاں بر گلوئے ماست سخت ‏ ‏ ‏ کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے ‏ ‏ ‏ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت

۱؎ برمکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقولہ ہے جو اس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ دربیان۔ افکار کی وجہ سے نفس مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اسکو صاف بھی کر دو لامحالہ اس پر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

۲؎ روی نفس۔ نفس مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً برے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تاکشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زریں پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اس کی پرواز میں کمی آ جاتی ہے۔ عقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لا حاصل ہو۔

۳؎ در کشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا فرض کرے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ ہمارے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو ہمارے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اسکو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیئی یا سعید — آں بود بہتر ز فکرِ ہر عنید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت — ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِ[1] ایں اشکال کن گر آدمی — خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تو آدمی ہے اِس اشکال کو حل کرلے — اگر تجھ میں دم ہے تو اِس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر — حدِ خود را داں کہ نبود زیں گزیر
فرض کرلے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگئی — اپنی حقیقت جان لے کہ اسکے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز — تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی اِس تعریف سے گریز کر — اے خاک چھاننے والے، تاکہ تو اُس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت

عمر[2] در محمول و در موضوع رفت — بے بصیرت عمر در مسموع رفت (لامعلوم ہے)
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گذر گئی — سُنی سُنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہوگئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر — باطل آمد در نتیجہ خود نگر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو — باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کرلے

جز بمصنوعے ندیدی صانعی — بر قیاسِ اقترانی قانعی
تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا — تو اقترانی قیاس پر صابر ہوگیا

می فزاید در وسائط فلسفی — از دلائل باز بر عکسش صفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے — دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اُسکے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب — از پئے مدلول سر بردہ بجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے — مدلول کے لئے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر[3] دخاں اُو را دلیلِ آتش است — بے دخاں ما را در آں آتش خوش است
اگر اُس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے — اِس معاملہ میں بغیر دھوئیں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قرب و ولا — از دخاں نزدیک تر آمد بما
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے — ہم سے دھوئیں سے زیادہ قریب آگئی ہے

پس سیہ کاری بود رفتن ز خواں — بہرِ تخییلات جاں سوئے دخاں
دسترخوان سے چل دینا، بدکاری ہے — دھوئیں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

سے ہٹ کر دلائل سے اُس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

[1] حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اِس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اُس نے خدا کو جان لیا۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے

[2] عمر۔ علماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے جس دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کرلے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاسِ اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔ می فزاید۔ فلسفی غیبی امور کو سمجھنے کے لئے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اِس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[3] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے موثر کو سمجھتا ہے یعنی دھوئیں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے خاصہ۔ عارفوں کے لئے قرب اور عشق کی آگ دھوئیں کی نزدیک تر ہے۔ پس۔ مشاہدہ

در بیانِ قولِ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پَر را و دل بر کَن ازو ‏— زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اکھاڑ، ان سے دل ہٹالے — کیونکہ اِس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبود جہاد آمد محال — شہوت ار نبود نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے — اگر شہوت نہ ہو، تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر نبود چوں نباشد میلِ تو[2] — خصم چوں نبود چہ حاجت خیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا — جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکن خود را خصی رہباں مشو — زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر، راہب نہ بن — کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود — غازیی بر مُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اُس سے روکنا ممکن نہیں ہے — اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جاسکتا

اَنْفِقُوا گفتست پس کسبے بکُن — زانکہ نبود خرج بے دخلِ کہن

"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر — کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوا را مطلق او — تو بخواں کہ اِکْسِبُوا ثُمَّ اَنْفِقُوا

اگرچہ اُنہوں نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے — تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں[3] چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوا — رغبتے باید کزاں تابی تو رُو

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو" — تو رغبت درکار ہے، تاکہ تو اُس سے منہ موڑے

پس کُلُوا از بہرِ دامِ شہوت ست — بعد ازاں لَا تُسْرِفُوا آں عفت ست

تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لئے ہے — اسکے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کیلئے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبود لدیہ — نیست ممکن بود محمولٌ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اُس کے پاس — مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبود مر ترا — شرط نبود پس فرو ناید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے — تو شرط نہ پائی گئی، لہٰذا جزاء موجود نہ ہوگی

---

[1] در بیان معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اُس سے بچنا کمال ہے۔ نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کر کے معصیت سے بچنا۔ اسی لئے آنحضور ؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ راہب معصیت کے اسباب اور اسکی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ برمکن پر کو نصیحت ہے کہ پر نہ اکھاڑ یعنی شہوت اور حبِ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کے کوئی معنیٰ نہیں رہیں۔

[2] صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اس سے صبر کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکالدیتے تھے تاکہ زنا نہ کرسکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنیٰ نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف خرچ کرو آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو۔

[3] ہمچناں۔ اسیطرح صبر کرو کے حکم کی تعمیل جب ہی ہو کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوا۔ تم کھاؤ یہ حکم شہوت کا جال ہے اور لَا تُسْرِفُوا فضول خرچی نہ کرو عفت ہے۔ اب اگر کُلُوا ممکن نہ ہو تو لَا تُسْرِفُوا کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ چونکہ۔ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہے۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہے تو اسکی...

لے حبذا آں شرط و شادا آں جزا — آں جزائے دلنواز جانفزا

وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے — وہ دل نواز، جانفزا جزا

دربیانِ آنکہ ثوابِ عملِ عاشق از حق ہم حقست وبس جل جلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہٗ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست — دستِ مزد و اجرتِ خدمت ہم اوست

عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے — مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیرِ معشوق ار تماشائی بود — عشق نبود ہرزہ سودائی بود

وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے — عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور سودائی ہے

لے عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہوگیا — جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند — درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند

اُس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلادی — غور کرلے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟!

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشقِ شرکت سوز زفت

"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا — اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ

خود ہم او بود اولین و آخریں — شرک جز از دیدۂ احول مبیں

صرف وہی اولین اور آخرین ہوگا — تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

لے اے عجب حُسنے بود جز عکسِ آں — نیست تن را جنبشے از غیرِ جاں

تعجب ہے، کوئی حسن اُسکے عکس کے سوا ہو — جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہو

آں تنے را کہ بود در جاں خلل — خوش نباشد گر بگیری در عسل

جس جسم کی روح میں نقصان ہو — وہ اچھا نہ ہوگا، خواہ تو اُس کو شہد میں ڈالدے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود — از کفِ ایں جانِ جاں جامے ربود

یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو — اِس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اُنے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمِ او ندید ست آں رخاں — پیشِ او جانست ایں تفِ دخاں

جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے — اُسکے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش جان ہے

حُسن کو عکسِ خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روحِ انسانی زندہ ہوگی - فائدہ - جو روحِ انسانی سے ناواقف ہوگا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

لے حبذا - صبر کی تکلیف جو تو اُس کا بدلہ بھی ہوگا تو دونوں قابلِ مبارکباد ہیں۔ دربیان - چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں - عاشقوں کا رنج اور خوشی مزدوری اور اُس کی اُجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیرِ معشوق - اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اُس کا عشق عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

لے عشق - جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اُس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغِ لا - کلمہ میں "لا" کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اُس نے غیر کی نفی کردی ہے۔ "الا اللہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس کے لئے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود - بھینگی آنکھ ایک دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

لے اے عجب - جہاں کہیں بھی حُسن کی جھلک ہے وہ اُسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے - جو لوگ فطرتاً بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے - ہر چیز کے

چوں ندیدِ اُو عمرؓ عبدالعزیزؒ — پیشِ اُو عادل بود حجاج نیز
جس نے (حضرت) عمر (ابن) عبدالعزیزؒ کو نہ دیکھا ہو — اُس کے نزدیک حجاج ابنِ یوسف بھی عادل ہوگا

چوں ندید اُو مارِ موسیٰؑ را ثبات — در حبال السحر پندارد حیات
جب اُس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹھکانا نہیں دیکھا — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مرغ کو ناخوردہ آبِ زلال — اندر آبِ شور دارد پر و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہو

جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہو نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدم آمدہ است — تا بدانی قدرِ اقلیمِ اَلَست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو اَلَسْتُ کے جہان کی قدر جان لے

چوں ازیں جا وارہی آنجا روی — در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائیگا وہاں چلا جائیگا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہوگا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بُودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم ز گلزار بے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے دریغا پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بدے اندر وحل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آجاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دَربیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَّمُوْتُ اِلَّا وَتَمَنّٰی اَنْ یَّمُوْتَ قَبْلَ

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ اِنْ کَانَ بَرًّا لِّیَکُوْنَ اِلٰی وُصُوْلِ الْبِرِّ اَعْجَلَ وَاِنْ کَانَ

مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے

فَاجِرًا لِّیَقِلَّ فُجُوْرُہٗ

تو اس لئے کہ اُس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزول
اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

لہ عمرؓ۔ ابن عبدالعزیزؒ اموی خلیفہ تھے۔ جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی عبدالملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم و ستم مشہور ہے جس نے ہزارہا بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ چوں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

لہ مرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے جو۔ مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔" لاجرم۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیمِ اَلَسْت۔ عالمِ آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکرگزار ہوگا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

لہ اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گزرا اُس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مرجانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہیگا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہیگا کاش

نبوَد اُورا حسرتِ نقلان و موت
اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا
لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت
لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی

ہر کہ میرد[1] خود تمنا باشدش
جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے
کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش
کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہونا اِس سے پہلے ہوجاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے
اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی
ور تقی تا خانہ زُوتر آمدے
اور متقی تھا تو گھر جلدی آجاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام
وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا
دمبدم من پردہ می افزودہ ام
میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُوتر مرا معبر بُدے
اگر اِس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا
ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے
میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

از حریصی[2] کم دراں رُوئے قنوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی بنا
وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع
اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی کر
وز بلیسی چہرہ خوبِ سجود
اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکَن آں پرِ خلد آرائے را
جنّت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ
بر مکَن آں پرِ رہ پیمائے را
راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

چوں شنید[3] ایں پند رُوئے و بنگریست
جب اُس نے یہ نصیحت سُنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا
بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست
اُسکے بعد نوحہ شروع کردیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و درد مند
نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا
ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند
وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ می پرسید پر کندن چیست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟
بیجوابے شد پشیماں می گریست
بغیر جواب (دئے) شرمندہ ہوگیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسیدمش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا!
او ز غم پُر بود شورانیدمش
وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اُسکو جوش دلادیا

می چکید از چشمِ تر بر خاک آب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے
اندراں ہر قطرہ مُدرج صد جواب
ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

---

[1] ہر کہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لئے یہ خواہش ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنّت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لئے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اُسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ گر۔ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پر نوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ دراں۔ دریدن یعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں مولانا نے انسانی اُن صفات کو ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔ خلد آرای۔ جنّت کو آراستہ کرنیوالا۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُوئی۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اِس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنیوالا شرمندہ ہوگیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اِس سوال کا جواب تھا۔ مدرج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک — خاکِ گِل می شد ز اشکِ سہمناک
اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے — خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] با صدق بر جانہا زَنَد — تا کہ چرخ و عرش را گریاں کُنَد
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے — حتٰی کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بُوَد — دیوِ دوں بر گریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے — کمینہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ — آں ندارد چربیِ ماننِد دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے — اُس میں چھاچھ کی طرح چکنائی نہیں ہوتی ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند — در حجاب از نورِ عرشی میزیند
عقل اور دل بلا شبہ عرشی ہیں — در پردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

دربیان آنکہ عقل و روح در آب و گِل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در چاہِ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنوئیں میں

ہمچو[2] ہاروت و چو ماروت آں دو پاک — بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح — اِس جگہ خوفناک کنوئیں میں بند ہیں

عالمِ سِفلی و شہوانی درند — اندریں چہ گشتہ اند از جرم بند
وہ عالمِ سِفلی اور شہوانی میں ہیں — جرم کی وجہ سے اِس کنوئیں میں بند ہو گئے ہیں

سحر و ضدِ سحر را بے اختیار — زیں دو آموزند نیکان و شرار
جادو اور اُس کا توڑ بغیر اختیار کے — نیک اور بد اِن دونوں سے سیکھتے ہیں

لیک اوّل پند بدہندش کہ ہیں — سحر را از ما میاموز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار! — جادو ہم سے نہ سیکھ، نہ حاصل کر

ما بیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں — از برائے اِبتلا و اِمتحاں
اے فلاں: ہم یہ جادو سکھاتے ہیں — اِبتلاء اور آزمائش کے لئے

کامتحاں را شرط باشد اختیار — اختیارے نبوَدت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے — بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہوگا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند — اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
خواہشات، سوئے ہوئے کتّوں کی طرح ہیں — اُنکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

---

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اڑاتا ہے۔ عقل و دلہائے۔ اَلْقَلْبُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ "دل خدا کا عرش ہے" تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اسی طرح عقل اور روح بھی عالمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنوئیں میں قیدی ہیں۔ عالمِ سِفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالمِ سِفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنوئیں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ ان سے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیاموزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اسکو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہو اسی لئے اسکو دونوں باتوں پر قدرت ہے میلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں

چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رَدہ — ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ

چونکہ (ابھی میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے — لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے

تا کہ مُردارے دَر آید درمیاں — نفخِ صورِ حرص کوبد بر سگاں

یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آجاتا ہے — حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے

چوں دراں کوچہ خرے مُردار شد — صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد

جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے — اس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب — تاختن آورد سر بر زد زجیب

غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں — حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

مُو بمُوئے ہر سگے دنداں شدہ — وز برائے حیلہ دُم جُنباں شدہ

ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا — اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب — چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب

اُس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے — جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پالے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں — میرود دُود و لہب تا آسماں

لامکان سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں — دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند — چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند

ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں — چونکہ کوئی شکار نہیں ہے، وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ — در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ

یا آنکھیں سِلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں — شکار کے عشق میں، در پردہ جلے ہوئے ہیں

تا کُلہ برداری و بینند شکار — انگہاں سازد طوافِ کوہسار

یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے — اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

شہوتِ رنجور ساکن می بُوَد — خاطرِ اُو سوئے صحت میرود

بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہو — اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ — در مصاف آید مزہ و خوفِ بزہ

جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے — مزا اور بدپرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بدپرہیزی ہوگی۔

ا۔ چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اُس میں بُرائی کی طاقت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اس لئے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائیگی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہے اُن کے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال دیکھو۔

۲۔ مو بمو۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن نہ ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں ان کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ اِن بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دے لو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سِلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تا کلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹا دی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔

۳۔ شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔

گر بود صبّار دیدن سود اوست — آں تہیج طبع سستش را نکوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اس کے لئے مفید ہے — وہ برانگیختگی اس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے

ور نباشد صبر پس نادیدہ بہ — تیر دور اولٰے زمردِ بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے — بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گرد و کُن حکایت را تمام — تا چہ گفت اندر جوابش والسلام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کردے — کہ اس (مور) نے اس کے جواب میں کیا کہا، والسلام

بشنو اکنوں تو ز طاؤس آں جواب — تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
اب تو مور سے وہ جواب سن — تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را
مور کا اس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رَو — کہ تو رنگ و بوئے را ہستی گرو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہوگیا اُس نے کہا — کہ تو رنگ و بو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سو صد بلا — سوئے من آید پئے ایں بالہا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سیکڑوں بلائیں — اِن پروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیادِ بے رحمت مُدام — بہرِ ایں پرہا نہد ہر سو دام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری — اِن پروں کے لئے میری ہر جانب جال بچھاتے ہیں

چند تیر انداز بہرِ بالہا — تیر سوئے من کشد اندر ہوا
بہت سے تیر انداز پروں کے لئے — ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں ندارم زور و ضبطِ خویشتن — زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں — اِس قضا اور اِس بلا اور اِن فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ — تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بنجاؤں — تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہوجاؤں

برکنم پرہائے خود را یک بیک — تا نیندازد بدامم ہر کلگ
میں ایک ایک کرکے اپنے پر نوچتا ہوں — تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پر است — جاں بماند باقی و تن اَبتر است
میرے نزدیک جان، بال اور پر سے بہتر ہے — جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

۱؎ گر بود۔ اب اگر اس میں صبر کا مادّہ ہے تو ان نقش و نگار کا دیکھنا اس کے لئے مفید ہے تاکہ اس کی خواہشیں بیدار ہوجائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان کو ہی نہ دیکھ پائے۔

۲؎ بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لئے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا شکاری میرا شکار محض ان پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

۳؎ چوں جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کہسار، پہاڑ۔ تیہ، جنگل۔ کلگ، منحوس۔ نزد من، پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر، ناقص۔

ایںؔ سلاحِ عُجبِ من شُد اے فتیٰ ۔۔۔ عُجب آرد مُعجباں را صد بلا

اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے ۔۔۔ خود پسندی خود پسند کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

در بیانِ آنکہ ہنرہا و زیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرِ طاوس عدوّ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را ۔۔۔ کز پئے دانہ نہ بیند دام را

ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیارؔ آں را نکو باشد کہ اُو ۔۔۔ مالکِ خود باشد اندر اتّقوا

اختیار، اُس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو ۔۔۔ تم تقویٰ اختیار کرو کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار ۔۔۔ دور کُن آلت بیفگن اختیار

جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! ۔۔۔ آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پر ست ۔۔۔ بر کَنم پر را کہ در قصدِ سر ست

میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں ۔۔۔ میں پر اکھیڑ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور ۔۔۔ تا پرش در نفگند در شر و شور

صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے ۔۔۔ حتیٰ کہ اس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پر گو بر مکن ۔۔۔ گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن

تو اس کو کوئی نقصان نہیں ہر کہہ دو پر نہ نوچے ۔۔۔ اگر کوئی تیر آئے گا وہ ڈھال سامنے کر دیگا

لیکؔ بر من پرِ زیبا دشمنے ست ۔۔۔ چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست

لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں ۔۔۔ چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بدے صبر و حفاظم راہبر ۔۔۔ بر فزودے ز اختیارم کرّ و فر

اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے ۔۔۔ تو اختیار سے میری کرّ و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن ۔۔۔ نیست لائق تیغ اندر دستِ من

میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں ۔۔۔ میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گر مرا عقلے بُدے مُنزجر ۔۔۔ تیغ اندر دستِ من بودے ظفر

اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی ۔۔۔ تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نور دِہ چوں آفتاب ۔۔۔ تا زند تیغے کہ نبود جز صواب

عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیئے ۔۔۔ تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

۱ اتیؔ۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں اور تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ در بیان جس طرح مور کے پر اُس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لئے وبال جان ہے۔

۲ اختیار۔ گناہ کے کر سکنے اور نہ کر سکنے کا اختیار اُس شخص کے لئے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لئے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے بُرائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر وغیرہ کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں اُنکو ہی ختم کئے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر اپنے ... کی ڈھال سے اپنا ... کا۔

۳ ... لیکن میں چونکہ ناچنے ... سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بدے۔ اگر انسان صابر ہو تو بُرائی پر قدرت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اُسکو غلط استعمال کریگا۔ عقل باید۔ تلوار عقلمند کے ہاتھ میں دینی چاہیئے تاکہ وہ تلوار کا ...

چوں[1] ندارم عقل تابان و صلاح | پس چرا در چاہ نندازم سلاح

جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے | تو میں ہتھیار کنوئیں میں کیوں نہ پھینک دوں؟

در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن | کایں سلاح خصم من خواہد شدن

اب میں تلوار اور ڈھال کنوئیں میں ڈال رہا ہوں | کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائینگے

چوں ندارم زور و یاری و سند | تیغ او بستاند و بر من زند

جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں | وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلادے گا

رغم ایں نفس وقیحہ خوی را | کو نپوشد رو خراشم روی را

اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لئے | جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تا شود کم ایں جمال و ایں کمال | چوں نماند رو کم افتم در وبال

تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے | جب وہ نہ رہیگا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسونگا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست | کہ بزخم ایں روی را پوشیدنیست

جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے | کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گر دلم[2] خوی ستیری داشتے | روی خوبم جز صفا نفراشتے

اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا | تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور و فرہنگ و صلاح | خصم دیدم زود بشکستم سلاح

جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی | میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغ من او را کمال | تا نہ گردد خنجرم بر من وبال

تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے | تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بود | کے فرار از خویشتن آساں بود

جبتک میری نبض حرکت کرتی رہیگی میں بھاگتا رہونگا | لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہ[3] از غیرے بود او را فرار | چوں از و ببرید گیرد او قرار

جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو | وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز | تا ابد کار من آمد خیز خیز

میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں | ہمیشہ کے لئے میرا کام ہوگا اٹھ اٹھ

نے بہندست ایمن و نے در ختن | آنکہ خصم او ست سایہ خویشتن

اسکو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں | جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

---

[1] چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنوئیں میں پھینک دینے چاہئیں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اسکی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کردے گا۔ رغم۔ میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں۔ تا شود۔ تاکہ حسن جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔

[2] گر دلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو پھر میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تا نگردد۔ جب مجھ میں طاقت نہیں ہے تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائیگا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔

[3] آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند۔ نہ میرے لئے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

در[1] صفتِ آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہُنرِ خود ایمن شدہ اند

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہوگئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ

کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی

کی بقا میں فانی ہوگئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی

اندبروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناشس از فقر پیرایہ شود
جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہوجائے

اُو محمدؐ وار بے سایہ شود
وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہوجاتا ہے

فقرِ[2] فخری را فنا پیرایہ شُد
فقر میرا فخر ہے، کے لئے فنا زینت بنی

چوں زبانہ شمع اُو بے سایہ شُد
شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہوگیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی

سایہ را نبود بگردِ اُو گذر
اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہوگا

موم از خویش و ز سایہ در گریخت
موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا

در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت
شعاعوں میں اُس کیلئے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم
اُس نے کہا میں نے تجھے فنا کیلئے بنایا ہے

گفت من ہم در فنا بگریختم
اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض
یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے

نے شعاعِ شمعِ فانیِ عَرَض
نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں در نار شد کُلی فنا
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہوگئی

نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا
تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے

آتشِ صُورت بموے پایدار
کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ

تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں
جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے

شمعِ جاں را شعلۂ ربانیست
جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

[1] در صفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود، وجودِ حق میں اِس طرح فنا کردیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہوجاتے ہیں۔ چوں فنا۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اِسی طرح بے سایہ ہوجاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقر فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات، صفاتِ حق میں فنا کرچکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا جو حضورؐ کے لئے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضورؐ کی شمعِ وجود، شعلۂ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اُس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہوگیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا اُس نے کہا کہ اسی لئے میں فنا ہوگئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کردیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے، شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے اور نورِ جان اُسیقدر بڑھیگا جس قدر اسکی شمع یعنی جسم گھٹے گا۔ ایں شعاع۔ نورِ جان کی شعاع باقی اور نورِ شمع فانی ہے نورِ جان ربانی شعلے سے منور ہے جو قائم و دائم ہے۔

ایں[1] زبانہ آتشے چوں نور بُود — سایۂ فانی شدن زو دُور بُود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے — فانی ہونے کا سایہ اس سے دُور ہے

ابر را سایہ بیفتد بر زمیں — ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے — سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ — باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جاتا ہے — تو بے خودی میں چاند کی طرح ہوگا

باز چوں ابرے بیاید راندہ — رفت نور از مہ خیالے ماندہ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آجاتا ہے — چاند کا نور چلا جاتا ہے اُسکا ایک خیال رہجاتا ہے

از[2] حجابِ ابر نورش شد ضعیف — چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کیوجہ سے کمزور ہوگیا — وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کیطرح ہوگیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد — ابرِ تن مارا خیال اندیش کرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے — جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لطفِ مہ بنگر کہ ایں ہم لطفِ اوست — کہ بگفت اُو ابرہا مارا عدوست
چاند کی مہربانی دیکھو، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے — کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار — بر فرازِ چرخ دارد مہ مدار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے — چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابر[3] مارا شد عدو و خصمِ جاں — کہ کند مہ را ز چشمِ ما نہاں
ابر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے — کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند — بدر را کم از ہلالے می کُند
یہ پردہ حور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے — چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ مارا در کنارِ عز نشاند — دشمنِ ما را عدوِّ خویش خواند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا — ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تابے اگر ہست از مہ است — ہر کہ مہ خواند ابر را اُو گمرہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے — جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

وہ تو دیکھنے والوں کی آڑ ہے ——— [3] اَبر۔ ابر دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اُسکی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور را۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بنا تا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔ زال۔ بوڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دیکر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابرا۔ تعینات میں

[1] ایں زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اسی طرح جب جان مین نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ اَبر۔ ابر چونکہ کثیف ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔

[2] از حجاب ابر۔ جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑجاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا سا چاند نظر آنے لگتا ہے۔ یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ مہ۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہجاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کیوجہ سے نورِ جان کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اُس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ اُنکی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے

نورِ مہ بر ابر چوں منزل شدست[1] — روی تاریکش ز مہ مُبدل شدست

چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے — اس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہوگیا ہے

گرچہ ہمرنگِ مہ آمد و دولتی ست — اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست

(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے — (لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

در قیامت مہر و مہ معزول شد — چشم در اصلِ ضیا مشغول شد

قیامت میں چاند اور سورج معزول ہوگئے — آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہوگئی

تا بداند مِلک را از مستعار — ویں رباطِ فانی از دار القرار

تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کرے — اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ[2] عاریت بود روزے سہ چار — مادرا ما را تو گیر اندر کنار

دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے — اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے

پرِ من ابر ست و پردست و کثیف — ز انعکاسِ لطفِ حق شد او لطیف

میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں — اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں

بر کنم پر را و لطفش را ز راہ — تا بہ بینم حسنِ مہ را ہم ز ماہ

میں پروں اور اس کے لطف کو راستے سے ہٹاتا ہوں — تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست — موسیم من دایۂ من مادر ست

میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے — میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لطفِ مہ از واسطہ — کہ ہلاکِ خلق شد ایں رابطہ

میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں — کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یا مگر[3] ابرے بگیرد خوی ماہ — تا نگردد او حجابِ روی ماہ

یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کرے — تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید او در وصفِ لا — ہمچو جسمِ انبیا و اولیا

وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے — جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند — پردہ در باشد بمعنی سود مند

ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے — حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے

[1] نورِ مہ - تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ - ابر کو اگرچہ چاند کی ہمرنگی حاصل ہوگئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت - جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آجائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط - سرائے یعنی دنیا۔ دار القرار - عالمِ آخرت۔

[2] دایہ - وہ چیزیں جن کو دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادر را - یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِ من - یہ مور کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی ہنر اور صوری صفات میرے لئے بمنزلہ ابر کے بن گئی ہیں ان کو دور کر کے میں چاند کے حسن کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم - یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا خواہشمند نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ من نخواہم - میں مظاہر کے ذریعہ ظاہر کا جلوہ نہیں چاہتا ہوں براہِ راست اس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یا مگر - اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہو تاکہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش - اس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو جیسے انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔ آں چناں - ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

آں[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی

جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بُود آں سقا — گشتہ ابر از محو ہمرنگِ سما

وہ سیرابی پیغمبر کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آں در ماجرا

بوندیں آسمان سے ٹپکیں — اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوئے ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر

ابر تھا لیکن اس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بُود اما تنی گم گشت ازو — گشتہ مُبدل رفتہ از وے رنگ و بو

جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اس سے ختم ہو جاتی ہے — وہ تبدیل ہو گیا اس کا رنگ و بو جاتا رہا

پر[2] پئے غیر ست سر از بہرِ من — خانہ سمع و بصر اُستونِ تن

پَر غیر کے لئے ہیں، سر میرے لئے ہے — (وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کفرِ مطلق داں و نومیدی زخیر

دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی

ہیں مشو چوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں

خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بن جا، نقصان سے محفوظ ہو جا

یا پئے احسنت و شاباش و خطاب — خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب

یا احسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس[3] خضرؑ کشتی برائے آں شکست — تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست

خضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی — کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سنی — تا ز طماعاں گریزم در غنی

"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا — تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تا ز حرصِ اہلِ عمراں وا رہند

خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں — تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں

---

[1] آں چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہمرنگ ہو چکا تھا، بارش برستی نظر آرہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اس معجزہ میں کہ ذکر ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بُود۔ اس معجزہ میں ابر تھا لیکن اس میں ابر کی صفات باقی نہ تھیں جب عاشق صبر کر لیتا ہے تو اس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اس میں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پَر۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہو کہ میرے لئے پر عزیز نہیں ہیں سر عزیز ہے کیونکہ پروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بیوقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیا داروں کیلئے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یا پئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیا داروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنا لے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[3] پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو بھی عیبدار بنا دیا تھا کہ وہ دنیاوی ظالموں کی دست برد سے محفوظ رہے۔

انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لئے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

پرتتانی کند رو خلوت گزین
تو پر نہیں اُکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کرلے

تا نگردی جملہ خرجِ آن و این
تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچ نہ بنے

زانکہ تو ہم لقمۂ ہم لقمہ خوار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانیوالا بھی ہے

آکل و ماکولی اے جان ہوشدار
اے پیارے ہوش کر: تو کھانے والا اور غذا ہے

دربیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے

ہمچو آں مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود
اُس پرند کی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول

و غافل بود از باز گرسنہ کہ از پسِ قفای او قصد صیدِ او
ہوتا ہے اور اُس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پس پشت اُس کے شکار کرنے کا

داشت اکنوں اے آدمی صیادِ آکل از صیاد و آکلِ خود
ارادہ رکھتا ہے، اب اے کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ

ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش بنظر چشم بنظر دلیل و
بن کیونکہ اگرچہ تو اُس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی

عبرتش می بین تا چشم تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ
نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغکے اندر شکارِ کرم بود
ایک چھوٹا سا پرند، کیڑے کے شکار میں مصروف تھا

گربہ فرصت یافت او را در ربود
بلی کو موقع ملا، وہ اُس کو اُچک لے گئی

آکل و ماکول بود او بے خبر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا

در شکارِ خود ز صیادِ دگر
اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دزد گرچہ در شکارِ کالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں مصروف ہے

شحنہ با خصمانش در دنبالہ است
کوتوال مع اُسکے دشمنوں کے (اُسکے) درپے ہے

عقلِ او مشغولِ رخت و قفلِ در
اُس کی عقل، سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے

غافل از شحنہ است و از آہِ سحر
وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے

او چناں غرق ست در سودائے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے

غافل ست از طالب و جویائے خود
کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

لہ پرتتانی کند۔ اگر مور اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کرلے تاکہ جلوہ نمائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دُنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

لہ دربیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقاء ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ باز اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے خود اُس کو کھانے والا اگرچہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے۔ کرم۔ کیڑا۔

لہ آکل۔ پرند کیڑے کو خوراک بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے اور کوتوال چور کے درپے ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ آہِ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بد دعا۔ او چناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر گیاہش[۵۱] آب زلالے میخورد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے

معدۂ حیوانش در پے میچرد
بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس کھانے والی اور غذا بن گئی

ہمچنیں ہر ہستیِ غیرِ اِلٰہ
خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ وَلَا یُطْعَمُ چو اوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا ہے

نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت پوست کا کھانے والا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بود
کھانیوالا اور غذا بنجانے والا کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

زآکلے کاندر کمیں ساکن بود
اُس کھانیوالے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

امنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست
کھائے جانیوالوں کا اطمینان رنج کا سبب ہے

رو بداں درگاہ کو لَا یُطْعَم ست
اُس درگاہ میں جا جو کھلایا نہیں جاتا ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے

فکرِ آں فکرِ دگر را می چرد
اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[۵۲] کز خیالے وارہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے

یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبورست و آں خواب تو آب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے

چوں شوی بیدار باز آید ذباب
جب تو جاگے گا پھر مکھی آجائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد
خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں

میکشد ایں سو و آں سو می برد
اِدھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترین[۵۳] آکلانست ایں خیال
یہ خیال کھانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے

واں دگرہا را شناسد ذوالجلال
دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اکّالِ غلیظ
خبردار! بھاری زیادہ کھانیوالوں کی جماعت سے بھاگ

سوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ
اُس کی جانب جس نے فرمایا ہم تیری حفاظت کرنیوالے ہیں

یا بسوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت
یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہو

گر نتانی سوئے آں حافظ شتافت
اگر تو اُس حفاظت کرنیوالے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہو

---

۵۱ گر گیاہش - اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ غیرِ اِلٰہ - خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ - اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکل و ماکول - دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہو سکتی ہے۔ امن - اِن فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اِس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے - یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔

۵۲ تو نتانی - انسان سوتے میں اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لئے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اُڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور - انسانی خیالات کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

۵۳ کمترین - انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیزیں ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں - انسان کو اِن تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے - اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے نہیں قائم کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنا لو۔

دستؔ را مسپار جز در دستِ پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ
حق شُدست آں دستِ اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بنگیا ہے

پیرِ عقلت کودکے خو کردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچکانہ عادت ڈال لی ہے
از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کُن با خرد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنالے
تا کہ باز آید خرد زاں خوئے بد
تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آجائے

چونکہ دست خود بدستِ او نہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا
پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تو از اہلِ آں بیعت شَوَد
تیرا ہاتھ اُس بیعت کرنیوالوں میں سے ہو جائیگا
کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بُوَد
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوںؔ بدادی دستِ خود در دستِ پیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا
پیرِ حکمت کو علیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے، کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مُرید
اے مُرید: وہ اپنے وقت کا نبی ہے
زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

درؔ حُدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا
واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بنگیا

پس زدہؔ یارِ مُبشَّر آمدی
تو تو "عشرۂ مبشرہ" صحابہ میں سے ہوگیا
ہمچو زرِ دہ دہی خالص شدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تا معیت راست آید زانکہ مرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہوجائے کیونکہ انسان
با کسے جُفت ست کو را دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہو

ایں جہان و آں جہاں با او بود
یہ جہان اور وہ جہان اُسکے ساتھ ہوگا
ویں حدیثِ احمدِ خوش خو بود
یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلْمَرْءُ مَعَ مَحْبُوْبِہٖ
فرمایا۔ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"
لَا یُفَکُّ الْقَلْبُ مِنْ مَّطْلُوْبِہٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

لہ دستؔ مسپار۔ لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دو کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ عقلت۔ تیری عقل بچکانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کردے وہ بچکانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیگا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچالے گا۔
لہ چوںؔ بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند بنے گا تب تجھے تجربہ ہوگا وہ تجربہ کار ہے۔ تو۔ شیخِ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ درؔ حُدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعتُ الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہوجائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔ لہ زدہؔ یارِ مبشر عشرۂ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے انکی زندگی میں جنت کی بشارت دیدی تھی۔ چاروں خلیفہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت ابو عبیدہ حضرت سعدؓ بن وقاص حضرت سعید بن زید۔ دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو پیمانے سے انھی وزن کا رہے جس وزن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے" یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ

روزبوں گیر از زبوں گیراں ببیں[1]
جا عاجزوں کو پھنسانیوالوں نہیں کسی عاجز کو پھنسانیوالے کو دیکھ لے

اے زبوں گیرِ زبوتاں ایں بداں
اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے

دست ہم بالای دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسّی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے

یاد کن فِی جِیدِهَا حَبْلٌ مُّسَد
"اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے" کو یاد کرلے

دل فراز از دام واجب دیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری بھی ہے

دامِ تو خود بر پرت چفسیدہ است
تیرا جال خود تیرے پروں پر چپکا ہے

تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب[2]
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنیوالا

باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکل و ماکولی اے مرغِ عجب
اے عجیب پرند: تو کھانیوالا اور کھایا ہوا ہے

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیادی ز صیدے مُغفِل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہو

دلبری میکند کو بیدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بَیْنَ اَیْدِیْ خَلْفَهُمْ سَدًّا مباش
تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے

کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم از مرغے مباش اندر نشید[3]
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن

بینَ ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم ز عصفورے نہ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ

بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے

چند گرداند سر و رو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہو

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟

تا کشم از بیمِ اُو زیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اِس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

تو بہ بیں پس قصہ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ [illegible]

پیش بنگر مرگِ یار و جار را
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

[1] زوزبوں۔ دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنیوالوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ بگسل۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسّی کو حرص اور حسد کی رسّی قرار دیا ہے۔ دل فراز۔ جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہو تو تیرا جال خود تیرے پر سے چپکا ہوا ہے۔

[2] تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم۔ آکل و ماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہو اور شکاری بھی ہے۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل چراتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہوچکا ہے۔ بَیْنَ اَیْدِیْ۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

[3] تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر کو دیکھ لیتی ہے۔ کم ز عصفورے۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اسلئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہو کہ کوئی شکاری تو نہیں ہے تاکہ دانہ سے قطع نظر کروں۔ تو بہ بیں۔

کہ۱؎ ہلاکت دادشاں بے آلتے
کہ اُنکو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کردیا

اُو قرینِ تُست در ہر حالتے
وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کرد و گُرز و دستَ نیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گرز اور ہاتھ نہیں ہے

پس بداں بے دست حق داور کُنیست
تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہو

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟

در شکنجہ اُو مُقِر می شُد کہ ہُو
شکنجہ میں وہ مُقر ہوگیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعید و عجیب است
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے

اَشک میراند و ہمیگفت اے قریب
وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ مجز انکارِ حق کارش نبود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا

بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود
انجام کار بلا فائدہ اُس نے حسرت کی

در۲؎ نگر احوالِ فرعون و ثمُود
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے

قومِ لوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہُودؑ
قوم لوطؑ اور قوم صالحؑ اور قوم ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر در نگر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے

در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر
قوم نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تا بدانی حق سمیع ست و علیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے

فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پرواہ سے پاک ہے

بر کَنم من میخِ ایں منحوس دام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں

از پئے کامے نباشم تلخ کام
مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

در۳؎ خورِ عقلِ تو گفتم ایں جواب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا

فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب
سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السّلام زاغ را کہ آں اشارہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات

بقمعِ کُدام صفت بُود از صفاتِ مذمُومۂ مُہلکہ

میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ
اِس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے

اے خلیلِ حق چرا کُشتی تو زاغ
اے اللہ کے خلیلؑ! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

۱؎ کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کردیا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دیدی تجھے یقین کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دیدیتا ہے۔ آنکہ۔ منکرِ خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کرلیتا ہے۔ وآنکہ۔ جو منکر خدا کا وجود عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو یا قریب کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانا پڑے گی۔

۲؎ درنگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تا بدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ برکنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں انکو مقصد برآری کے لئے اُکھاڑ رہا ہوں۔

۳؎ در خور۔ مور نے ناصح حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اُس کو خوب سمجھ لے۔ سببِ کُشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کو ہلاک کرنے میں کیا حکمت

بہرِ فرماں حکمتِ فرماں چہ بود؟ — اندکے زاں اسرارِ آں باید نمود

حکم کی وجہ ہے، حکم کی حکمت کیا تھی؟ — اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

⁵¹کاغ کاغ و نعرۂ زاغِ سیاہ — دائما باشد بدن را عمر خواہ

کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور — ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدائے پاک و فرد — تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد

جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے — قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنظِرنی اِلیٰ یومِ الجزا — کاشکے گفتے کہ تُبنا ربّنا

اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے — کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کرلے

زندگی بے دوست جاں فرسودنست — مُر، حاضر غائب از حق بودنست

بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے — اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے

⁵²عمر و مرگ ایں ہر دو با حق خوش بود — بے خدا آبِ حیات آتش بود

زندگی اور موت یہ دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں — بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو — در چناں حضرت ہمی شد عمر جو

یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ — ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن — ظنِّ افزونی ست کُلّی کاستن

خدا سے غیر خدا کو مانگنا — بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھٹاؤ ہے

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی — در حضورِ شیر روبہ شانگی

خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو — شیر کے سامنے، لومڑی پن ہے

⁵³عمر بیشم دہ کہ تا پس تر روم — مُہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم

مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں — مجھے زیادہ مُہلت دے، تاکہ کمتر ہو جاؤں

تا کہ لعنت را نشانہ او بود — بد کسے باشد کہ لعنت جو بود

تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے — بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست — عمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست

اچھی عمر قرب (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے — کوّے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے

عمر بیشم دہ کہ تا گُہ می خورم — دائم اینم دہ کہ بس بدگوہرم

مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گُہ کھاؤں — مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

⁵¹ کاغ کاغ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ کوّے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنظِرنی اِلیٰ یومِ یُبعثون یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تبنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھسنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت فوری موت ہے۔

⁵² عمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے بہتر ہے۔ خدا کو چھوڑ کر آبحیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم۔ شیطان کی درازیٔ عمر کی تمنا بھی اس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ عمرے۔ وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

⁵³ عمر بیشم۔ وہ شیطان کی دُعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اسلئے دیدے تاکہ وہ قعر ذلت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بُرا اور کون ہوگا جو لعنت خداوندی کا جویاں ہو۔ عمر خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قرب الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوّے کی درازیٔ عمر گوبر کھانے کے لئے ہے۔ عمر بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی تمنا تو گوبر کھانے کیلئے ہے۔

گر نہ گُہ خوارست آں گندہ دہاں — گو بدے کز زاغ غمم تو وارہاں

اگر وہ گندہ دہن گُہ کھانے والا نہ ہوتا — تو کہتا، مجھے کوے پن سے نجات دیدے

مناجات

دُعا

اے مبدل کردہ خاکے را بزر — خاکِ دیگر را بکردہ بوالبشر

اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا — دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا — کارِ من سہوست و نسیان و خطا

تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے — میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مبدّل کن بعلم — من ہمہ خلمم مرا کن صبر و حلم

میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے — میں مجسم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے

اے کہ خاکِ شورہ را تو ناں کنی — وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کنی

اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو مُردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے

اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کنی — وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کنی

اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی — عقل و حس و روزی و ایماں دہی

اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کرتا ہے — عقل اور حس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے

شکر از نے میوہ از چوب آوری — از منی مُردہ بتِ خوب آوری

نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے — مُردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے

گل ز گِل صفوت ز دل پیدا کنی — پیہ را بخشی ضیا و روشنی

مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے — چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے

میکنی جزوِ زمیں را آسماں — میفزائی در زمیں از اختراں

تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے — ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات — زوترش از دیگراں آید ممات

جو اس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے — اُس کو دوسروں سے پہلے موت آجاتی ہے

اس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر انکو آسمان پر اٹھایا گیا یا انکو معراج کرا دی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اٹھے اُن سے آسمان پیدا فرمایا میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار اُگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیاوی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

لے گر نہ۔ اگر وہ گُہ کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کوے پن سے نجات دیدے۔ — اے حضرت حق تعالےٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹی سے سونا بنا دیا اور مٹی سے حضرت آدم ابوالبشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالےٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصہ کو بُردباری سے بدل دے۔ لے خاکِ شورہ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مُردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

لے اے کہ۔ خدا کو وہ قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کر دینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دینا نطفے سے حسین معشوق پیدا کرنا قدرتِ خداوندی ہی کا کام ہے۔ لے گل ز گِل۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے۔ جز دانیں۔

دیدۂ[۱] دل کو بگردوں بنگریست | دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا | اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت تماشا ہے

قلبِ اعیان ست و اکسیرِ محیط | ایتلافِ خرقہ تن بے مخیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے | جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی | آتشے یا خاک یا بادے بُدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے | آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترا بودے بقا | کے رسیدے مر ترا ایں ارتقا
اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا | تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدِّل ہستیِ اوّل نماند | ہستیِ دیگر بجائے او نشاند
تبدیل کرنیوالے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا | اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں[۲] تا صد ہزاراں ہستہا | بعدِ یک دیگر دوم بہ زابتدا
اسی طرح لاکھوں وجود تک | ایک دوسرے کے بعد دوسرا پہلے سے بہتر

آں مُبدِّل بیں وسائط را بماں | کز وسائط دور گردی ز اصلِ آں
اُس تبدیل کرنیوالے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ | کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور جائے گا

واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست | واسطہ کم ذوقِ وصل افزوں ترست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا | واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت | حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائیگی | وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں[۳] بقاہا از فناہا یافتی | از فنائش رُو چرا بر تافتی
تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں | اُس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بودت کہ تا | بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ | تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اولینت بہترست | پس فنا جوی و مُبدِّل را پرست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے | تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنیوالے کی عبادت کر

۱۔ دیدۂ دل۔ جو شخص قلبی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالَمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیاگری ہے۔ تو ازاں۔ اِس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتداء میں عناصرِ اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اُس کو احسنِ تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدِّل۔ اللہ تعالٰی نے اُسکے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

۲۔ ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدِّل۔ انسان کی توحید کا تقاضہ ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کرتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

۳۔ ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقاء حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار رہنا چاہیے۔

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود — تاکنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں — ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نما — وز نما سوئے حیات و ابتلا
بے خبری میں جمادیت سے (نشو) نما کی جانب — اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمیزاتِ خوش — باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب — پھر ان (حواسِ خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تا لبِ[2] بحر ایں نشانِ پایہاست — پس نشانِ پا درونِ بحر لاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں — پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی ز احتیاط — ہست دہہا و وطنہا و رباط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے — دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وقوف — وقتِ موج شں نے جدار و سقوف
پھر دریائی مکانات، ٹکاؤ میں — انکے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں رہ پا و گام — نے نشانست آں منازل را نہ نام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں — اِن گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میانِ منزلین — آں طرف کز ایں تا بالائے این
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے — اُس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک

در فناہا ایں بقاہا دیدہ — بر بقائے جسم چوں چفسیدہ
فناؤں میں تو نے یہ بقائیں دیکھی ہیں — جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں باز باش — پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
ہاں! او کوّے یہ جان دیدے، باز بن جا — خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیر و کہن را می سپار — کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار
تازہ بن جا، پرانے کو دے دے — کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گر نباشی نخل وار ایثار کن — کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے — پرانے پر پرانا رکھتا رہ اور جمع کرے

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ از جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ اعلیٰ ہے پھر نباتی وجود سے اُس کو حیوانی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقاء عالمِ ارواح کی جانب ہوا جو حواسِ خمسہ اور جہاتِ ستّہ سے بالاتر ہے۔

[2] تا لبِ بحر۔ ان مراتب وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجودِ مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں انھیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار نہ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالمِ مکان اور عالمِ لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ایں۔ مکان۔ بالائے این لامکان۔ در فناہا جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا سے انسان کو نہ چمٹنا چاہیئے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا متمنی ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیئے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گر نباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کر دیتی ہے۔

کہنہ[1] و گندیدہ و بوسیدہ را
تحفہ می بر بہرِ ہر نادیدہ را

پُرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا
ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا

آنکہ نو دید اُو خریدارِ تو نیست
صیدِ حق ست اُو گرفتارِ تو نیست

جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے
وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

ہر کجا باشند جوقِ مرغِ کور
بر تو جمع آیند اے سیلابِ شور

جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جمگھٹ ہو
اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تا فزاید کوری از شورابہا
زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ

تاکہ کھاری پانیوں سے اندھاپن بڑھے
کیونکہ کھارا پانی اندھاپن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند
شاربِ شورابۂ آب و گِل اند

دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں
(کیونکہ) وہ آب و گِل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر در جہاں
چوں نداری آبِ حیواں در نہاں

دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ، اندھے پن سے چرتا رہ
جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد
ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد

اس حالت میں تو بقا اور زیادہ کا رچاہتا ہے
تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

در سیاہی زنگ ازاں آسودہ است
کو ز زاد و اصل زنگی بودہ است

وہ زنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے
کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ زاوّل شاہد و خوش رُو بود
گر سیہ گردد تدارک جُو بود

وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو
اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہوگا

مرغِ[3] پرّندہ چو ماند بر زمیں
باشد اندر غصّہ و درد و حنیں

اُڑنے والا پرند جب زمین پر رہ جائے
وہ رنج اور درد اور نفغاں میں ہوگا

مُرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود
دانہ چینن و شاد و شاطر میدود

پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے
دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ او از اصل بے پرواز بود
واں دگر پرّندہ و پرباز بود

کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا
وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

سلہ کہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا۔ آنکہ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذات حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہر کجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اور اندھا بنا رہتا ہے۔

سلہ اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دُھند کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ روئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر وہ سیاہ رُو بن جائے تو وہ اس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

سلہ مرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصّہ میں رہتا ہے۔ مُرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

اُس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ ذَلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِہِ الْجُھَّالُ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت جو ذلیل ہوگیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہوگیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر

حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَرْ
اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہوگیا

وَالَّذِیْ کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتَقِرْ
اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہوگیا ہو

اَوْ صَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضِرّ
یا منتخب عالم ترشروئی کے درمیان

گفت پیغمبر کہ بر ایں سہ گروہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر

رحم آرید ار ز سنگید و ز کوہ
رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ اُو بعد از عزیزی خوار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوگیا ہو

واں توانگر ہم کہ بے دینار شد
وہ مالدار بھی جو بے زر ہوگیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں
تیسرے وہ عالم جو دنیا میں

مبتلا گردد میانِ ابلہاں
بے وقوفوں میں مبتلا ہوجائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آجانا

ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن
جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کز تن وا بُرید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مُردہ ہوجاتا ہے

نو بُریدہ جُنبد اما نے مدید
نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہر کہ از جامِ الست اُو خورد پار
جس نے گذشتہ سال جامِ الست سے پیا ہو

ہستش امسال آفتِ رنج و خمار
اسکو اس سال رنج اور اعضاء شکنی کی مصیبت ہوگی

وانکہ چوں سگ زاصل گدائی بود
وہ جو کتّے کی طرح اصل سے گدا کا ہو

کے مر اُو را حرصِ سلطانی بود
اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو

آہ اُو گوید کہ گم کردہ است راہ
آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کردیا ہو

لہ قال النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ من کان۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہوگیا ہو۔ عزیزاً جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہوگیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالماً۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے ار ز سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

لہ آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہوجانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے عضو۔ بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہوجاتا ہے تھوڑی دیر وہ تڑپتا ہے اور پھر اُس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

لہ ہر کہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کرچکا ہے اُس کی یاد اُس کو ستاتی ہے۔ وانکہ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزانہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

قصۂ محبوس شدنِ آں آہو بچہ در آخرِ خراں و طعنۂ آں خراں بر آں

ہرن کے بچّہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پردیسی پر اُن

غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مُبتلا شدنِ اُو بکاہِ خشک کہ غذائے

گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں

اُو نیست و ایں صفت بندۂ خاصِ خدا ای ست عزّ و جلّ میانِ

مبتلا ہونا کیونکہ وہ اُسکی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزّوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں

اہلِ دنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا

اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی

کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بنجائیگا جیساکہ شروع ہوا تو اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کرلیا
اندر آخر کردش آں بے زینہار
اُس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخرے را پُر ز گاوان و خراں
اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا
حبس آہو کرد چوں استمگراں
ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا

آہو از وحشت بہر سو میگریخت
ہرن، وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا
اُو بہ پیشِ آں خراں شب کاہ ریخت
اُس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈالدی

از مجاعت و اشتہا ہر گاؤ و خر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا
کاہ را میخورد خوشتر از شکر
گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می دمید از سو بسو
ہرن، کبھی ادھر اُدھر دوڑتا تھا
گہ ز دود و گرد کہ میتافت رُو
کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضدِّ خود بگذاشتند
جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے
آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
اِس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے

تا سلیمانؑ گفت کاں ہُدہُد اگر
یہانتک کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہُدہُد
ہجر را عذرے نگوید معتبر
جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکشمش یا خود دہم اُو را عذاب
میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دونگا
یک عذابِ سخت بیروں از حساب
ایک سخت سزا جو ان گنت ہے

لہ قصّہ ۔ اِس قصّہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے لُطف اُٹھائے ہوئے تھا اِس لئے اُس کے زبونے کا اُسکو افسوس تھا گدھے اُس سے محروم تھے۔ و ایں صفت جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آکر پریشان ہوا یہی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے.... اَلْاِسلام ۔ جس وقت اسلام کی ابتداء ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائیگا اُن لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخر ۔ اصطبل۔ زینہار ۔ پناہ ۔ استمگراں۔ ستمگراں۔

۲ہ آہو ۔ یعنی شکاری ۔ مجاعت ۔ بھوک ۔ ہر کرا ۔ مراد یہ اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

۳ہ تا سلیمانؑ ۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ مِس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردیتے۔

ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد ‌ ‌ ‌ در قفص بودن بغیرِ جنسِ خود
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟ پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زینؔ بدن اندر عذابی اے پسر ‌ ‌ ‌ مُرغ رُوحت بستہ با جنسِ دگر
اے بیٹا: اِس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہو

روح باز ست وطبائع زاغہا ‌ ‌ ‌ دارد از زاغانِ تن بس داغہا
روح باز ہے اور مزاج کوّے ہیں وہ جسم کے کوّوں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ درمیان شاں زار زار ‌ ‌ ‌ ہمچو بُو بکرے بشہرِ سبزوار
وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہرِ سبزوار را کہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کرکے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شُد محمد اَلپؔ اُلُغ خوارزم شاہ ‌ ‌ ‌ در قتالِ سبزوارِ پُر تباہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکر ہائے اُو ‌ ‌ ‌ اسپہش افتاد در قتلِ عدُو
اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کرلیا اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہؔ آوردند پیشش کالاَماں ‌ ‌ ‌ حلقہ ماں در گوش کُن و ابخش جاں
انھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے ہمیں حلقہ بگوش بنالے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت ‌ ‌ ‌ آں زما ہر موسمے افزایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیئے وہ ہر موسم میں ہماری جانب تیرے لئے بڑھ کر ہوگا

جانِ ما آنِ تو ہست اے شیر خُو ‌ ‌ ‌ پیشِ ما چندے امانت باش گو
اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

لہ زینؔ بدن۔ انسان کے لئے یہی عذاب ہے کہ انس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مُقید کردیا گیا ہے۔ رُوح۔ رُوح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوّا ہے۔ بوبکرے۔ یعنی ابوبکر نامی شخص۔ سبزوار۔ ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے

لہ اَلپ۔ بہادر۔ اُلغ۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاء الدین محمد کا ماموں تھا۔

لہ سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے مطیع ہوگئے اور انھوں نے جان ومال کی امان چاہی۔ ہر خراج۔ سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائیگا۔ ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو

تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کردو

تا مرا بوبکر[1] نام از شہرِ تاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس

ہدیہ ناریدا اے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤ گے ، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدروم تاں اے ہمچو کشت اے قومِ دوں
اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹ دونگا

نے خراج اِستانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں سنونگا

پس جوالِ زر کشیدندش براہ
تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا انکے سامنے لا ڈالا

کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

کے بُوَد بوبکر[2] اندر سبزوار
ابوبکر ، سبزوار میں کہاں ہوسکتا ہے؟

یا کلوخِ خشک اندر جویبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں
اشرفیوں سے مُنھ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!

تا نیاریدم ابوبکر ارمغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس لاؤگے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے ، میں بچہ نہیں ہوں

تا بزر و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں

تا نیاری سجدہ نرہی اے زبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کریگا (ذریعہ) نہ چھُٹے گا

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

مُنہیاں[3] انگیختند از چپ و راست
اُنھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے

کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اِس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

بعد سہ روز و سہ شب کا شتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے

یک ابوبکرے نزارے یافتند
اُنھوں نے ایک لاغر ابوبکر پایا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا

در یکے گوشہ خرابے پُر حرض
مریض ہوکر ، وہ اُس ویرانے کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عرض
ویرانہ میں موتی ، بے سروسامان

خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُو در یکے کنجے خراب
وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سورہا تھا

چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب اُنھوں نے اُسکو دیکھا فوراً اُس سے کہا

---

[1] ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی سے ابوبکر نام کا کوئی شخص لاکر پیش کرو۔ بدروم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کروگے تو میں سب کو قتل کرادونگا۔ پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لاکر ڈال دیا کہ یہ قبول کرلیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کردیجئے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مُغاں۔ اُن لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔ تا نیاری۔ اُن لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سرین سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[3] منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑدیئے۔ نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہر۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن ان بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں ترا طالب شدہ ست
(اُٹھ، کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے)
گز[1] تو خواہد شہر ما از قتل رَست
(کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائیگا)

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے
(اس نے کہا اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا)
خود براہے خود بمقصد رفتمے
(اپنے راستہ پر، اپنی منزل کو چل دیتا)

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے
(میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟)
سُوئے شہرِ دوستاں میراندمے
(دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا)

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند
(انھوں نے ایک تابوت اٹھایا)
بر کتفِ بوبکر را بر داشتند
(کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا)

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں
(سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے)
می کشیدند ش کہ تا بیند نشاں
(وہ اس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے)

سبزوار ست ایں جہان و مردِ حق
(یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا)
اندریں جا ضائع ست و ممتحق
(اس میں رائیگاں اور نیست ہے)

ہست آں خوارزم شہ یزدانِ جلیل
(وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے)
دل ہمی خواہد ازیں قومِ ذلیل
(اِس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے)

گفت[2] لَا یَنْظُرُ اِلٰی تَصْوِیْرِکُمْ
((رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا ہے)
فَابْتَغُوْا ذَا الْقَلْبِ فِیْ تَدْبِیْرِکُمْ
(پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو)

من ز صاحبدل کُنم در تو نظر
(میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں)
نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
(نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ)

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی
(چونکہ تو نے اپنے دل کو، دل سمجھ لیا ہے)
جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی
((اسلئے) تو نے صاحبِ دل کی جستجو ترک کر دی ہے)

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں
((وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو)
اندر او آید شود یاوہ و نہاں
(اس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں)

ایں[3] چنیں دل ریزہا را دل مگو
(دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ)
سبزوار اندر ابوبکرے مجو
(سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر)

صاحبِ دل آئنہ شش رُو بود
(صاحبِ دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے)
حق در و از شش جہت ناظر شود
(اللہ (تعالیٰ)، چھ جانب سے اسمیں دیکھتا ہے)

---

[1] گز تو۔ بادشاہ شرط کے مطابق ہمیں معاف کر دیگا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکرؓ کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مُردہ کشاں۔ مُردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالٰے کی مثال خوارزم شاہ جیسی اللہ تعالٰی بھی دنیا داروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔

[2] گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالٰے تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ حق۔ اللہ تعالٰی خلق اللہ کی طرف کسی صاحب دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص ایسا صاحب دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے۔ دل۔ اللہ تعالٰی اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اسقدر وسعت ہو کہ سات آسمانوں جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔

[3] ایں چنیں۔ عام دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحبدل۔ صاحبِ دل شش جہت سے مصفیٰ ہوتا ہے اسکی مثال شش رو آئینہ کی سی ہے اور خدا ہر طرف سے اسکو دیکھتا ہے۔

ہر[1] کہ اندر شش جہت دارد مقر — کے کُند در غیرِ حق یک دم نظر

جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو — وہ تھوڑی دیر کیلئے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کُند اُو از برائے اُو کُند — ور قبول آرد ہمو باشد سَند

اگر وہ (صاحبِ دل) نظر کرتا ہے اُس (اللہ) کیلئے کرتا ہے — اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ اُو حق را بُوَد در کُل حال — برگزیدہ باشد اُورا ذُوالجلال

کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کیلئے ہوتا ہے — اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے اُو حق بکس ندہد نوال — شمّۂ گفتم من از صاحب وصال

اللہ (تعالیٰ) اُسکے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے — میں نے واصل (بحق) کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را بر کفِ دستش نہد — وز کفش آں را بمرحوماں دہد

وہ اللہ تعالیٰ (عطیہ) اُسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے — اُسکی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابلِ رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش دریائے کُل را اتّصال — ہست بے چون و چگونہ بر کمال

اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اِتّصال ہے — وہ ناقابلِ بیان کمالات سے پُر ہے

اِتّصالے کہ نہ گنجد در کلام — گفتنش تکلیف باشد والسّلام

وہ اِتّصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے — اُس کا بیان کرنا تکلّف ہے، والسّلام

صد جُوالِ زر بیاری اے غنی — حق بگوید دل بیار اے منحنی

اے مالدار! اگر تو سونے کے سَو بورے لائیگا — اللہ (تعالیٰ) فرمادیگا اے کُبڑے! دل لا

گر ز تو[3] راضی ست دل من راضیم — ور ز تو مُعرض بُوَد اِعراضیم

اگر وہ دل تجھ سے راضی ہو میں بھی راضی ہوں — اگر وہ تجھ سے مُنہ پھیرنے والا ہو میں بھی مُنہ پھیرنے والا ہوں

ننگرم در تو دراں دل بنگرم — تحفہ اُو را آر اے جان بر درم

میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں — اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں — زیرِ پائے مادراں باشد جناں

تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں — جنّت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا و اصلِ خلق اوست — اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست

مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے — وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا ہے

تو بگوئی نک دل آوردم بتو — گویدت ایں دل نیرزد یک طسو

تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں — وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا (بھی) نہیں ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کُند۔ اگر صاحب دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کیلئے کرتا ہے اور اُس کا ردّ و قبول سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اُس صاحب دل کے جملہ احوال خدا کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحب دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اسکے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اِتّصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اِتّصال ہے اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جُوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اِخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ جس سے وہ صاحب دل راضی ہوتا ہے اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اُس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحب دل ایسا ہی مُربّی ہے جس طرح ماں مُربّی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحب دل مخلوق کیلئے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہو جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے؟

آں دلے آور کہ قطبِ عالم[1] ست — جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے — (وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُر نور و بر — ہست آں سلطانِ دلہا منتظر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا — دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار — آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومیگا — ازروئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمردۂ بوسیدہ جاں — بر سرِ تختہ نہی آں سوکشاں
تو ایک مرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل — تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم ترا اے شہریار — بہ ازیں دل نبود اندر سبزوار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں — سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ ست اے جری — کہ دلِ مردہ بدیں جا آوری
وہ تجھ سے کہیگا اے بیباک! یہ قبرستان ہے — کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست — کہ امانِ سبزوارِ کون ازوست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے — کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود — زانکہ ظلمت با ضیا ضدّاں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اِس دنیا میں مفقود ہے — کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ الست — سبزوارِ طبع را میراثی است
ازل سے اُس دل کے ساتھ دشمنی — (دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] او باز ست دنیا شہرِ زاغ — دیدنِ ناجنس بر ناجنس داغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کووں کا شہر ہے — غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

ور کند نرمی نفاقے می کند — زاستمالت ارتفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے تو نفاق برت رہا ہے — ہاں کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کند آرے نہ از بہرِ نیاز — تا کہ ناصح کم کند نصحِ دراز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے — (بلکہ) اسلئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جو — صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
کیونکہ یہ کمینہ کوا، مُردار کا جویاں — تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

[1] قطبِ عالم۔ اس صاحبِ دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدم کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ آز برائے۔ اللہ تعالےٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے۔ تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہیگا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رَو۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہانِ زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ورکند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے کسی فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ می کند۔ اگر دنیادار ایسے صاحبِ دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اسلئے کہ وہ اسکو زیادہ... نصیحت نہ کرے۔ زانکہ۔ اسلئے کہ ایک دنیادار میں لاکھوں مکاریاں ہوتی ہیں۔

گر پذیرند آں نفاقش وارہید[1] ۔۔۔ شد نفاقش عینِ صدقِ مستفید

اگر وہ تمہارے نفاق کو قبول کر لیں تو اُس نے نجات حاصل کر لی ۔۔۔ اُس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ باکرّوفر ۔۔۔ ہست در بازارِ ما معیوب خر

کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحبِ دل ۔۔۔ ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خریدنے والا ہے

صاحبِ دل جو اگر بیجاں نۂ ۔۔۔ جنسِ دل شو گر ضدِ سلطاں نۂ

صاحبِ دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے ۔۔۔ دل کا ہم جنس بن جا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ اُو خوش آید مر ترا ۔۔۔ اُو ولیِ تست نہ خاصۂ خدا

جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے ۔۔۔ وہ تیرا ولی ہے، نہ کہ مردِ خدا

ہر کہ اُو بر خوی و بر طبع تو زیست[2] ۔۔۔ پیشِ طبعِ تو ولی ست و نبی ست

ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے ۔۔۔ تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رَو ہوا بگذار تا بُوی خدا ۔۔۔ در مشامت میرسد اے کدخدا

جا نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو ۔۔۔ تیری ناک میں پہنچے اے صاحبِ خانہ!

رَو ہوا بگذار تا خوبت شود ۔۔۔ واں مشامِ عنبریں بُویت شود

جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو ۔۔۔ اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست ۔۔۔ مُشک و عنبر پیشِ مغزت کاسد ست

نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے ۔۔۔ تیرے دماغ کیلئے مُشک اور عنبر بے قدر ہے

عاشقی تو بر نجاست ہمچو زاغ[3] ۔۔۔ بُوئے مُشکت می نگیرد در دماغ

تو کوّے کی طرح نجاست پر عاشق ہے ۔۔۔ تیرے دماغ میں مُشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہوی ما ۔۔۔ میگریزد اندر آخُر جا بجا

اِس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن ۔۔۔ اصطبل میں، جا بجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخُرِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روزہا آں آہوی خوش ناف نر ۔۔۔ در شکنجہ بُود در اصطبلِ خر

وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک ۔۔۔ گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک ۔۔۔ در یکے حقّہ معذّب پشک و مشک

جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر ۔۔۔ ایک ڈربہ میں مینگنی اور مُشک عذاب میں ہوتے ہیں

---

[1] گر پذیرد۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور مومن کامل بنگئے ہیں۔ معیوب خر، صاحبِ دل اپنی شان و شوکت کی وجہ سے عیبدار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحبِ دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحبِ دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحبِ دل کی تلاش کرے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مر ترا۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

[2] ہر کہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کے قائل ہوتا ہے۔ رَو۔ خواہشِ نفسانی کو ترک کر، جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مُشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکیگا۔

[3] عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مُشک نکلتا ہے۔ شکنجہ۔ سزا، قید۔ حقّہ۔ ڈربہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یک[1] خرش گفتے کہ ہاں اے گوالو خوش
ایک گدھا اس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا

طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے اور خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد
دوسرا مذاق اڑاتا کہ دریا کے اتار چڑھاؤ سے

گوہر آورد ست کے ارزاں دہد
موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ با آں نازکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے

بر سریرِ شاہ شو تو متکی
تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا

پس برسم دعوت آہو را بخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سر[2] چنیں کرد او کہ نے رَو اے فلاں
اس نے سر ہلایا کہ نہیں جا، اے فلاں!

اشتہائیم نیست، ہستم ناتواں
مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کنی
اس نے کہا (ہاں)، میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے

یا ز ناموس احترازے می کنی
یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با او خور کہ ایں طعمہ تو ست
اس نے اس سے کہا کہ تو کھا، یہ تیری خوراک ہے

کہ ازاں اجزائے تو زندہ نو ست
کیونکہ اس سے تیرے اعضا زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا

در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند ما را در عذاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے

کے رود آں خو و طبعِ مستطاب
وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گر[3] گدا گشتم گدا رو کے شوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟

در لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میرا لباس پرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سنبل و لالہ و سپرغم نیز ہم
سنبل اور لالہ اور نازبو بھی

با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف
اس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں

در غریبی بس تواں گفتن گزاف
پردیس میں بہت سی بکواس کی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد
اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے

منتے بر عود و عنبر می نہد
جو عود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

[1] یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا اصل بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اس کی گھاس بچ گئی تھی اس نے ہرن کے بچے کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

[2] سر چنیں۔ اس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع، سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔

[3] گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچہ نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[1] آں را کہ شنود؟ صاحب مشام — بر خرِ سرگیں پرست آں شد حرام

لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ — گوبر کے پجاری، گدھے کے لئے وہ حرام ہے

خر گمیزِ خر ببوید در طریق — مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق

گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے — اِس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کروں؟

بہرِ ایں گفت آں نبی مستجیب — رمز اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب

اسی لئے اُس (حق) کو، قبول کرنے والے نبیؐ نے فرمایا، — اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے۔

زانکہ[2] خویشانش ہم از وے میر مند — گرچہ با ذاتش ملائک ہمدم اند

کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں — اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بینند انام — لیک از وے می نیابند آں مشام

لوگ اُس کی صورت کو ہم جنس سمجھتے ہیں — لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاؤ — دور می بینش و لے اُو را مکاؤ

شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں — اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

ور[3] بکاوی ترکِ گاوِ تن بگو — کہ بدرد گاو را آں شیر خو

اگر تو کرید تا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے — کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند — خوئے حیوانی ز حیواں بر کند

وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا — حیوان سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاو باشی شیر گردی نزد اُو — گر تو با گاوے خوشی شیری مجو

تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بن جائے گا — اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

"بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان لاغر

گاوانِ لاغر را خدا بصفت شیرانِ گرسنہ آفریدہ بود تا آں ہفت

گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے

گاوِ فربہ را باشتہا می خوردند اگرچہ آں خیالاتِ صورِ گاواں

سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھایا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات

در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنے آں شیر بنگر

گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

[1] لیک۔ لیکن اِس ناز کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو، گوبر بو سونگھنے والا گدھا اسکو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مُشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چوں کہ صحیح خوشبو صاحب دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نا اہلوں کے لئے اجنبی ہے۔

[2] زانکہ۔ مسلمان سے اُسکے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔ ... صورتش۔ عوام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن اُنکی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے اسکو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[3] ور بکاوی۔ اگر تو اُسکے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاو۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سَبْعَ بَقَرَاتٍ۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دُبلی گایوں سے سات سال قحط کے مُراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے

آں عزیزِ[1] مصر میدید بخواب — چونکہ چشمِ غیب را شُد فتح باب

اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا — چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاوِ فربہ بس پروَرے — خورد شاں آں ہفت گاوِ لاغرے

سات موٹی بہت پروردہ گائیں — اُن کو سات کمزور گایوں نے کھا لیا

دَر دروں شیراں بُدند آں لاغراں — ورنہ گاواں را نبُودندے خوراں

وہ کمزور حقیقتاً شیر تھیں — ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصورت مردِ کار — لیک رُوے شیرِ پنہاں مرد خوار

بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں — لیکن انہیں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش وا خورد فردش کند — صاف گردد دُردش ار دردش کند

انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے — اُسکی تلچھٹ مصفیٰ ہو جاتی ہے خواہ اسکو تکلیف پہنچائے

زاں یکے دَرد[2] اُو زِ جملہ دَرد ہا — وا رہد پا بر نہد اُو بر سَما

اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے — نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد وا گذارد بندگی — یابد اُو در مُردگی دل زندگی

بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے۔ — وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِ تن قربانیِ شیرِ خدا ست — گر ترا با اُو سرِ صدق و صفا ست

جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے — اگر تجھے اُس سے صدق و خلوص ہے

ور کُشی[3] مہماں ہُماں کونِ خری — گاوِ تن را خواجہ تا کے پروری

اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے — اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کب تک پرورش کریگا؟

گاوِ تن مُردار گردد عاقبت — پس پشیمانی بری اے بد نیت

انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائیگی — اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

دَربیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السّلام خروس را اشارت

اِس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مُرغے کو مارنا

بقمع وقہر کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومات مُہلکات

مرید کے باطن کی مُہلک اور بُری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے

دَر باطن مُرید

اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

---

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ ہفت گاو۔ اُس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں دراصل سات شیر تھے۔ جس بشر بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مُرید کی حیوانی صفات کو کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالے سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو علوی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مُردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ گاوِ تن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کر کے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] ور کشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِ تن۔ لامحالہ جسم فنا ہو گا تو پھر تو شرمندہ ہو گا۔ دربیان۔ حضرت ابراہیمؑ کا مرغ کو ذبح کرنا اِس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیئے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُر فسوس[1] | اے خلیل از بہرِ چہ کُشتی خروس
مکر بھرے کوے کی طرح کب تک بولے گا؟ | اے خلیل اللہ، آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حکمتِ کُشتن چہ بود آخر بگو | تا مُسبّح گردم آں را مُو بمُو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟ | تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمتِ فرماں بگو | تا مُہلّل گردم آں را من بجاں
انھوں نے فرمایا اللہ کا حکم، حکم کی حکمت بتا دیجیے | تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست او و بس شہوت پرست | زاں شرابِ ہرزناکی ازغمست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے | اس زہریلی بیہودہ شراب سے مست ہے

گر نہ بہرِ نسل بودے اے وصی | آدمؑ از ننگش بکردے خود خصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہوتی | حضرت، آدمؑ اس کے عیب کیوجہ سے اپنے کو خصی

گفت ابلیسِ لعیں دادار را | دامِ زفتے خواہم ایں اشکار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا | میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زرّ و سیم[2] و گلّۂ اسپش نمود | کہ بدیں تانی خلائق را ربود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلّہ دکھایا | کہ تو اس سے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لُنج | شد ترنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج
بولا، آفریں ہے اور ترشروئی سے تیوری نکالی | رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش | کرد آں پس ماندہ را حق پیشکش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے | اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں | گفت زیں افزوں دہ اے نعم المعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے | بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیرین و شراباتِ ثمیں | دادش و بس جامۂ ابریشمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات | اور بہت سے ریشمیں کپڑے، اس کو دیئے

گفت یا رب بیش ازیں خواہم مدد | تا ببندم شاں بحبلٍ من مسد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں | تاکہ میں ان کو مونج کی رسی میں باندھ لوں

تا کہ مستانت کہ نر و پُر دلند | مردوار آں بندہا را بگسلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں | اُن بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

[1] فسوس۔ مکر۔ مسبّح۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خدائی حکم کی کیا حکمت تھی۔ تہلیل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرندہ ہے۔ گر نہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لئے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لئے مضبوط جال عنایت کر دے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیئے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یا رب۔ اس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تا بدیں دام و رسنہائے ہوا
تاکہ نفسانیت کے اِس جال اور رسیوں کی وجہ سے

مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ تخت
اے شاہِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں

دامِ[1] مرد انداز حیلت ساز سخت
جو جال، انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو

خمر و چنگ آورد در پیش و نہاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا

نیم خندہ زد بداں شد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُس پر آدھا راضی ہو گیا

سوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اُس نے ازلی (صفت) اضلال کو پیغام دیا

کہ بر آر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنے کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا

نے یکے از بندگانت موسیٰ است
کیا تیرے بندوں میں موسیٰؑ نہیں ہیں؟

پردہا در بحر اُو از گرد بست
انھوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سُو عناں را واکشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی

از تگِ دریا غبارے بر جہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

چونکہ[2] خوبیِ زناں با اُو نمود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا

کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے

پس زد انگشتک بر قص اندر فتاد
تو اس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا

کہ بدہ زُوتر رسیدم بر مراد
کہ بہت جلد دیجیئے، میں مقصد کو پہنچ گیا

چوں بدید آں چشمہائے پر خمار
جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں

کہ کُند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رُخسار کی وہ صفائی

کہ بسوزد چوں سپند ایں دل بر آں
کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے

روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ

گوئیا[3] خور تافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

قد چوں سروِ خراماں در چمن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سروِ خراماں

خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیلی اور گلِ سیوتی جیسا

دید اُو آں غنج برجست اُو سبک
اُس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا

چوں تجلی حق از پردہ تنک
جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی

---

[1] دامِ مرد انداز: شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے جس میں بڑے سے بڑا پہلوان پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کیلئے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو اُس نے نیم راضی ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُضِل کو پکارا کہ فتنے کے سمندر سے گرد اڑا دے۔ تیرے بندے جبکہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہرِ اتم تھے اور انھوں نے کمال دکھایا کہ دریائے نیل میں گرد کے پردے اُڑا دیئے تو مجھے بھی صفتِ مُضِل کا مظہرِ اتم ہونا چاہیئے۔

[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حسن کا نقشہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں برجست اُس کی جزا ہے یعنی ان عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ چشمہائے۔ جیسی عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ نگینہ جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] گویا۔ چہرے کا منظر ایسا تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سروِ خراماں۔ سرو کی

عالمے شد والہ و حیران و دنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا

زاں کرشم وزاں دلال نیک شنگ
اُس کرشمہ اور اُس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ
بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی

سَافِلِیۡنَ وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَکِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ اَفَلَا یَعۡقِلُوۡنَ
طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شده
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کرتے ہیں

ہمچو آدم باز معزول آمده
پھر وہ (حسین) آدم کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعد ہستی نیستی
اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا

گفت جرمت اینکه افزوں زیستی
اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند موکشاں
جبرئیل اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں

کہ بروزیں خلد و زجوقِ خوشاں
کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعد از عز ایں اذلال چیست
اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟

گفت آں داد ست و اینت داوریست
(جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے

جبرئیلا سجده میکردی بجاں
اے جبرئیلؑ! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا

چوں کنوں میرانیم تو از جناں
تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حلّہ می پرّد ز من در امتحاں
(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے

ہمچو برگ از نخل در فصلِ خزاں
جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور کے پتّے

آں رخے کہ تاب او بد ماه وار
وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا

شد بہ پیری ہمچو پشتِ سوسمار
بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہو گیا

واں سر و آں فرقِ گش شعشع شده
وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی

وقتِ پیری ناخوش و اصلع شده
بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ نازانِ رقصانِ چو سناں
وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد

گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
بڑھاپے میں کمان کی طرح دوہرا ہو گیا

برف گشتہ موی ہمچوں پرِ زاغ
کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے

وز تشنج روی گشتہ داغ داغ
اور جھرّیوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

لہ عالمے - اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے - دلال - ناز و انداز - شنگ - شوخ - آدم حسینوں کے زوال پذیر حسن کی یہ کیفیت ہے کہ ان کے شباب کے وقت تمام مخلوق انکو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیئے گئے تھے - گفت - وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے کمال کے بعد زوال - جرمت - اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے - جبرئیلش جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

عہ بعد از عز - وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی - آں داد ست - جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے - جبرئیلا - وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

سہ حلّہ - میں حسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتّوں سے - نخل - عام درخت مراد ہے - سوسمار - گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے - فرق - سر کی مانگ - گش - خوش - شعشع شده - چمکیلی - اصلع - گنجا - سناں - بھالا - معشوق کے قد کو بھالے کی لمبائی سے تشبیہ

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں — زورِ شیرش گشتہ چوں زہرۂ زناں

لالہ کا رنگ زعفران بن گیا — اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شدہ پژمردہ — گرمیِ اعضا شدہ افسردہ

نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی — اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن — می بگیرندش بغل وقتِ شدن

جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا — چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست — ہر یکے زینہا رسولِ مردگیست

یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں — ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے نہ ختم ہونیوالا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق — نیست از پیری ورا نقصان و دق

لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کا ساتھی ہو — بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سستیِ او ہست چوں سستیِ مست — کاندراں سستیش رشکِ رستم ست

اس کی سستی مست کی سی سستی ہے — کیونکہ اس کی سستی پر رستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق — ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق

اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں — اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر — کہ خزانش می کند زیر و زبر

جس کو نور حاصل نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے — اس کو موسمِ خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گل نماند خارہا ماند سیاہ — زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِ کاہ

پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں — پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تا چہ زلت کرد ایں باغ اے خدا — کہ ازو ایں حلّہا گردد جدا

اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی — کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دیدِ خویشتن — زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن

اس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی — اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ او عالم گریست — عالمش می راند از خود جرم چیست؟

وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی — اسکو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ، سرخ پھول ہے۔ زعفران، زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں، عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی، بڑھاپے میں حرارت غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ، جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اُس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں، بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک، جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ سستی، ایسے انسان کے اعضاء کی سستی مست کی سستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد، ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ، جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل، ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور تنکے کی گھاس کی طرح بےجان ہو جاتا ہے۔ تا چہ، اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن، اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے، جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اسکو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس

جرمِ[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست — کرد دعوی کایں حُلل مِلک من ست

غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا — دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

وا ستانیم آنکہ تا داند یقیں — خرمن آنِ ماست خوباں خوشہ چیں

ہم واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آجائے — کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اُسکے خوشہ چین ہیں

تا بداند کاں حُلل عاریہ بُود — پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود

تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا — وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر — ز آفتابِ حُسن کرد ایں سو سفر

اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے — اِس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں اِستارہا — نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا

ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں — اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جایگاہ — ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ

سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا — ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوباں دِنگ — نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ

وہ حُسن، جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا تھا — وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے

شیشہائے[2] رنگ رنگ آں نُور را — می نماید ایں چنیں رنگیں بما

رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو — ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ — نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ

جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے — اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دیگا

خُوی کُن بے شیشہ دیدن نُور را — تا چو شیشہ بشکند نبوُد عمیٰ

نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال — تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی با دانشِ آموختہ — وز چراغِ غیر چشم افروختہ

تو نے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے — اور دوسرے کے چراغ سے تو نے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو چراغِ[3] خویش بر بایدکہ تا — تو بدانی مُستعیری نے فتی

وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ — تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شکر و سعیِ مُجتہد — غم مخور کہ صد چناں بازت دہد

اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش — تو غم نہ کر وہ اُس جیسے سیکڑوں (حُسن) پھر دے دیگا

[1] جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ وا ستانیم۔ ہم اُس حسن کو اِس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حُسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تا بداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حُسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالےٰ کی ایک تجلی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ باز می گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُن کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اِسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کن۔ انسان کو صفاتِ خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تو نے مظاہر کے ذریعہ اُس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] اُو چراغ۔ حضرت حق تعالےٰ اپنی صفتِ حُسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ

ورنکردی شکر اکنوں خوں گری
اگر تونے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئیگا

کہ شدست آں حسن از کافر بری
کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے جلا گیا ہے

اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ
(اللہ تعالے نے) کافروں کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے

اُمَّۃُ الْاِیْمَانِ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے

گم شد از بے شکر خوبی و ہنر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا

کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا

خویشی و بے خویشی و شکر و وداد
اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا

رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اس طرح سے گئیں کہ وہ انکو یاد (بھی) نہ کرے گا

کہ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اے کافراں
اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے

جستن کام ست از ہر کامراں
جستجو کرنا ہر (دنیادار) بامراد کا مقصد ہے

جز اہل شکر و اصحاب وفا
سوائے شکر گذاروں اور باوفا لوگوں کے

کہ مرایشاں راست دولت در قفا
کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟

دولت آیندہ خاصیت دہد
آنیوالی دولت خاصیت دکھاتی ہے

قرض دہ زیں دولت اندر اَقْرِضُوا
تم قرض دو کے سلسلے میں تو اِس دولت کے قرض دے

تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو
تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش
اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کردے

تا کہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش
تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پائے

جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا

کے تواند صیدِ دولت زو گریخت
دولت کا شکار اس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟

خوش کند دلشاں کہ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اللہ تعالیٰ) انکا دل خوش کر دیگا کیونکہ انکے دل کی

رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَھُمْ
انکی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانیکے بعد لوٹا دیا ہے

اے اجل وے ترکِ غارت ساز دہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک!

ہرچہ بُردی زیں شکوراں باز دہ
ان شکر گذاروں کا جو کچھ تونے چھینا ہو واپس دیدے

وادہد ایشاں نہ بپذیرند ہاں
وہ انکو واپس دیگی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرینگے

زانکہ منعم گشتہ اند از رختِ جاں
کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بنگئے ہیں

ف۱ ورنکردی۔ اگر حسن کے زائل پر تو کفر شروع کریگا تو پھر خون کے آنسو بہا رہ عوض شکر گذار کرتا ہے کافر کو نہیں ملتا۔ اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ۔ کافروں کے اعمال رائیگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کر دی ہے۔ گم شدہ۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافر سے اوصافِ حسنہ اس طرح ناداد ہو جاتے ہیں کہ اس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

ف۲ جز زاہل شکر۔ دولتِ رفتہ اور دولتِ آئندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اِقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ کے حکم پر عمل کرا اللہ تجھے بڑا بدلہ دیگا۔ اندکے انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو سخی دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اس کے ہاتھ آئیگی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دیکر انکو خوش کریگا اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے انکو بڑھا کر واپس کردیگا۔

ف۳ اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم دیگا کہ ان شکر گذاروں سے تونے جو چھینا ہے انکو واپس دیدے۔ وادہد۔ موت انکو دنیاوی مال و زندگی دینا چاہیگی وہ اس کو

صوفیم[1] و خرقہا انداختیم — باز نستانیم چوں در باختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اُتار دیے ہیں — جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے

ما عوض دیدیم وانگہ چوں عوض — رفت از ما حاجت و حرص و غرض
ہم نے بدلہ پایا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ — ہم سے فقر و تر اور حرص اور غرض روانہ ہوگئی ہے

ز آبِ شورِ مُہلکے بیروں شدیم — بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
ہم مُہلک کھاری پانی سے باہر آگئے ہیں — شراب اور حوضِ کوثر پر مقیم ہوگئے ہیں

آنچہ کردی اے جہاں با دیگراں — بیوفائی و فن و نازِ گراں
اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کے ساتھ برتی — بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

بر سرت ریزیم ما بہرِ خدا — کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
ہم خدا کے لئے، تیرے سَر پر مارتے ہیں — کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تا بدانی کہ خدائے پاک را — بندگاں ہستند پُر حملہ و مِرا
تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے — حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

سَبلتِ[2] تزویرِ دنیا بر کنند — خیمہ را بر بارویِ نصرت زنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں اُکھاڑ دیتے ہیں — مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند — ویں اسیراں باز بر نصرت زدند
یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں — یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہا ز لطفش حل شدہ — نفسِ کافر ناگہاں بِسمل شدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے — کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

نا اُمیدی[3] رفتہ اُمید آمدہ — گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہوگئی — یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سَر بر آوردند باز از نیستی — کہ ببیں ما را اگر اکمہ نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہوگئے — ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشیدہاست — وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں — جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

زندگی نصیب ہوگی۔ اَکمہ۔ مادر زاد اندھا۔ تابدانی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

[1] صوفیم وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں، ہم گدڑی فنا چکے ہیں اب اُس کو واپس نہ لیں گے۔ ما عوض۔ اب اللہ تعالٰی نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ ز آبِ شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ عنایتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔ تابدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرِکاہ سمجھتے ہیں۔

[2] سَبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفلِ مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات فضلِ خداوندی سے کھل جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بِسمل ہو جاتا ہے

[3] نا اُمیدی۔ فنا سے جو نا اُمیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب اُمید سے بدل گئی اُن کے لئے یہ دنیا پاک جگہ ہوگئی۔ سَر بر آوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی

در عدم ہستی برادر چوں بود ضد اندر ضد چوں مکنوں بود

اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّت بداں کہ عدم آمد امیدِ عابداں

سمجھ لے، وہ مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے عدم میں عبادت گزاروں کی امید ہے

مردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست شاد و خوش نے بر امیدِ نیستی ست؟

وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے کیا وہ عدم کی امید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں ز سوئے نیستی فہم کن گر واقفِ معنیستی

کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جاننے والا ہے

دمبدم از نیستی تو منتظر کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر

تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کرلے

نیست دستوری کشاد ایں راز را ورنہ بغدادے کنم انجاز را

اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانۂ صنعِ حق باشد عدم کہ بر آرد زو عطاہا دمبدم

اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے کیونکہ وہ اس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مبدعِ آمد حق و مبدع آں بود کہ بر آرد فرع بے اصل و سند

اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنے والا ہے اور ایجاد کرنے والا وہ ہوتا ہے جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کردے

مثالِ عالمِ ہست نیست نما و عالمِ نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم ہست را بنمود بر شکلِ عدم

اس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار باد را پوشید و بنمودت غبار

سمندر کو پوشیدہ کردیا ہے، جھاگ کو رونما کردیا ہے ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کردیا ہے

کرنے والا یعنی معدوم کو موجود بنانے والا۔ دنیا در حقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست یعنی عالمِ شہود۔ ہست یعنی عالمِ غیب۔ بحر۔ اس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں ان کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کردیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آتا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

ف۱ در عدم۔ نیستی میں ہستی مضمر کیسے ہو سکتی ہے ابضد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہو سکتی ہیں؟ مکنون پوشیدہ۔ یخرج جو سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ کاشتکار جس نے بیج خرچ کر کے اپنی کوٹھی خالی کرلی وہ اسی پیداوار پر خوش ہے جو... فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

ف۲ دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ جو کچھ اس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد۔ یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ انجاز ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطا یا عنایت کرتا رہتا ہے۔

ف۳ مبدع۔ مبدع ایجاد

چوں منارہ خاک پیچاں در ہوا ۔۔۔ خاک از خود چوں بر آید بر علا

ہوا میں چکراتی ہوئی خاک منارہ کی طرح ہو ۔۔۔ خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل ۔۔۔ باد را نہ جز بتعریف و دلیل

اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے ۔۔۔ ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف ۔۔۔ کف بے دریا ندارد منصرف

تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے ۔۔۔ بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل ۔۔۔ فکر پنہاں آشکارا قال و قیل

تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے سمجھتا ہے ۔۔۔ خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی را اثبات می پنداشتیم ۔۔۔ دیدۂ معدوم بینی داشتیم

ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا ۔۔۔ ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شد پدید ۔۔۔ کے تواند جز خیال و نیست دید؟

وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو ۔۔۔ وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال ۔۔۔ چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال

لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں ۔۔۔ چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر ۔۔۔ چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر

اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا! ۔۔۔ اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا!

آفریں اے اوستادِ سحر باف ۔۔۔ کہ نمودی معرضاں را درد صاف

اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے ۔۔۔ تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نیز دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود ۔۔۔ پیشِ بازرگان و زر گیرند و سود

جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں ۔۔۔ سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں

سیم بربایند زیں گوں پیچ پیچ ۔۔۔ سیم از کف رفتہ و کرباس ہیچ

اس پیچ در پیچ معاملے سے چاندی اڑا لیتے ہیں ۔۔۔ چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم ۔۔۔ کہ از و مہتاب پیمودہ خریم

یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں ۔۔۔ کہ اس کی ناپی ہوئی چاندنی خریدتے ہیں

گئے ہیں۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاندنی کا کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

لے چوں منارہ۔ گرد کا بگولا اٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ باد ہوا نظر نہیں آتی اس کا وجود اس لئے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ خاک میں از خود اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطح آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس لئے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شیونات اور وجود مطلق کا ہے اور وجود مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شیونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

ٹے نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آ رہی ہے۔ ایں عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

سے آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھے

گز کند کرباس پانصد گز شتاب | ساحرانہ اُو ز نورِ ماہتاب

وہ جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے | جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] ستد اُو سیم عمرت اے رہی | سیم شد کرباس نے، کیسہ تہی

اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی | چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہوگئی

قل اعوذت خواند باید کاے احد | ہیں ز نفاثات افغاں وز عقد

تجھے قل اعوذ پڑھنی چاہیے کہ اے خدا! | جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

میدمند اندر گرہ آں ساحرات | الغیاث اے مستغاث از بردمات

وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں | اے فریادرس! اِس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز | کہ زبانِ قول سست است اے عزیز

لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ | اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مرترا ہمرہ سہ اند | آں یکے وافی واں دو غدر مند

دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں | ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران ودیگر رخت و مال | واں سوم وافی ست آں حسن الفعال

ایک دوست ہیں اور دوسرا مال واسباب ہیں | تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید با تو بیروں از قصور | یار آید لیک تا بالینِ گور

مال تو محلوں سے باہر (بھی) نہ نکلے گا | دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] ترا روزِ اجل آید بہ پیش | یار گوید از زبانِ حالِ خویش

جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا | دوست اپنی زبان حال سے کہے گا

تا بدیں جا بیش ہمرہ نیستم | بر سرِ گورت زمانے بلستم

اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں | تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد | کاندر آید با تو در قعرِ لحد

تیرا عمل وفادار ہے اُس میں اپنی پناہ گاہ بنالے | کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لابد من قرین یدفن معک وھو حیٌ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو تیرے ساتھ زندہ

وتدفن معہ وانت میتٌ وان کان کریما اکرمک

دفن ہوگا اور تو مردہ اُس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر

[1] چوں ستد - دنیادار کی عمر ایسی دھوکے میں برباد ہوجاتی ہے، عمر ختم ہوجاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کرپاتا ہے۔ قل اعوذ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔ نفاثات - وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر اُن پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ لیک۔ یہ اعوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ - دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال، نیک عمل اُن میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دینگے نیک عمل وفاداری کریگا اور ساتھ دے گا۔ قصور قصر کی جمع ہے محل، قلعہ۔ بالیں۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا - موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہوجاتے ہیں۔ فعل۔ انسان کے اعمال اِس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں۔ ملتحد۔ جائے پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

وَاِنْ کَانَ لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَ ذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْہُ مَا اسْتَطَعْتَ

کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اُس کی اصلاح کرے

پس پیمبر گفت بہرِ ایں طریق
پیغمبر نے فرمایا ہے، اِس راستہ کے لئے

باوفاتر[1] از عمل نبوَد رفیق
کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بُوَد نیکو ابد یارت شود
اگر وہ نیک ہوگا، ابد تک تیرا دوست ہوگا

ور بُوَد بد در لحد مارت شود
اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہوگا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد
یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں

کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
اے بابا! بغیر اُستاد کے کب کی جاسکتی ہے؟

دُوں تریں کسبے کہ در عالم رَوَد
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے

ہیچ بے ارشادِ استادے بُوَد؟
کبھی اُستاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اوّلش[2] علم ست وانگاہے عمل
اُس پیشہ کی ابتداء جاننا پھر عمل کرنا ہے

تا دہد بر بعدِ مُہلت تا اجل
تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحِرَفِ یَا ذَا النُّہٰی
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو

مِنْ کَرِیْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَھْلِھَا
کسی شریف نیک سے جو اُن کا اہل ہو

اُطْلُبِ الدُّرَّ اَخِیْ وَسْطَ الصَّدَفْ
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر

وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ
اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَّاَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنْصِفُوْا
اگر تم نصیحت کرنیوالوں کو دیکھو خاموشی سے سُنو

بَادِرُوا التَّعْلِیْمَ لَا تَسْتَنْکِفُوْا
تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

دَرد باغی گر خَلَق پوشید مرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا

خواجگیِ خواجہ را آں کم نہ کرد
اُس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ[3] دم آہنگر ار پوشید دَلق
اگر بھٹی، دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی

احتشامِ اُو نشد کم پیشِ خلق
تو لوگوں کے سامنے اُس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن ز تن
تو تکبر کا لباس جسم سے اُتار دے

ملبسِ ذُل پوش در آموختن
سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست
تو علم سیکھتا ہے تو اُس کا طریقہ زبانی ہے

حرف آموزی طریقش فعلی ست
دستکاری سیکھتا ہے تو اُس کا طریقہ عملی ہے

---

[1] باوفاتر۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بُود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بد عمل اسکے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی کو شیخ بنالے۔ اِرشاد۔ راہنمائی۔

[2] اوّلش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے پیشے۔ ذَا النُّہٰی۔ عقلمند۔ صدف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت اُس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خَلَق۔ پرانا کپڑا۔

[3] وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس۔ جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور مسکنت کا لباس اختیار کرنا چاہیے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر[1] خواہی آں بصحبت قائم ست / نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے / نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوارست در جانِ رجال / نے زراہِ دفتر و نے قیل و قال

انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے / (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستے نہ گفتگو سے

دانشِ آں را ستاند جاں زجاں / نے زراہِ دفتر و نے از زباں

اس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے / نہ کتاب کے راستے سے اور نہ زبان سے

در دلِ سالک اگر ہست آں رموز / رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں / (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تا[2] دلش را شرح آں سازد ضیا / پس الم نشرح بفرماید خدا

جب تک کہ اُسکے دل کیلئے نور اسکی تشریح نہ کردے / پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولدیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم / شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اُسکی شرح عنایت کردی ہے / ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

تو[3] ہنوز از خارج آں را طالبی / محلبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے / تو خود دودھ کی جگہ ہو تو دوسروں سے دودھ کیوں چاہتا ہے؟

چشمۂ شیرست در تو بے کنار / تو چرا می شیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے / تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر / ننگ دار از آب جستن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے / حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ الم نشرح نہ شرحت ہست باز / چوں شدی تو شرح جو و کدیہ ساز

کیا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر / تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

در نگر در شرحِ دل در اندروں / تا نیاید طعنۂ لا یبصرون

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے / تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل وھو معکم اینما کنتم

اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

[1] فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔۔۔ دانش انوار۔ انوارِ الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کرسکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ دل سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ اُن اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

[2] تا دلش۔ جب سالک کے لئے نورِ خداوندی ان۔۔۔ اشاروں کی تشریح کردیتا ہے تو اللہ کی جانب سے الم نشرح والی بشارت ملتی ہے۔۔۔ الم نشرح۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لئے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کردیا" یعنی ہم نے وہ نور عنایت کردیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ الم نشرح میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کردی ہے۔

[3] تو ہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوھنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ الم نشرح۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ درنگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اگر اُسمیں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لا یبصرون "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگیگا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یک[1] سبد پُر ناں تُرا بر فرقِ سَر
روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے

تو ہمی خواہی لبِ ناں دربدر
تو روٹی کا ٹکڑا دربدر مانگتا ہے

در سَرِ خود پیچ و ہل خیرہ سَری
اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ

رَو درِ دل زن چرا بر ہر دری
جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو
تو ران تک نہر کے پانی میں ہے

غافل از خود زین و آں تو آبجو
تو خود سے غافل ہے اِس اور اُس سے پانی کا جویا ہے

بر سَرت نانست پایت اندر آب
تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے

وز عطش وز جوع گشتستی خراب
اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آب با مدد
آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی

چشمہا را پیش سد و خلف سد
چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے

اسپ[2] زیرِ راں و فارس اسپ جُو
گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے

چیست ایں گفت اسپ ولیکن اسپ کو
یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہیں نہ اسپ است ایں بزیرِ تو پدید
ہیں! تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے

گفت آرے لیک اسپِ خود کہ دید
وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

مستِ آن و پیش رُوی اوست آں
وہ اسپر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہو

اندر آب و بیخبر ز آبِ رواں
وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

مستِ چیز و پیش رُوی اوست چیز
وہ ایک چیز پر عاشق ہو اور چیز اسکے منہ کے سامنے ہو

بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز
وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

چون[3] گوہر در بحر گوید بحر کو
جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟

واں خیالِ چوں صدف دیوارِ او
وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

گفتنِ آں کو حجابش میشود
اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اُس کا پردہ بنتا ہو

ابرِ تابِ آفتابش میشود
(اور) سورج کی چمک اُس کیلئے ابر بنجاتی ہے

بندِ چشمِ اوست ہم چشمِ بدش
اُس کی بُری آنکھ بھی اُس کی آنکھ کا پردہ ہے

عینِ رفعِ سدِ او گشتہ سدش
بعینہٖ دیوار کا ہٹانا اُس کے لئے دیوار بنگیا

پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کیلئے سیپ سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں گفتنِ آں۔ مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کے آفتاب کی چمک اُس کیلئے ابر بنجاتی ہے بندِ چشم۔ اُسکی غلط نظر خود اُسکی آنکھ کا پردہ بنی آنکھ جو

[1] یک سبد۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حائل ہے تو اب بس اُسکے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیئے۔ سبد۔ ٹوکری۔ درِ دل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر دربدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سر پر ہو اور وہ دربدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہو اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[2] اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہیں۔ اُس گھوڑے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ مست۔ وہ گھوڑے کی کوشش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اِس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہو اور اُس سے بیخبر بھی ہو۔

[3] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور

بندِ گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو — ہوش باحق دار اے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہو گیا — اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی بر جہات — می نیرزد تَرَّہ آں تُرّہات

تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کر دیا ہے — وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ مِّنْهَا اَهْلَكَهٗ

آنحضورؐ کے اِس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنا لیا اللہ تعالیٰ اسکے سارے غموں کیلئے کافی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُش را می کشد ہر بیخ و خار — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے ثمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے — پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہا را میکشد آں خس گیاہ — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے اِلٰہ

پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے — تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بکن آں شاخِ بد را خو کنش — آب دِہ ایں شاخِ خوش را نو کنش

خبردار! اِس گندی شاخ کو کاٹ دے (اور) اسکو دور کر دے — اِس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر دو سبزند ایں زماں آخر نگر — کیں شود باطل ازاں رُوید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ — یہ خراب ہو جائے گی، اُس سے پھل پیدا ہونگے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام — فرق را آخر بہ بینی والسلام

باغ کا پانی اِس کیلئے حلال، اُسکے لئے حرام ہے — تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُود؟ آب دہ اشجار را — ظلم چہ بُود؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش — نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے — نہ کہ ہر جڑ کو پانی دینا جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُود؟ وضعِ در ناموضعے — کہ نباشد جز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا — جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق را بجان و عقل دہ — نے بہ طبعِ پُر زَحِیر و پُر گِرہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے — نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

لہ بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان خود اُس کو بہرا بنا دیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت دہشت زدہ۔ ترہات۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیے۔

ٹہ ہموم۔ ہم کی جمع ہے آنیوالے کام کا غم و فکر۔ آبِ ہش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہو جائیگا یعنی انسان دنیاوی فکروں سے بچیگا تو آخرت کی فکر میں لگیگا۔

ٹہ ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھلدار درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے۔ در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے۔ ظلم کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روحِ انسانی کی تربیت کرنی چاہیے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بارِ کُن بیگارِ غم را بر تنت ۔۔۔ بر دل و جاں کم نہ کآنجاں کندنت

غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر ۔۔۔ دل اور جان پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی کر

بر سرِ عیسیٰؑ نہادہ تنگِ بار ۔۔۔ خر سکیزہ میزند در مرغزار

بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے ۔۔۔ گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست ۔۔۔ کارِ دل را جستن از تن شرط نیست

سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے ۔۔۔ دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گر دلی رو ناز کُن خواری مکش ۔۔۔ ور تنی شکر منوش و زہر چش

اگر تو (مجسّم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا ۔۔۔ اگر تو (مجسّم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بد ۔۔۔ تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد

جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے ۔۔۔ جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کنش ۔۔۔ ور بروید ہیں توا ز بُن بر کنش

جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُسکو گھٹا ۔۔۔ اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اکھاڑ دے

ورنہ حمّالِ حطب باشی حطب ۔۔۔ در دو عالم ہمچو جفتِ بولہب

ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہوگا ۔۔۔ دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

از حطب بشناس شاخِ سدرہ را ۔۔۔ گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتیٰ

سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے ۔۔۔ اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نار و دخاں ۔۔۔ اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں

اِس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے ۔۔۔ اُس شاخ کی جڑ، ساتواں آسمان (پر) ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حس ۔۔۔ کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حس

یہ حِس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں ۔۔۔ کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل ۔۔۔ جہد کن پیشِ دل آ جہد المقل

دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے ۔۔۔ کوشش کر نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے

ور نداری پا بجنباں خویش را ۔۔۔ تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را

تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے ۔۔۔ تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئیگا۔ ور نداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی ہر صورت کوشش کرنی چاہئے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

سلہ بار کُن۔ دنیاوی محصول کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہونچنے دو۔ بر سرِ عیسیٰ۔ روح حضرت عیسیٰ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰ ہے، بوجھ گدھے پر لادنا چاہئے نہ کہ عیسیٰ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰ پر بوجھ لدا ہوا ہو اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سُرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سُرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔

سلہ گر دلی۔ اگر تو مجسّم روح و قلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسّم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لئے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو ختم کرنا چاہئے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمّالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانیوالی۔

سلہ از حطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کرے۔ اصل۔ اس جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھ کی

کایں تحرک شد تبرک را کلید | ورز تحرک[1] گردی اے دل مستفید

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے | اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٔ ایں رباعی

اس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند | ور نیست شوی بہستیت بگرایند

اگر تو راہِ طریقت پر چلیگا تیرے لئے راستہ کھول دینگے | اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے

ور پست شوی نگنجی اندر عالم | وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند

اگر تو پست ہو جائے تو (عالم میں نہ سمائے گا) | اس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھا دینگے

گرز لیخا[2] بست درہا ہر طرف | یافت یوسفؑ ہم ز جنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے | یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پالی

چوں توکل کرد یوسفؑ برجہید | باز شد قفل و در و رہ شد پدید

جب یوسفؑ نے توکل کیا (اور) کودے | دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید | خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے | یوسفؑ کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہیے

تا کشاید قفل و رہ پیدا شود | سوئے بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے | لامکاں کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن | ہیچ می بینی طریقِ آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا | کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

تو ز جائے آمدی وز موطنے | آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا | تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گر ندانی تا نگوئی راہ نیست | زیں رہِ بے راہ ما را رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے | ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے

میروی در خواب شاداں چپ و راست | ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے | تو کچھ جانتا ہے کہ اس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

تو بہ بند آں چشم و خود تسلیم کن | خویش را بینی دراں شہرِ کہن

تو اس آنکھ کو بند کرلے اور خود کو سپرد کر دے | تو اپنے آپ کو اس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[1] ورز تحرک۔ برائی سے حتی المقدور بچنا مفید ہے۔ گر راہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ ور پست۔ انسان جس قدر کسرِ نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گرز لیخا۔ حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کئے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لئے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آرہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا راستہ پالیتا ہے۔

[3] آمدی۔ انسان عالمِ بالا سے جس راستہ سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستہ سے عالمِ بالا تک جا بھی سکتا ہے بشرطیکہ تو ز جائے۔ انسان عالمِ بالا سے آیا ہے اور اس کو کسی کا راستہ معلوم نہیں ہے... گر ندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اس راستہ کا انکار کر کے اسی راستہ سے واپس جانا ہے۔ میروی۔ انسان خواب میں آگے کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے۔ تو بہ بند۔ انسان کو جسمانی آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالہ کرنا

چشم[1] چوں بندی کہ صد چشم و خمار — بندِ چشم تست ایں سُو از غرار

تو آنکھ کیسے بند کریگا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ — غفلت کی وجہ سے اس جانب کیلئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں

چار چشمی تو ز عشقِ مُشتری — بر امیدِ مہتری و سروری

تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے — بڑائی اور سرداری کی امید پر

گر بخسپی مُشتری بینی بخواب — چغدِ بد کے خواب بیند جز خراب

اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے — منحوس چغد ویرانہ کے سوا کب دیکھتا ہے؟

مُشتری[2] خواہی بہر دم پیچ پیچ — تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ

تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے — تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر ترا نانے بُدے یا چاشتے — از خریداراں فراغت داشتے

اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا — تُو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

گر درانباں مر ترا نانے بُدے — از خریداراں دلت فارغ شُدے

اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی — تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعویٔ پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ با غیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگرچہ دراں گفتن مامور باشند

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعوٰی کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھا لیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نا اہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگرچہ وہ اس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[3] یکے می گفت من پیغمبرم — وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم

ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں — اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں

گردنش بستند و بُردندش بشاہ — کایں ہمی گوید رسولم از آلہ

لوگوں نے اُس کی گردن باندھی اور اُسکو بادشاہ کے سامنے لے گئے — کہ یہ کہتا ہے، کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

دیتا تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنٰی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

[1] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کرے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کر دی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلّو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[2] مُشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُنکے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پلے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[3] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے افلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعوٰی کیا تاکہ اُس کے ذریعہ کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنٰی ہو سکتے تھے ایک معنٰی نبوت کے دعوے پر محمول ہو سکتے تھے دوسرے معنٰی کا نبوت سے کوئی تعلق

خَلق بر وے جمع چوں مور و ملخ ۔۔۔ کہ چہ مکرست و چہ تزویر و چہ فخ[1]
لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے ۔۔۔ کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم ۔۔۔ ما ہمہ پیغمبریم و محتشم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے ۔۔۔ تو ہم سب پیغمبر اور معتزز ہیں

ما ازانجا آمدیم اینجا غریب ۔۔۔ تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
ہم اُس جگہ سے آئے ہیں۔ یہاں مسافر ہیں ۔۔۔ اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہوگا!

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول ۔۔۔ کاے گروہِ کور و نادان و فضول
اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا ۔۔۔ کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا ۔۔۔ بیخبر اینجا رسیدید از عمیٰ
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے ۔۔۔ تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آگئے ہو

ہمچو[2] طفلِ خُفتہ ایں جا آمدید ۔۔۔ بیخبر از راہ و از منزل بُدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آگئے ہو ۔۔۔ تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خُفتہ بگذشتید و مست ۔۔۔ بیخبر از راہ و از بالا و پست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گذر گئے ۔۔۔ راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش ۔۔۔ از ورائے پنج و شش تا پنج و شش
ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے ۔۔۔ بغیر پانچ اور چھ کی (مدد) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس ۔۔۔ چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا ۔۔۔ راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بنکر

شاہ[3] را گفتند اشکنجش بکُن ۔۔۔ تا نگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اسکو شکنجہ میں ڈالدیجئے ۔۔۔ تاکہ اس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف ۔۔۔ کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
شاہ نے اُس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا ۔۔۔ کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائیگا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن ۔۔۔ کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن
اُس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے ۔۔۔ کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہوگیا ہے

لیک با اُو گویم از راہِ خوشی ۔۔۔ کہ چرا داری تو لافِ سرکشی
لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا ۔۔۔ کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

[1] فخ۔ جال۔ گر رسول۔ یعنی مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے مُلکِ عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ما ازانجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی مُلکِ عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بیشک تم بھی مُلکِ عدم سے آئے ہو۔ لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ نہ تمھیں راستہ کا پتہ چلا نہ منزل کا۔

[2] ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچّے کی طرح مُلکِ عدم سے راستہ طے کرکے دنیا میں آئے ہو۔ ما بہ بیداری۔ میں مُلکِ عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاوز۔ راہبر۔

[3] شاہ۔ لوگوں نے شاہ سے اُس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کر سکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار
کیونکہ اِس جگہ سختی کار آمد نہ ہوگی

کہ بنرمی سر کند از غار مار[1]
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مردماں را دور کرد از گردِ وے
لوگوں کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا

شہ لطیفے بود و نرمی وردِ وے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اس کو بٹھایا، پھر اس سے وطن پوچھا

کہ کجا داری معاش و ملتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دار السّلام
اس نے کہا، اے بادشاہ! میں دار السّلام کا ہوں

آمدہ زانجا بدیں دار الملام
اس جگہ سے اِس ملامت کے گھر میں آگیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے

خانہ کے کرد ست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ از رُوے لاغش گفت باز[2]
بادشاہ نے مذاق میں پھر اُس سے کہا

کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا ہے

اشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟

کہ چنیں سرمستی و پرلاف و باد
کہ تو اِس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بُدے خشک و تری
اُسنے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی

کے کنم من دعویِ پیغمبری
میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

دعویِ پیغمبری با ایں گروہ
اِس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا

ہمچناں باشد کہ دل جستن زکوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] ز کوہ و سنگ عقل و دل نجست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں کی ہے

فہم و ضبطِ نکتۂ مشکل نجست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اُس کو دُھرا دیتا ہے، کہ وہی

میکند افسوس چوں مستہزیاں
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اُڑانیوالے

از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (خداوندی)

از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے؟

گر تو پیغامِ زنے آری و زر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا

پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سَر
تیرے سامنے سب چاندی اور سَر رکھ دیں گے

---

[1] کہ بنرمی۔ یعنی بجائے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا دار السّلام سے دار الملام میں آیا ہوں.... دار السّلام۔ سلامتی کا گھر، عالمِ بالا۔ دار الملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

[2] پادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعویٰ۔ اِن لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

[3] کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھیں گے ہرچہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشت آواز سے تمہارا مذاق ہی اُڑائے گا۔ از کجا۔ یہی حال اِس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے اِن کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر اُن کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

کہ فلاں جا شاہدے می خواندت[1] — عاشق آمد بر تو و می داندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے — وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد — کہ بیا سوئے خدا اے نیک عہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے — کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آجا

از جہانِ مرگ سوئے برگ رو — چوں بقا ممکن بود فانی مشو
موت کی دنیا سے ساز و سامان کے عالم کی جانب چل — جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصدِ خونِ تو کنند و جان و سر — نز[2] برائے حمیتِ دین و ہنر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے — ہنر مندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بر خانماں — تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے — اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سببِ عداوتِ عام و بیگانہ زیستن ایشان با اولیائے خدا کہ بحق
عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ

شان میخوانند و با آبِ حیاتِ ابدی ارشاد می نمایند
اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہیں اور ہمیشگی کے آبِ حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریشِ خر چفسیدہ سخت — چونکہ خواہی بر کنی ز و لخت لخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے — جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد — حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا — خوش نصیب ہے وہ شخص جو اُس سے بچ گیا

خاصہ[3] پنجہ ریش و ہر جا خرقہ — بر سرش چفسیدہ در زخم غرقہ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی — پیپ کی، نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقہ و ایں حرص ریش — حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے — جس کو زیادہ حرص ہو گی اُسکے زخم زیادہ ہوں گے

خانمانِ چغد ویران ست و بس — نشنود اوصافِ بغداد و طبس
چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے — وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی ز راہ — صد خبر آرد بدیں چغدان ز شاہ
اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے — ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سُنائے

[1] کہ فلاں۔ اگر ان کو یہ پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے وہ تم پر عاشق ہے اور تمہیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انھیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ از جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

[2] نز۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لئے رد کرتے ہیں اور ان کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور ان کی شال اس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لئے اگر کوئی شخص اس کے پھاہے اکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

[3] خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھاہے اُن پر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص اُنکے زخم ہیں اور گھر بار اُن زخموں کے پھاہے ہیں۔ چغد۔ اُلو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائیگا تو وہ کبھی سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر اُلو کو اللہ کی باتیں سناتا ہو تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دار الملک و باغستان و جو — پس بر و افسوس دارد ہر عدو

دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل — تو پھر دشمن اُس کا مذاق اڑائے گا

کہ چہ[۱] باز آورد افسانہ کہن — کز گزاف و لاف میبافد سخن

کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا — کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد — ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند

پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں — ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مُردگانِ کہنہ را جاں میدہد — تاجِ عقل و نورِ ایماں میدہد

پرانے مُردوں کو جان عطا کر دیتی ہے — عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مدزد از دلربائے روح بخش — کہ سوارت میکند بر پشتِ رخش

روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا — کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کردیگا

سر مدزد[۲] از سرفرازِ تاج دہ — کو ز پائے دل کشاید صد گرہ

سربلند کرنیوالے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا — کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولدیگا

با کہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو — سوئے آبِ زندگی پوئندہ کو

کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟ — آبِ حیات کی جانب دوڑنیوالا کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی ز عشق — تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

تو ایک ذلت کیوجہ سے عشق سے بھاگ جانیوالا ہے — تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و استکبار ہست — عشق با صد ناز می آید بدست

[۳] عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں — عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

عشق چوں وافی ست وافی میخرد — در حریفِ بیوفا می ننگرد

عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے — بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد — بیخ را تیمار می باید بجہد

انسان درخت کی طرح ہے اور وفا، عہد جڑ ہے — جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے

عہدِ فاسد بیخِ بوسیدہ بود — وز ثمار و لطف ببریدہ بود

خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے — اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہوگیا ہو۔

[۱] کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنا دیتی ہیں۔ مُردگاں۔ جن لوگوں کے دل مُردہ ہو چکے ہیں یہ باتیں انکو نئی زندگی بخشدیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کر دیتی ہیں۔ دل مدزد۔ اُس دلربا کی اِن باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دیدیگا۔

[۲] سر مدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنا دیگا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ با کہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑ جائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے [illegible] عشق کا نام سُنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے

[۳] عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفاداری کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسان کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہد فاسد

شاخ[1] و برگِ نخل اگرچہ سبز بود | با فسادِ بیخ سبزی نیست سود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں | جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ور ندارد برگِ سبز و بیخ ہست | عاقبت بیروں کند صد برگ دست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے | انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرّہ بعلمش عہد جو | علم چوں قشرست عہدش مغز او
تو اُس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر | علم چھلکا جیسا ہے اُس کا عہد اُس کا مغز ہے

در بیان[2] آنکہ مردِ بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثرِ دولت نیکوکاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانع خیر گردد از حسد

اِس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع بنجاتا ہے

ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد

کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ

کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود | تو چو شیطانے شوی آنجا حسود
جب تو وفا داروں کو سود مند دیکھتا ہے | تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بنجاتا ہے

ہر کرا باشد مزاج و طبع سست | او نخواہد ہیچکس را تندرست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو | وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا | از درِ دعوے بدرگاہِ وفا
اگر تو شیطانی کا ساحسد نہیں کرنا چاہتا ہے تو آجا | دعوے کے دعاوے سے ہٹ کر، وفا کی درگاہ میں

چوں[3] وفایت نیست بارے دم مزن | کایں سخن دعویست اغلب ما و من
جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا نام نہ لے | کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغزہاست | در خموشی مغزِ جاں را صد نماست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے | چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زباں شد خرج مغز | خرج کم کن تا بماند مغز نغز
جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہوگیا | خرچ نہ کر۔ تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

---

[1] شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اُسکے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ ور ندارد اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آجائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اُسمیں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

[2] در بیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہو تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں یہی حال ابوجہل کا تھا آنحضور کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وافیان۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہو۔ ہر کرا جس کا سب کو تنگ کتا دیکھنا چاہتا ہے۔ گر نخواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے

[3] چوں۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اُسکو خاموش رہنا چاہئے اسلئے کہ اِس صورت میں اُسکے دعوے میں دو برائیاں ہونگی ایک بیوفائی دوسرے دروغگوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی۔ جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اُسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔ چوں بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہو تو اُسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔

مردِ کم گوینده را فکریست زفت[1]
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے

قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہوگیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز
چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا

پوست کمتر شد فزوں شد مغزِ نغز
چھلکا گھٹا، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہر سہ ز خامی رستہ را
ان تینوں پکے ہوؤں کو دیکھ لے

جوز را و لوز را و پستہ را
اخروٹ کو اور بادام کو اور پستے کو

ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے

کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود
کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا
جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی

از کرم عہدت نگہدارد خدا
عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدۂ
اللہ تعالیٰ کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کرلی ہو

اُذْکُرُوا اَذْکُرْکُمْ[2] نشنیدۂ
"تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اَوْفُوْا بِعَہْدِیْ گوش دار
کان لگا "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن

تا کہ اُوْفِ عَہْدَکُمْ آید ز یار
تاکہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کروں گا" کی بخشش

عہد و قرضِ ما چہ باشد اے حزیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟

ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں
(ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں را زاں فروغ و لمتری[3]
اس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے

نے خداوندِ زمیں را تانگری
نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے

کہ تو دادی اصل ایں را از عدم
کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں
میں نے کھا لیا اور ایک دانہ نشانی کیلئے لے آیا ہوں

کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں
کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیجے

پس دعائے خشک ہل اے نیکبخت
اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے

کہ فشاند دانہ می خواہد درخت
جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گر نہ داری دانہ ایزد زاں دعا
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا

بخشدت نخلے کہ نِعْمَ مَا سَعٰی
تجھے کھجور عنایت کردے گا کیونکہ اس نے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

[1] زفت: وزنی۔ اصل خیال مغز ہے اور اس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے ان کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر کہ۔ گنہگار شیطان صفت ہو جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عہد الست یا ذوالنعش کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا رکھتا ہے۔

[2] اُذْکُرُوْا۔ قرآن پاک میں ہے اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔ اَوْفُوْا قرآن پاک میں ہے اَوْفُوْا بِعَہْدِیْ اُوْفِ بِعَہْدِکُمْ۔ تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمہارے عہد کی وفا کروں گا۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے یا جو اس کو قرض دیتے ہیں اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں بلکہ ہمارا فائدہ ہے۔

[3] لمتری۔ مثایا۔ تانگری۔ تونگری، مالداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرمادیا مجھے اسی قسم کا غلہ عطا فرمائے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی نعمت مجھے اور دیجئے۔ دعائے خشک یعنی عمل سے خالی دعا خراب ہے اس سے درخت

نہ اُگے گا۔ گر نہ داری یعنی عمل کے ساتھ دعا کرنا بہتر نہیں تو دردے دعا کر اس دعا سے مقصود حاصل ہو جائیگا۔

همچو مریمؑ درد بودش دانۂ | سبز کرد آں نخل را صاحب فنے

جس طرح کہ حضرت مریمؑ کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا | صاحب تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کردیا

زانکہ وافی بود آں خاتونِ راد | بے مرادش داد یزداں صد مراد

کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں | اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں

آں جماعت را کہ وافی بودہ اند | بر ہمہ اصنافِ شاں افزودہ اند

جو لوگ وفادار ہوتے ہیں | تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دیدی گئی ہے

گشت دریاہا مُسخّر پردازِ شاں | صحن میدانہا نتاند رازِ شاں

دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں | میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ سما سکی

گشت دریاہا مسخّرِ شان و کوہ | چار عنصر نیز بندہ آں گروہ

دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے | اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے

ایں خود اکرامیست از بہرِ نشاں[2] | تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں

یہ دکھلانے کے لئے اکرام ہے | تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کراماتہائے پنہاں شاں کہ آں | در نیاید در حواس و در بیاں

اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ | حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد | دائماً نے منقطع نے مُسترد

وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں | مُسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مُسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم | ہست آں بخشندہ صاحب کرم

بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں | وہ عطا کرنے والا کریم ہے

در مناجات
دُعا

اے دہندہ[3] قوت و تمکین و ثبات | خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات

اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنیوالے | مخلوق کو اِس ناپائیداری سے نجات دیدے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست | قائمی دہ نفس را کہ مُنثنی ست

اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے | نفس کو ٹکاؤ عنایت کردے وہ پلٹ جانیوالا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات | قائمی دہ نفس را بخشش حیات

وہ کام جو پائیدار ہو | نفس کو ٹکاؤ دے، اُس کو زندگی بخش

لہ ہمچو مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اُس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سب افضل ہیں۔ حضرت حضرت موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر۔ مختلف جگہ بتادیا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

۲ے ایں خود۔ معجزے بعض لوگوں کو دکھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ آں کراماتہائے لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین، اتباعِ سنت وغیرہ۔

۳ے اے دہندہ چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر کیا تھا تو مولانا نے اس کے لئے دعا شروع کردی ہے..... بے ثباتی یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے اُن میں اِس منحرف ہوجانیوالے نفس کو پائیداری عطا کردے۔

صبر شاں بخش و کفۂ[1] میزاں گراں
اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا

وارہاں شاں از دمِ صوزگراں
بھیڑیوں سے اُن کو نجات دے

وز حسودی بازشاں خر اے کریم
اے کریم! اُن کو حسد سے بچالے

تا نباشد از حسد دیوِ رجیم
تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں

چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کہ لشکر کشی کرتے ہیں

از حسد خویشانِ خود را میکشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لعبتانِ پر قذر
گندی گڑیوں کے عاشق

کردہ قصدِ خون و جانِ یک دگر
ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے رہیں

ویس و رامیں خسرو شیریں بخواں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں کا قصہ پڑھ لے

تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
اِن احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تا فنا شد[2] عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا

کہ نہ چیزند و ہوا شاں ہم نہ چیز
کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک الٰہی کہ عدم برہم زند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بکھیر دیتا ہو

مر عدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسدہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں

نیست را و ہست را مضطر کند
معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تراند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنیوالی ہیں

از حسد دو ضرّہ خود را می خورند
حسد کی وجہ سے دو سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تا کہ[3] مردانے کہ خود سنگیں دل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں

از حسد اندر کدامیں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گر نکردے شرع افسونِ لطیف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی

بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شر رائے زند
شریعت شر کو رفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہو

دیو را در شیشۂ حجت کند
بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

---

[1] کفۂ۔ ترازو کا پلڑا یعنی عمل ترازو کا پلڑا جو قیامت میں اعمال کو تولنے کیلئے قائم کی جائے گی۔ صوزگلاں۔ بھیڑیئے یعنی چوٹے پیروز۔ از حسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ در نعیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور نجس چیز کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں، عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس یعنی معشوقہ کے عاشق رامیں نے رقیبوں کو قتل کیا۔ خسرو شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروایا۔

[2] تا فنا شد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوق کو فنا کر دیتا ہے فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ در دل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اُسکے دل میں حسد سر ابھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

[3] تا کہ مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگاؤ۔ افسون۔ منتر یعنی قصاص اور بدلے کا حکم شرع مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ

از گواه و از یمین و از نکول[۵۱]
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ
تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آجائے

مثلِ میزانے کہ خوش در دو ضد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہیں
جمع می آید یقیں در ہزل و جد
یقیناً متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ
کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے رہائی پا جاتے ہیں

گر ترازو نبود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے
کے رہد از وہمِ حیف و اختیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

پس دریں مردارِ زشتِ بے وفا
تو اس مردار، بری بے وفا (دنیا) میں
ایں ہمہ رشک ست و خصمی و جفا
یہ سارا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے

پس[۵۲] دراں اقبال و دولت چوں بود
تو اس (آخرت) میں اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا
چوں شود جنی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

آں شیاطیں خود حسودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں
یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں
از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

از نبی بر خواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان
گشتہ اند از مسخِ حق با دیو جنس
اللہ (تعالیٰ) کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بن گئے ہیں

دیو چوں عاجز شود از افتناں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں ڈالنے سے عاجز آجاتا ہے
استعانت جوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

کہ[۵۳] شما یارید با ما یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو
جانبِ مائید جانب داریے
ہمارے جانب دار ہو، جانبداری کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں
ہر دو گوں شیطاں بر آید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

ور کسے جاں برد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہو گیا
نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

---

۵۱ از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کیلئے اُس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول۔ قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کرتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کیلئے اسی طرح باعثِ اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعثِ اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ اختیال۔ حیلہ گری۔

۵۲ پس جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگالو۔ آں شیاطین۔ شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبی۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آجاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے۔ افتناں۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

۵۳ کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اس پر خوش ہوتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے

هر دو می خایند دندانِ حسد ﴿۵۱﴾ — بر کسے کہ داد ادیب اُو را خرد

دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں — اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھادی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مُدّعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد وثابت شود با او چہ باشد کہ کسے را بخشد ویا بصحبت وخدمتِ اُو چہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اس کی صحبت وخدمت سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست — یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اب بہتیری (؟) وحی سے فائدہ کیا ہے؟ — یا جو نبی ہے اُس کو کیا ملتا ہے؟

یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن — غیرِ ایں نصحِ زباں کُن یا مکُن

یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ — سوائے اس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش — وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش

اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ — اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُسکو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشد — یا چہ دولت ماند کو واصل نشد

اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ — یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم ﴿۵۲﴾ ایں وحیِ نبی گنجور نیست — ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست

میں نے مانا، کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے — پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوْحَی الرَّبُّ اِلَی النَّحْل آمد است — خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است

چونکہ اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی ہے نازل ہوا ہے — اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو ﴿۵۳﴾ بنورِ وحیِ حق عزّ و جل — کرد عالم را پُر از شمع و عسل

اُس نے اللہ عزّ وجل کی وحی کے نور سے — دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کَرَّمْنَا ست بالا می رود — وحیش از زنبور کے کمتر بود

یہ جو کہ ہم نے عزت بخشی ہے اونچا جاتا ہے — اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہوگی؟

گھر بنائیں ﴿۵۳﴾ اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کَرَّمْنَا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔"

﴿۵۱﴾ ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غضبناک ہوتے ہیں۔ پرسیدن۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحب وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟۔ بارے۔ بمعنی اب یا بار بمعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیداوار آمدنی کی یا کسی ریش (؟) اور اور نہیں۔۔۔ وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحب وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

﴿۵۲﴾ گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو۔ دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مُراد لئے ہیں۔ اَوْحٰی۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ "اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور اُن سب چیزوں سے جن سے وہ چھپریاں بناتے ہیں"

نے تو اَعطَینَاکَ کوثرؔ خواندہ — پس چرا خشکی و تشنہ ماندہ

کیا تو نے، ہم نے تجھے کوثر دی ہے، نہیں پڑھا ہے! — پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟

یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل — بر تو خوں گشت ست ناخوش اے علیل

یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ — اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدو — کو ندارد آبِ کوثر در کدو

توبہ کرلے، (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا — جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہر کہ را دیدی ز کوثر سرخرو — او محمدؐ خوست با او گیر خو

تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے — وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر

تا اَحَبَّ اللہ آئی در حسیب — کز درختِ احمدی با اوست سیب

تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آجائے — کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہر کرا دیدی ز کوثر خشک لب — دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب

تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے — اس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ او بوجہل شد یا بولہب — دور شو زو تا نیفتی در کرب

کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے — تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تو — کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو

خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو — کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر — کہ شد او بیزار اوّل از پدر

اے بیٹا! (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے — کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تاکہ اَبغَضَ لِلّٰہ آئی پیشِ حق — تا نگیرد بر تو رشکِ عشق دق

تاکہ تو اللہ کے سامنے "اس نے خدا کیلئے بغض کیا" بنے — تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تا نخوانی لا و اِلَّا اللہ را — در نیابی منہجِ ایں راہ را

جب تک تو "لا" اور "الا اللہ" نہ پڑھے گا — اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوقِ خود بر می شمرد خدمتہائے

اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

۵۱ کوثر۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَر۔ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اُس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لئے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لئے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اُس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اُس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہر کہ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اُس کی عادت اختیار کرو۔ احب۔ حدیث شریف میں ہے مَن اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ استَکمَلَ الاِیمَان۔ جس شخص نے اللہ کیلئے محبت کی اُس نے ایمان مکمل کر لیا۔

۵۲ زانکہ جو شخص کوثرِ نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اُس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کافر باپ آذر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تاکہ جب تو اللہ کے لئے کسی سے ناراض ہوگا تب عشق میں تو ثابت ہوگا۔ شعر:-

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۵۳ تا نخوانی: لا سے غیر اللہ کی نفی اور الا اللہ سے اللہ کا اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔

داستان۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

وو فاہائے خود را و شبہائے دراز تتجافی جنوبہم عن المضاجع

اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ اُن کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں

را و بینوائیِ خود را و جگر تشنگیِ روزہائے دراز و می گفت کہ

کو اور اپنی بے سر و سامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے

من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگر ست مرا ارشاد کن

اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے

کہ ہر چہ فرمائی منقادم اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل علیہ

کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو

السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا افتادن ست چوں یونس علیہ

خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جانا ہو خواہ

السلام و اگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از

حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت

گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ

شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو

انبیا را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق او را

گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود | می شمرد از خدمت و از کارِ خود
ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے | اپنا کام، اور خدمت گِنا رہا تھا

کز برائے تو چنیں کردم چناں | تیر ہا خوردم دریں رزم و سناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا | اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا

مال رفت و زور رفت و نام رفت | بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا | مجھ پر تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوگئیں

ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت | ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا | کسی شام نے مجھے باسر و سامان نہ پایا

آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد | او بتفصیلش یکایک می شمرد
اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی | وہ اس کو ایک ایک کرکے گن رہا تھا

لہ خلیل اخ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے یونس۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے جرجیس۔ جرجیسؑ کو بار بار قوم نے شہید کیا شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔

لہ رزم۔ جنگ سناں۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سر و ساماں رہا۔

زر برائے منتے بل می نمود | بر درستیِ محبت صد شہود
احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا | محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاقلاں را یک اشارت بس بود | عاشقاں را تشنگی زاں کے رود
عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے | اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

میکند تکرار گفتن بے ملال | کے ز اشارت بس کند حوت از زلال
وہ بلا تکلف بات کو دہرا رہا تھا | مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

صد سخن میگفت زاں دردِ کہن | در شکایت کہ نگفتم یک سخن
پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا | شکایت میں، میں نے (ابھی) کوئی (ایک بھی) نہیں کہی ہے

آتشے بودش نمیدانست چیست | لیک چوں شمع از تفِ آں میگریست
اس کے اندر ایک آگ تھی، وہ نہ جانتا تھا کیا ہے؟ | لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا

بعدِ گریہ گفت اینہا رفت لیک | ایں زماں ارشاد کن تو یارِ نیک
رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن | اب بتا تو اچھا دوست ہے

ہرچہ فرمائی بجاں استادہ ام | بر خطِ تو پا و سر بنہادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں | تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیئے ہے

گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ | ور چو یحییٰؑ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو | اگر (حضرت) یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو

ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم | ور چو یونسؑ در فمِ ماہی روم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو جاؤں | اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں

ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی | ور ز فقرم عیسیٔ مریم کنی
اگر (حضرت) یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنوئیں اور قید خانہ میں رکھوائے | اگر تو (حضرت) مریم کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

رخ نگردانم نگردم از تو من | بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن
میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا | میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے

گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک | گوش بکشا پہن و اندریاب نیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن | کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

کانچہ اصلِ اصلِ عشق ست و ولاست | آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے | تو نے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

۱ زر برائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کیلئے نہیں گنا رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں عقلمندوں کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ میکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے۔

۲ صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ بھی عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا ہاں اسکی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہرچہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر چکا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لئے میں آمادہ ہوں۔

۳ گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ور ز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سنکر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا، عاشق نے کہا وہ کیا ہے؟ معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست — گفت اصلش مُردن است و نیستی ست

اُس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟ — اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندہٗ — ہیں بمیر ار یارِ جاں بازندہٗ

تو نے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے — ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام — نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[1]

اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کرے گا — حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنود آں عاشقِ بیخویشتن — آہ سردے بر کشید از جان و تن

جب مدہوش عاشق نے یہ سنا — جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شد دراز و جاں بداد — ہمچو گل درباخت سر خنداں و شاد

اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی — ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ ابد — ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد

وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اُسی پر وقف رہیگی — جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِ مہ آلودہ کے گردد ابد — گر زند آں نور بر ہر نیک و بد

چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟ — خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

[2]او ز جملہ پاک واگردد بماہ — ہمچو نورِ عقل و جاں سُوئے اِلٰہ

وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے — جس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقفِ بر نورِ مہ است — تابشش گر بر نجاساتِ رہ است

پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے — اگرچہ اُس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی — نور را حاصل نگردد بدرگی

اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے — نور کو بُرائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجِعی بشنید نورِ آفتاب — سُوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب

"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سنا — وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

[3]نے ز گلخنہا برو ننگے بماند — نے ز گلشنہا برو رنگے بماند

نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا — نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سُوئے دیدہ بازگشت — ماند در سودائے او صحرا و دشت

آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی — جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

---

[1] تا قیام یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ (شعر)
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
چوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دیدی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہو۔ نورِ مہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی چاندنی کی طرح ہے جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گزرے وہ پاک صاف رہتی ہے یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

[2] او ز جملہ۔ چاندنی بہر صورت پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک صاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں۔ جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ اِرجعی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآنِ پاک میں آیا ہے یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً "اے نفسِ مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا"

[3] نے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آجاتی ہے تو اب دیکھنے والی نگاہوں میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ محض دماغ میں اُس کا تصور رہ جاتا ہے۔ ماند۔ اب آنکھوں میں اُس چیز کا صرف انتظار رہ جاتا ہے اور وہ ویرانہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1]　　ماند در صحرائے دیدہ بازگشت

جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہوگیا　　آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز و آہ و نوحہ

کسی شخص نے ایک عارف، عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آن آب دیدہ[2] است تا کہ آں

اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں! اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے

گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است و میگرید یا از

کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ

پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ

روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کریگی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

الْقَلْبِ واگر رنجوریِ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود

حضور قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اس کی نماز خراب ہوجائیگی

کہ اصلِ نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار

کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیل نماز و تن را بآتشِ نمرودی

تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کر رہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کر رہے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ

تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

کر ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ حنیف ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ

ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز　　گر کسے گرید بنوحہ در نماز

ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا　　اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ او عجب باطل شود　　یا نمازش جائز و کامل بود

وہ اس کی عمدہ نماز، باطل ہوجائے گی　　یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہوگی

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی انتظار ہے۔ یعنے چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ بتاتے ہیں

[2] آب دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آبِ دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہے تو نماز خراب ہوجائیگی۔ براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نامش بہرِ چیست
فرمایا اُس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟

بنگر[1] تا کہ چہ دیدست و گریست
غور کر اُس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے

آبِ دیدہ تا چہ دیدہ است از نہاں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟

تا بداں شد اُو ز چشمہ خود رواں
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گر ز شوقِ حق کند گریہ دراز
اگر دعا گو گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق پر کرتا ہے

یا ندامت از گناہے در نیاز
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے

زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش ست
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے

بیشکے گیرد نمازِ اُو کمال
اُس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی

قُرب یابد در رہِ حق لامحال
وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کرے گا

آں جہاں گر دیدہ است آں پُر نیاز
اگر اُس نیازمند نے اُس عالم کو دیکھا ہے

رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
تو رونے سے اُس کی نماز رونق حاصل کریگی

ور ز رنجِ تن بُود و ز درد و سوگ
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو

ریسماں[2] بگسست و ہم بشکست دوک
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

ور فغاں از ماتمِ فرزند کرد
اگر اُس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے

کہ دل و جانش ز ماتم کرد درد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ اُو دو جو
تو اُس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے

زانکہ با اغیار دارد دل گرد
کیونکہ اُس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اُس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی

گریۂ اُو نیز بے حاصل بود
اُس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا

زانکہ ترکِ تن بُود اصلِ نماز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے

ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از خلیل[3] آموز قرباں کن وَلد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے

تن بنہ بر آتشِ نمرود رد
مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے

کز بُکا فرق ست بیحد تا بُکا
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

[1] بنگری۔ یہ غور کرو کہ وہ کیوں رویا ہے۔ ندامت.... شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں یعنی شوق و خوفِ خداوندی کا عالم۔ ور ز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

[2] ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس زانکہ۔ کیونکہ اُس حالت میں اُس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے پس۔ اُس آہ و بکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اُس سے اُسکو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اِس لئے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اُس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

[3] از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پرواہ نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے[1] در آمد بخدمتِ شیخ وازیں شیخ پیرِ مُسِن نمیخواہم بلکہ پیر
ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے پیر کی مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے

عقل و معرفت اگرچہ عیسٰی علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ
بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسٰی علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام

علیہ السلام ست در مکتبِ کودکاں مریدِ شیخ را گریاں دید اُو نیز
بچوں کے مکتب میں ہوں مُرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی

موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مُریدِ دیگر کہ
موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو

از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقبِ اُو نیز بیروں
شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا

آمد گفتش کہ اے[2] برادرِ من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی
اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا

و نگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت
اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرنی

بے ریا باید کرد و از عقبات و دریاہائے پُر نہنگ و کوہہائے
چاہیے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور

بلند پُر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی
چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیے پھر شیخ کے اُس رونے کو تو پہنچ سکے

یا نہ رسی اگر برسی شکرِ زُوِیَتْ[3] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ
یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے "تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر

آنجائے شکر ست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد
کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہوگا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر　　پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا　　پیر رونے میں اور فغاں میں تھا

شیخ را چوں دید گریاں آں مُرید　　گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اُس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا　　رونے لگا، آنسو اُس کی آنکھوں سے نکل پڑے

[1] مُریدے - اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ شیخ کا رونا اور اس مُرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ - شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسٰیؑ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰؑ بچوں کے مکتب میں تھے۔

[2] اے برادر - اس باکمال مرید نے اُس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آجائے تو غنیمت سمجھنا۔

[3] زُوِیَتْ - آنحضورؐ نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا یعنی برسوں کا کام ثانیوں میں ہوگیا۔ شیخ را - مرید شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشور[۱] یکبار خندد کرّ دو بار
سُننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے
چونکہ لاغ املا کند یارے بیار
جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل از رہِ تقلید و سَوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے
کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں
اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے
بیخبر از حالتِ خندیدگاں
(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ بر چہ بُود
پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی!
پس دوم کرّت بخندد چوں شنود
پھر جب سُنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[۲] مقلّد نیز مانندِ کرست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے
اندراں شادی کہ اُو را در سَرست
اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و مَنہل زشیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے
فیض و شادی نزمریداں بل زشیخ
فیض اور خوشی، نہ کہ مُریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے
چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ
جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سبد در آب و نورے بر زجاج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے
گر زخود دانند آں باشد خداج
اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص پن ہے

چوں جدا گردد زجُو داند عنود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائیگی تو جھگڑالو جان لیگی
کاندرو آں آبِ خوش از جُویِ بود
کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[۳] ہم بداند از غروب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا
کاں لمع بُود از مہِ تابانِ خوب
کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش را کشاید امرِ قُم
جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اسکی آنکھ کھولدے گا
پس بخندد چوں سحر بارِ دوم
تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم براں خندہ خودش
اُس کو اپنی اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی
کہ دراں تقلید بر می آمدش
جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مُرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

۱ گوشور۔ سننے والا۔ کر۔ بہرا۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر، دوبارہ ہنستا ہے۔ سَوم۔ تکلف۔ بیخبر۔ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔

۲ پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے اُسکی مثال بہرے کی سی ہے۔ پرتو۔ مُرید پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اُسکو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی فعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں سبد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوتی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ خداج۔ ناقص۔ عنود۔ سرکش۔

۳ آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قُم۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو"۔ ... سحر بارِ دوم۔ پہلے صبح کاذب

گوید از چندین رہِ دور و دراز | کایں حقیقت بود ایں اسرار و راز

وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت سے | جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دور | شادیٔ میکردم از عمیا و سور

میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح | اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بود | درکِ سستم سست نقشے می نمود

میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا | میرے سست احساس نے دھیمی نقش دکھا دیا

طفلِ رہ را فکرتِ مرداں کجاست | کو خیالِ او و کو تحقیق راست

راہ (سلوک) کے بچے میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟ | کہاں اس کا خیال، اور کہاں صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر | یا چہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر

بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟ | یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر | یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر

بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے | یا منقّی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا

آں مقلد ہست چوں طفلِ علیل | گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل

مقلد، بیمار بچہ کی طرح ہے | اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمق در دلیل و در شکال | از بصیرت می کند او را گسال

اشکال اور دلیل میں غور | اس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے

مایۂ کاں سرمۂ سرّ و ے است | بُرد و در اشکال گفتن کار بست

وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سرمہ ہے | سلب کر لیا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے مقلد از بخارا باز گرد | رو بخواری تا شوی تو شیر مرد

اے مقلد! بخارا سے واپس آجا | ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تا بخارائے دگر بینی درو | صفدراں در محفلش لا یفقہون

تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے | اس کی محفل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تگ است | چوں بدریا رفت بگسستہ رگ است

قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے | جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹتا ہے

---

۵۱ گوید۔ اب مرید اپنے سابقہ احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو محض شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ میں وہاں میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا۔ من چہ بستم۔ میرے ناقص علم والا ادراک میں ایک خیالی چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

۵۲ فکرِ طفلاں۔ طفلانہ فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ آں مقلد۔ مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے۔ آں تعمق۔ یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اس کو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ مایہ۔ جو غور و فکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

۵۳ اے مقلد۔ یہ اسرار اور راز عقلی دلائل سے واضح نہ ہوں گے۔ بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدے کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئیگا اور اس بخارا میں علوم ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل

ناسمجھ ثابت ہوں گے۔ صفدراں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علماء ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے۔ جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

اُو حَمَلْنَاهُمْ بُوَد فِي الْبَرِّ وَبَسْ[1] — آنکہ محمول ست در بحر اوست کس

وہ صرف ان کو ہم نے خشکی میں چلایا ہے — جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخششِ بسیار دارد شہ بدُو — اے شدہ در وہم و تصویرے دوتو

شاہ، اس پر بہت بخشش کرتا ہے — اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دُہرا بنا ہوا ہے

بقیۂ حالِ مُریدِ مُقلِّد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مُریدِ سادہ از تقلید نیز — گریہ میکرد وفقِ آں عزیز

وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں — اس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلِّد وار ہمچو مردِ کر — گریہ می دید وز موجب بے خبر

اس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح — رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت — از پیش آمد مریدِ خاص تفت

جب بہت رو چکا اس نے سلام کیا اور روانہ ہوگیا — اس کے پیچھے ایک خاص مرید تیزی سے چلا

گفت[2] اے گریاں چو ابرِ بیخبر — بر وفاقِ گریۂ شیخ از نظر

اس نے کہا اے بے خبر ابر کی طرح رونیوالے! — دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اے وفی مُرید — گرچہ در تقلید ہستی مُستفید

اے وفادار مرید! خدا کے لئے — اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے

تا نگوئی دیدم آں شہ می گریست — من چو او بگریستم کایں منکریست

یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا — میں اسکی طرح رویا، کیونکہ یہ شیخ کی فضیلت کا انکار کرنا ہے

گریۂ کز جہل و تقلید ست و ظن — نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن

وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے — وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

تو قیاسِ[3] گریہ بر گریہ مساز — ہست زیں گریہ بداں راہِ دراز

تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر — اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعدِ سی سالہ جہاد — عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد

وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے — عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سوئے خرد صد مرحلہ — عقل را واقف مداں زاں قافلہ

وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں — اس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

---

[1] حَمَلْنَاهُمْ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا۔ …. حَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ سے علوم ظاہری کے علماء اور حَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَحْرِ سے علوم باطنی کے علماء مراد ہیں۔ بخشش۔ یعنی دریا کے جواہر پر اللہ تعالےٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے شدہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصور پر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ ز موجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

[2] گفت۔ اس خاص مرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں شیخ کی دیکھا دیکھی رویا ہے۔ آخر خدا کے لئے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح نہ سمجھنا۔ گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ مؤتمن۔ امانتدار۔

[3] تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کر لینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہست۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تیس سال مجاہدہ کے بعد حاصل ہوا ہے محض عقل بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

گریۂ اُو نز غم ست و نز فرح ۔۔۔ رُوح داند گریۂ عینُ المُلح

اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے ۔۔۔ بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو زاں سَر بیت ۔۔۔ زانچہ وہم و عقل باشد آں بریست

اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے ۔۔۔ جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اس سے بری ہے

آبِ دیدہ اُو چو دیدہ اُو بُود ۔۔۔ دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شوَد

اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے ۔۔۔ اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ اُو بیند نتاں کردن مساس ۔۔۔ نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس

جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے ۔۔۔ نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب گریزد چونکہ نُور آید ز دُور ۔۔۔ پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور

جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے ۔۔۔ تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشّہ بگریزد ز بادِ بادِ ھا ۔۔۔ پس چہ داند پشّہ ذوقِ بادہا

پر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے ۔۔۔ تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث ۔۔۔ پس کجا داند قدیمے را حدث

جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے ۔۔۔ تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

بر حدث چوں زد قدم دہشش کند ۔۔۔ چونکہ کردش نیست ہم رنگش کند

جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُسکو حیران کر دیتا ہے ۔۔۔ جب اُس کو معدوم کر دیا اسکو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر ۔۔۔ لیک من پروا ندارم اے فقیر

اگر تو چاہے تو سینکڑوں مثالیں حاصل کر لے ۔۔۔ لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف ۔۔۔ چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف

یہ الٓمٓ و حٰمٓ یہ حروف ۔۔۔ جانتے ہیں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف از بروں ۔۔۔ لیک باشد در صفاتِ ایں زبوں

بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں ۔۔۔ لیکن اِن کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد اُو عصائے ز امتحاں ۔۔۔ کے بُوَد چوں آں عصا وقتِ بیاں

وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے ۔۔۔ بیان کے وقت وہ اُس (موسیٰؑ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

لہ گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غم دوزخ سے ہے نہ فرحتِ جنت سے بلکہ اس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقل اور وہمی بنیاد پر رونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالم غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اسکا رونا ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقل نہیں ہیں۔

لہ شب۔ جسطرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اِسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشّہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات اور عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔ لہ دہشش۔ حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو فنا کر کے اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے۔ صد نظیر۔ اسکی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ آیں۔ حروف مقطعات یا قرآن کے عام

حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف بظاہر یکساں ہیں لیکن اُنکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰؑ کے عصا میں بہت فرق ہے

عیسویست این دم نہ ہر باد و دمے — کہ بر آید از فرح یا از غمے

یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے — جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

این الٓمٓ و حٰمٓ اے پدر — آمدست از حضرتِ مولی البشر

اے بابا! یہ الٓمٓ و حٰمٓ — انسانوں کے مولی کے دربار سے آئے ہیں

ہر الف لامے چہ می ماند بدین — گر تو جان داری بدین چشمش مبین

ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟ — اگر تو روح رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروفست اے ہمام — می نماند ہم بترکیبِ عوام

اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے — (لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

ہست ترکیبِ محمد لحم و پوست — گرچہ در ترکیب ہر تن جنسِ اوست

محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے — اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

گوشت دارد پوست دارد استخوان — ہیچ این ترکیب را باشد ہمان

(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے — کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کاندرین ترکیب آمد معجزات — کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے — کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہمچنان ترکیبِ حٰمٓ از کتیب — ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب

اسی طرح قرآن کے حٰمٓ کی بناوٹ — بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

زانکہ زین ترکیب آید زندگی — ہمچو نفخ صور در درماندگی

کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے — جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھونکنا

اژدہا گردد شگافد بحر را — چون عصا حٰمٓ از دادِ خدا

اژدہا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں — حٰمٓ عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

ظاہرش ماند بظاہر ہا ولیک — قرصِ نان از قرصِ مہ دورست نیک

اس کا ظاہر دوسرے الفاظ کے ظاہری حروف کے مشابہ ہے لیکن — روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

گریۂ او خندۂ او نطقِ او — فہمِ او و خلقِ او و خُلقِ او

اُسکا رونا، اُسکا ہنسنا، اُس کا بولنا — اُسکی فہم، اُس کی ساخت، اور اُسکے اخلاق

عقلِ او وہمِ او و حسِ او — نیست از وے ہست محضِ صنعِ ہو

اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اُسکا احساس — اُسکا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے

سلہ این دم۔ حضرت عیسیٰ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں ان کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہئے ان سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

سلہ گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں بازی ہار گئیں۔ ہمچناں۔ اسی طرح انہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب ان کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جس طرح نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

سلہ اژدہا۔ خدا نے اس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت موسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے۔ گریۂ او۔ یعنی شیخ کے افعال کو عام انسانوں کے افعال کی طرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے

چونکہ[1] ظاہرہا گرفتند احمقاں ۔۔۔ واں دقائق شد ازیشاں بس نہاں

احمقوں نے چونکہ ظاہری احوال کو پسند کیا ۔۔۔ وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہوگئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض ۔۔۔ کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے ۔۔۔ عارض میں نکتہ فوت ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ۔۔۔ کاں کنیزک با خرِ خاتوں چہ کرد؟

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل ۔۔۔ اس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ با خرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بود و کدوئے در قضیبِ خر

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکرد تا از اندازہ نگذرد و خاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقہ

پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ

کدو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و با خر جمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شد بے کدو و ہلاک شد بفضیحت کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم و اے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تونے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی و آں دگر ندیدی کُلُّ نَاقِصٍ[2] مَلْعُوْنٌ یعنی کُلُّ نَظَرٍ

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفَہْمٍ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہر جسم مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابلِ رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولہٗ تعالیٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا

اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ، نفی حرج کرد و نہ نفیِ لعنت و نفیِ عتاب و غضب

نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کردی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اس عارض میں مخفی ہوگیا جو انکو پیش آیا۔

[2] کُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو نہ کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

[3] لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ۔ لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لئے گناہ کی نفی کردی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک نرّ خرے[1] بر خود فگند
از فورِ شہوت و فرطِ گزند

ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا
شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر را بگاں خو کردہ بود
خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود

اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈالدی تھی
گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوئے بُود حیلت سازہ را
در نرش کردہ پئے اندازہ را

اُس حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا
جس کو اُس نے اندازہ کے مطابق اسکے ذکر میں پہنایا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز
تا رَوَد نیمِ ذکر وقتِ سپوز

بڑھیا اُس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی
تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گر ہمہ کیرِ خر اندر وے رَوَد
آں رحم و آں رودہا ویراں شود

اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے
تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خر ہمی شد لاغر و خاتونِ اُو
ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مُو

گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالک
حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست
علتِ اُو کہ نتیجہ اش لاغریست

اُس نے اِس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟
اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشد
ہیچ کس از سرِ آں مُخبِر نشُد

اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی
اُس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد اُو بجِد
شد تفحص را دمادم مُستعِد

وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی
اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہو گئی

جِد را باید کہ جاں بندہ بُود
زانکہ جِد جوئندہ یابندہ بُود

جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیئے
کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانیوالی بنجاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اِشک
دید خفتہ زیرِ آں خر نرگسک

جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی
اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر
آں کنیزک بُود زیر و خر زبر

جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی
تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگافِ در بدید آں حال را
پس عجب آمد ازاں آں زال را

اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا
تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آ گیا

---

[1] نرّ خر۔ خرِ نر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاق۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ تضیب۔ شلاغ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک کاف تصغیر کا ہے نرگس اُس لونڈی کا نام ہے۔ شگافِ در کواڑوں کی درز

خر ہمی گاید[1] کنیزک را چناں — کہ بعقل و رسمِ مرداں با زناں

گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے — جو مَردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست — پس من اولیٰ ترکہ خر مِلکِ من ست

وہ حسد میں مبتلا ہوگئی، بولی جب یہ ممکن ہے — تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہ و آموختہ — خواں نہادا ست و چراغ افروختہ

گدھا مہذب اور سدھا ہوا — دسترخوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت — کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت

اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا — کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پئے رُو پوش میگفت ایں سخن — کاے کنیزک آمدم در باز کُن

انجان بن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی — اے باندی! دروازہ کھول میں آرہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت — راز را از بہرِ طمع خود نہفت

چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا — راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد — کرد پنہاں پیش شد در را کُشاد

باندی نے خرابی کے سب سامان — چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رُو ترش کرد و دو دیدہ پُر زنم — لب فرو افگندہ یعنی صائمم

اُس نے مُنھ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر — ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ من — خانہ را می روفتم بہرِ عطن

اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں — اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو کُشاد — گفت خاتوں زیرِ لب[2] کاے اُوستاد

جب اُس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا — بی بی نے مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اے اُستاد!

رُو ترش کردی و جاروبے بکف — چیست ایں خر برگسستہ از عَلَف

تو نے مُنھ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں — یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جنباں ذکر — زانتظارِ تو دو چشمش سُوئے در

آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلانے والا — تیرے انتظار میں اُس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی جانب ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز — داشتش آں دم چو بیجرماں عزیز

مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا — اُس وقت اُس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا

[1] گائیدن۔ جماع کرنا۔ چنانکہ۔ خر مہذب یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ روفتن۔ جھاڑو دینا۔ رو ترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مُراد ہے۔

[2] زیرِ لب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔ چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو ہی دے رہی تھی تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر
اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پہ چادر ڈال

رَو فلاں خانہ زمن پیغام بَر
فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

انچنیں[1] گو وآں چنیں گو واں چناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ

مختصر کردم من افسانہ زناں
میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغزِ آں بگیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے

چوں براہش کرد آں زالِ ستیر
جب اُس پردہ نشین بڑھیا نے اُسکو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں
جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکال دیا

در فرو بست وبخلوت شادماں
دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی

در فرو بست و ہمی گفت آں زماں
دروازہ بند کر دیا اور اُس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شُکر بانگ
میں نے تنہائی پائی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں

رَستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ
چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے

از طرب گشتہ بُزانِ زن ہزار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا، ہو گئی

در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بُزاں کاں شہوت اُورا بُز گرفت[2]
کیسی شہوت، اُس شہوت نے اُسکو اُلو بنا دیا

بُز گرفتن گیج را نبُود شگفت
احمق کو اُلو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کر کند دل را و کور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے

تا نماید گرگ یوسف نار نور
یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتے ہیں

اے بسا سرمست نارو نار جو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویا

خویشتن را نورِ مطلق داند او
وہ اپنے آپ کو نورِ مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز مگر بندہ خدا گز جذب حق[3]
سوائے اُس مردِ خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

وا رہش آرد بگرداند ورق
اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال

در طریقت نیست الا عاریہ
طریقت میں عارضی ہی ہیں

زِ شتہا را خوب بنماید شرہ
حرص، بُرائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے

نیست از شہوت بتر زآفاتِ رہ
راہِ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے

---

[1] انچنیں۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلوائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ۔ یعنی تھوڑا بہت۔ بُزاں۔ عورت کی شہوت۔

[2] بُز گرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اے بسا۔ جس طرح اُس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سیکھی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کامل شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

[3] جز۔ اس غلطی سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کر دے، وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زِشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے، شہوت انسان کے لئے سب سے بڑی آفت ہے۔

صد ہزاراں نامِ خوش را کردہ ننگ — صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں نیکناموں کو اُس نے بدنام کردیا — لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کردیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود — یوسفے را چوں نماید آں جہود[1]
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسفؑ کرکے دکھادیا — وہ یہودی، یوسفؑ کو کیسا دکھائے گا!

بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد — شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد
اُس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کردیا — معرکہ میں، وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا!

شہوت از خوردن بود کم کن ز خور — یا نکاحے کن گریزاں شو ز شر
شہوت کھانے سے (پیدا) ہوتی ہے، کھانے کو کم کردے — یا نکاح کرلے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سوئے حرم — دخل را خرجے بباید لاجرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا — لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے

پس[2] نکاح آمد چو لاحول و ولا — تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تو نکاح لاحول ولاقوۃ کی طرح ہے — تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زود — ورنہ آمد گربہ و دنبہ ربود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کرلے — ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں بر خرے کاں میجہد — زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ — جلد رکھ دے، اِس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد — گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ — ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبود ترا — از شرر نے دیگ ماند نے ابا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے — چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز — تا پزد آں دیگ سالم در اَزیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی — تاکہ اُبال میں، دیگ سالم پک جائے

چوں[3] ندانی دانشِ آہنگری — ریش و مو سوزد چو آنجا بگذری
جبکہ تو لوہارپن کا ہنر نہیں جانتا ہے — جب تو وہاں سے گذرے گا ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے

در فرو بست آں زن و خر را کشید — شادمانہ لاجرم کیفر چشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچ — خوشی سے، لامحالہ بد انجام چکھا

[1] جہود۔ یعنی شہوت۔ بر تو۔ انسان کی شہوت بُری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کرکے نہ دکھائیگی۔ شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لئے یا کم خوری چاہیئے یا نکاح کرلینا چاہیئے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہوگی اس لئے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کر رہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

[2] پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کیلئے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہو جائیگا۔ بارِ سنگیں جس گدھے میں اچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیئے یہی نفس کی حالت ہے۔ علمِ دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیئے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیئے اور اُسکے اُبال کیلئے پانی موجود رہنا چاہیئے تاکہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جاسکے۔

[3] چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ داڑھی مونچھ جلالے گا۔ در فرو۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کرلیا۔ کیفر۔ انجام بد۔

درمیانِ خانہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی
خفت[1] اندر زیرِ آں نر خر ستاں
اُس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی

ہم بر آں کرسی کہ دید اُو از کنیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی
تا رسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرے

پا بر آورد و خر اندر وے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا
آتشے از کیرِ خر در وے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی

خرِ مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا
تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد
خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی

بر درید از زخمِ کیرِ خر جگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا
رودہا[2] بگسستہ شد از ہمدگر
انتڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی
دم نزد در حال آں زن جان بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

صحنِ خانہ پُر ز خوں شد زن نگوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی
مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنوں
وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُس کی جان لے گئے

مرگِ بد با صد فضیحت اے پدر
اے باوا! سَو رُسوائیوں کے ساتھ بُری موت
تو شہیدے دیدۂ از کیرِ خر
تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

تو عذابُ الخزیِ بشنو از نبے
تو قرآن سے رُسوائی کا عذاب سُن لے
در چنیں ننگے مکُن جاں را فدے
ایسی رُسوائی میں جان قربان نہ کر

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نر خرست
جان لے یہ حیوانی نفس، گدھا ہے
زیرِ اُو بودن ازاں ننگیں ترست
اُس کے نیچے ہونا اُس سے (بھی) زیادہ عیب دار ہے

در رہِ[3] نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا
تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی
تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

نفسِ ما را صورتِ خر بدہد اُو
وہ (اللہ تعالٰی) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کر دیگا
زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خو
کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دیگا

ایں بُود اظہارِ سِر در رستخیز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا
اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
خدا کے لئے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

[1] خفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ ستاں۔ چت۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پا بر آورد۔ پا ذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔

[2] رودہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رُسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ۔ تاکہ ہم اُن کو ذلّت کے عذاب کا مزہ چکھائیں۔ نبے۔ قرآن پاک۔ دانکہ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا، ذلیل کام ہے۔

[3] در رہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اُس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسواکن ہے۔ نفس جیسا انسان کا باطن ہو گا قیامت میں اللہ تعالٰے اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں را بیم کرد ایزد زنار
اللہ (تعالٰی) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا

کافراں گفتند نار اولیٰ زعار[1]
کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عارہاست
(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے

ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
اس آگ کی طرح جس نے اس عورت کو جلا دیا

لقمہ اندازہ نخورد از حرصِ خود
اس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا

در گلو بگرفت لقمہ مرگِ بد
بری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہ اندازہ خور اے مردِ حریص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا

گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص
اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالٰی داد میزاں را زباں
اللہ تعالٰی نے ترازو کو زبان عطا کی ہے

ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں
آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ

آز و حرص آمد ترا خصم و مُضل
تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کُل بر آید او ز کُل[2]
حرص کل چاہتی ہے، کل سے محروم رہتی ہے

حرص میر ست اے فجُل ابن الفجُل
حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے

کردی اے خاتوں تو استا را براہ
اے بی بی! تو نے استاد کو روانہ کر دیا

کار بے استاد خواہی ساختن
تو نے بغیر استاد کے کام بنانا چاہا!

جاہلانہ جاں بخواہی باختن
جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا!

اے ز من دزدیدہ علمِ ناتمام
اے! تو نے میرا ناقص علم چرایا!

ننگت آمد کہ بپرسی حالِ دام
تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش
جبکہ اس کے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا

ہم نیفتادے رسن در گردنش
اس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکُن چندیں رفو
دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر

چو کُلُوا[3] خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوا
جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام
تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے

ایں کند علم و قناعت والسلام
یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

[1] عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ ہمچو۔ جس طرح نفس کی آگ نے اس بی بی کو ذلتوں میں مبتلا کیا تمہارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں مبتلا کر دیگی۔ لقمہ۔ اس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۃ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔ "اس اللہ تعالٰی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

[2] زکل۔ مشہور مقولہ۔ طلبُ الکلِّ فوتُ الکلِّ کل کا طلب کرنا کل کو ہاتھ سے دینا ہے۔ "فجل۔ ڈھیلا، سست" کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اس فن کی استاد تھی تو نے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر استاد کے کام چلانا چاہا! اے ز من۔ تو نے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تا نچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

[3] کُلُوا۔ قرآن پاک میں ہے کُلُوا وَلَا تُسْرِفُوا... "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تا خوری۔ علم اور قناعت حاصل کر لو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھا لوگے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہوگے۔

نعمت[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم

عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے نہ کہ غم

جاہلاں محروم ماندہ در ندم

جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتد در گلوشاں حبلِ دام

جب اُن کے گلے میں جال کی رسی پھنستی ہے

دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام

سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے

مرغ اندر دام دانہ کے خورد

پرندہ، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟

دانہ چوں زہر ست در دام ار چرد

جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مرغِ[2] غافل میخورد دانہ ز دام

غافل پرندہ، جال میں سے دانہ چگتا ہے

ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام

جس طرح عوام دنیا کے جال میں ہے

باز مرغانِ خبیرِ ہوش مند

پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے

کردہ انداز دانہ خود را خشک بند

اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہرہاست

کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں

کور آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست

وہ پرندہ اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام اَبلہاں را سر برید

جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا

واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید

اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ ازانہا گوشت می آید بکار

کیوں کہ ان کا گوشت کارآمد ہے

وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار

اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس[3] کنیزک آمد از اشگافِ در

تو باندی نے دروازے کی درز سے

دید خاتوں را بمردہ زیرِ خر

بی بی کو گدھے کے نیچے مردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق اینچہ بود

اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟

گر ترا اُستاد خود نقشے نمود

اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سِرش از تو نہاں

تو نے اُس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا

اُوستانا گشتہ بکشادی دکاں

اُستاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خبیص

تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا

آں کدو را چوں ندیدی اے حریص

اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شدی در عشقِ خر

یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی

آں کدو پنہاں بماندت از نظر

وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھا لیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ چوں در افتد۔ جب دنیا دار دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر آخر خور حرام ہو جاتا ہے۔ مرغ جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

[2] مرغِ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپکو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کروا لیتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیا داروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کسقدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اُس کے رازوں سے ناواقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی زاُوستاد — اُوستادی برگرفتی شاد شاد
تونے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی — تونے خوشی خوشی اُستادی اختیار کر لی

اے بسا زرّاق گولِ بیوقوف — از رہِ مرداں ندیدہ غیرِ صوف
بہت سے احمق بیوقوف مکّاروں نے — سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے بسا شوخاں زاندک احتراف — از شہاں ناموختہ جز گفت و لاف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے — انھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم — می دمند بر ابلہاں کہ عیسیم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں — بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں — باز خواہد از تو سنگِ امتحاں
ہائے وہ دن کہ سچّوں کی سچائی — امتحان کا پتھر تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس — کہ حریصاں جملہ کور اند و خرس
آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے — کیوں کہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جملہ جُستی باز ماندی از ہمہ — صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ
تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا — یہ بیوقوف گلّہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں — بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
تونے تھوڑی سی بات سُنی ترجمان بن گیا — طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

تمثیلِ تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمّت را کہ ایشاں طاقت

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امّت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے

تلقین حق تعالیٰ ندارند و با حق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

با صورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ از و تلقین تواند گرفت حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کرے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و از پسِ

تعالےٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

آئینہ تلقین میکند قولہٗ عزّ و جلّ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ

تلقین کرتا ہے اللہ عزّ و جل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلائیے تاکہ اُس (وحی) پر جلدی کریں

لہ اے بسا یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھکر دکان جمالیتے ہیں۔ زرّاق۔ مکّار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔
لہ اے بسا۔ یہ مزور شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کرسکے اور اپنے آپکو موسیٰ و عیسیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جُستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزور شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔
لہ تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اُسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کر دیا جاتا ہے اور اُستاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اُسکو نظر آرہی ہے جو خود اُسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اُسکو اپنی ہم جنس سمجھکر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالےٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالےٰ بمنزلہ اُستاد کے ہے، اسطرح وحی جو کلام الٰہی ہے بندوں تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اسقدر ہے کہ آئینہ والی

إن ہو إلا وحی یوحیٰ — این ست ابتدای مسئلہ

نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے ، اُس مسئلہ کی ابتدا ہے

بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدن طوطی اندرون آئینہ کہ خیالش

جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس

میخوانی بے اختیار و تصرف او ست عکس خواندن طوطی

کہتا ہے اُس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا

بیرونی کہ متعلم است نہ عکس آں معلم کہ پس آئینہ ست

عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اُس سکھانیوالے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے

ولیکن خواندن طوطی بیرونی تصرف آں معلم ست پس

لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو

ایں مثال آمد نہ مثل

یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطی در آئینہ می بیند او — عکس خود را پیش او آوردہ رو

ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے — اپنے عکس کو کہ وہ اُسکے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پس آئینہ آں استا نہاں — حرف میگوید ادیب خوش زباں

آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے — وہ خوش بیان، ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفت پست — گفت آں طوطیست کاندر آئینہ است

طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز — اُس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس ز جنس خویش آموزد سخن — بیخبر از مکر آں گرگ کہن

تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے — اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پس آئینہ می آموزدش — ورنہ ناموزد جز از جنس خودش

وہ آئینہ کے پیچھے سے اُس کو سکھا دیتا ہے — ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مرد ہنر — لیک از معنی و سرش بے خبر

اُس ہنرمند انسان سے اُس نے بات سیکھ لی — لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک — از بشر جز ایں چہ داند طوطیک

اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی — انسان سے اِس کے سوا طوطی کیا جانے

[1] طوطی۔ اُس طوطی کے بالمقابل اُس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستا۔ استاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

[2] گرگ کہن۔ تجربہ کار اُستاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

هم‌چناں در آئینہ جسمِ وَلی[1] — اِسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں
خویش را بیند مُریدِ مُمتلی — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

از پسِ آئینہ عقلِ کل را — آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کُل کو
کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا — کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت

اُو[2] گماں دارد کہ میگوید بشر — وہ خیال کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے
واں دگر سِرّ ست و اُو زاں بیخبر — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سِرّ قدیم — وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز
می نداند طوطیست اُو یا ندیم — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

ہم[3] صفیرِ مُرغ آموزند خلق — لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں
کایں سُخن اندر دہانِ اُفتاد و حلق — کیونکہ یہ بولی اُن کے منھ اور حلق میں آجاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں
جز سلیمانِ نبیِ خوش نظر — سوائے حضرت سلیمان نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں
مِنبر و محفل بداں افروختند — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھالی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبود — یا تو اُن کا مقدر، حروف کے سوا کچھ نہیں ہے
یا در آخر رحمت آمد رہ نمود — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آکر رہنمائی کردیتی ہے

صاحبدلے[4] در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آں بچگاں
ایک صاحب دل نے چلّہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اُس کے پیٹ

بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی
میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے

ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز
اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و در شکم
دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی

نے دُعا کی کیونکہ اس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرمادے
خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتّے کے بچوں کا بھونکنا بناوٹی پیروں کی لاف زنی
کی مثال ہے جس سے نہ خود ان کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

[1] ہم‌چناں۔ اسی طرح مُرید اور اُمّتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کُل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں مُعلّم ہے۔

[2] اُو۔ مُرید اور اُمّتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے، اِس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ در اصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی کی بات سُن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنیٰ جو پرندے مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرفِ درویشاں۔ اسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگتے ہیں۔ یا بجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کردیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلّہ کشی کررہے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمتِ خداوندی ہے کتّے حفاظت اور پاسبانی کے لئے بھونکتے ہیں ماں کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچہ کے رونے میں مدد کے لئے یا دودھ کے لئے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں

مادرِ بچگان ام از پنہانیست چوں بخویش آمد بحضرت حق مناجات

بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی

کرد وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہ جواب آمد کہ آں صورتِ

"اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے"۔ جواب آیا کہ یہی صورتِ حال

حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ

اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے

و دعوائے بصیرت کُنند و مقالات گویند از آں نہ ایشاں را

اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو

قوت و یاری و نہ مُستمعاں را ہدایتے و رُشدے می رسد

کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سُننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1]
ایک شخص نے چلّے میں خواب میں دیکھا

در رہے مادہ سگے بُد حاملہ
راستہ میں ایک حاملہ کُتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شنید
اُس نے اچانک کُتّے کے بچوں کا بھونکنا سُنا

سگ بچہ اندر شکم بُد ناپدید
کُتّے کے بچے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا
اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا

سگ بچہ اندر شکم چوں زد نِدا
کُتّے کے بچے پیٹ میں کیوں بھونکے؟

سگ بچہ اندر شکم نالہ کُناں[2]
کُتّے کے بچوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے

ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟

چوں بجست از واقعہ آمد بخویش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا

حیرتِ اُو دمبدم میگشت بیش
اُس کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کہ گردد عُقدہ حل
چلّے میں کوئی نہیں تھا کہ عُقدہ حل ہو

جُز کہ درگاہِ خُدائے عزّ وجل
سوائے خدائے عزّوجل کی درگاہ کے

گفت یارب زیں شکال و گفتگو
اُس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے

در چلہ واماندہ ام از ذکرِ تو
چلّے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پَرِ من بکشائی تا پرّاں شوم
میرے پر کھول دے تاکہ پرواز کروں

در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

[1] چلہ۔ چالیس دن کی گوشہ نشینی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کُتّے کے بچوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔

[2] نالہ کُناں۔ روتے ہوئے۔ واقعہ۔ یعنی خواب۔ عُقدہ حل۔ یعنی گرہ کھل جائے۔ معاملہ حل ہو جائے۔ گفت یعنی صاحبِ دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتفؔ در زماں
اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی
کاں مثالے داں زلافِ جاہلاں
کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں
چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ
آنکھیں بند کئے ہوئے بکواس کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد نیاں
کُتّے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے
نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گرگ نادیدہ کہ دفعِ اُو بُوَد
اُس نے بھیڑیئے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو
دُزد نادیدہ کہ منعِ اُو شَوَد
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از حریصیؔ و ز ہوائے سروری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے
در نظر کُند و بلافیدن جَری
نظر میں کُند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو

از ہوائے مُشتری و گرم دار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے
بے بصیرت پا نہادہ در فشار
بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا مید ہد
چاند دیکھے بغیر نشانیاں بتاتا ہے
روشنائی را بداں گرمی نہد
اُس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مُشتری در وصفِ ماہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے
صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ
مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہو

مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں
خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
بکواس کرتا ہے، تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہو

مُشتریؔ کو سود دارد خود یکیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے
لیک ایشاں زاداں ریب و شکیست
لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مُشتریِ بے شکوہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں
مُشتری را باد دادند ایں گروہ
اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مُشتریِ ماست اللہ اشتریٰ
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے
از غمِ ہر مُشتری ہیں برتر آ
ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مُشتری جُو کہ جُویانِ تو اَست
اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے
عالمِ آغاز و پایانِ تو اَست
تیرے آغاز اور انجام کا جاننے والا ہے

---

۵۱ ہاتف۔ غیبی آواز کار۔ کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ بانگ۔ کُتّے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے نہ تو اس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کا شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لئے ہے۔

۵۲ از حریصی۔ جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کُند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے۔ گرم دار۔ دوست۔ فشار۔ بکواس۔ ماہ یعنی ذاتِ حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔ مُشتری۔ وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور وجد و مستی ظاہر کرنے لگتا ہے۔ دوغ نوشد۔ یعنی چھاچھ پی کر وجد و مستی ظاہر کرتا ہے۔

۵۳ مُشتری کو۔ ایک مومن کا خریدار دراصل اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے "اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ"۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ از غم۔ لہٰذا ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے۔ جویاں۔ اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے اور وہ تیرے انجام و آغاز کو جانتا ہے۔

ہیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1] | عشقبازی با دو معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ | دو معشوقوں سے عشقبازی بُری ہے

زو نیابی سود مایہ گر خرد | نبودش خود قیمت عقل و خرد
اگر وہ تجھ کو خریدے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کریگا | اُس کے پاس تیری عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی

نیست اُو را خود بہائے نیم نعل | تو برو عرضہ کُنی یاقوت و لعل
خود اُسکی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے | تو اُس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کُند | دیو ہمچوں خویش مرجومت کُند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا | شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

ہمچناں کاصحاب فیل و قوم لوط | کردشاں مرجوم چوں خود آں سخوط
جس طرح اصحاب فیل اور لوطؑ کی قوم کو | اُس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا

مشتری را صابراں دریافتند | چوں سوی ہر مشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پایا ہے | کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں

واں کہ گردانید رُو زاں مشتری | بخت و اقبال و بقا زو شد بری
جس شخص نے اُس خریدار سے منہ موڑا | نصیب اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد | ہمچو حال اہل ضرواں[3] در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی | جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصۂ اہل ضرواں و حسد ایشاں بر درویشاں کہ پدر ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور اُن کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلب دخل باغ را بمسکیناں بیداد چوں انگور بودے عُشر

سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے و چوں مویز و دوشاب شدے عُشر دادے و چوں حلوا

دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا

و پالودہ کردے عُشر دادے واز قصیل عُشر دادے و چوں

فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کف آمیختہ عُشر دادے و چوں گندم از

کھلیان گاہتا آدھے گاہے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں

[1] بدست دخمر،
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں
تو۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار بنے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اُس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اُس پر اپنی عقل و خرد کے لعل و یاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ مرجوم۔ سنگسار۔ اصحاب فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی۔ سخوط۔ مغضوب یعنی شیطان۔ واں کہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضرواں یمن میں ایک گاؤں تھا۔ سلیمی۔ بیوقوفی بھولا پن۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ قصیل۔ کچی کھیتی۔ کَف۔ کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ نیم کوفتہ۔

کہ جدا شُدے عُشر دادے وچوں آرد کردے عُشر دادے وچوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور

خمیر کردے عُشر دادے وچوں نان پختے عُشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ

حق تعالیٰ در باغ وکشت برکتے نہادہ بُود کہ ہمہ اصحاب
اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے

باغہا محتاجِ اُو بُودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واُو محتاجِ
اس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے

ہیچ کس نے از ایشاں، وفرزندانِ اُو خرجِ عشر میدیدند مکرر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا

واں برکت نمی دیدند ہمچو آں زنِ بدبخت کہ کیرِ خر دید و
اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدو را ندید
اور کدو نہ دیکھا

بُود مردے صالحے ربّانیے[1]　　عقلِ کامل داشت وپایاں دانیے
ایک نیک خداپرست شخص تھا　　کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن　　شہرہ اندر صدقہ وخُلقِ حَسَن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں　　خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بُودے کوئے اُو　　آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی　　ضرورتمند اس کی جانب آتے

ہم زخوشہ عُشر دادے بے ریا　　ہم زگندم چوں شُدے از کہ جدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا　　گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے

آرد گشتے عُشر دادے ہم ازاں　　ناں شُدے عُشرِ دگر دادے زناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا　　روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا

عُشرِ ہر دخلے فرو نگذاشتے　　چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا　　جو بوتا اس میں سے چار بار ادا کرتا

[1] ربّانی۔ اللہ والا۔ کعبہ۔ یعنی فقراء اس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مستمنداں۔ حاجتمند۔ عُشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عنب عشرے بدادے وز مویز
انگوروں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے

عشر ہم دادے وے از دوشاب[1] نیز
وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عشر واز پالودہ ہم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی

می فرونگذاشتے از بیش و کم
اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا

جمعِ فرزندانِ خود را آنجواں
وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قسمِ مسکیں بعدِ من
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حصہ کو

وامگیریدش ز حرصِ خویشتن
اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تا بماند بر شما کشت و ثمار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں

در پناہِ طاعتِ حق پائدار
مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ زغیب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے

حق فرستادست بے تخمین و ریب
بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

درمحلِ[2] دخل اگر خرجے کنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا

درگہِ سود ست بر سودے زنی
وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

ترک اغلبِ دخل را در کشت زار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں

باز کارد کہ ویست اصلِ ثمار
پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے
زیادہ بو دیتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے

کہ ندارد در برویدن شکے
کیونکہ اس کو اگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکشتن ترک دست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے

کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید ز ناں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی

میخرد چرم و ادیم و سختیاں
چمڑا اور نرمی اور میش خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دخلم اینہا بودہ اند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں

ہم ازینہا می کشاید رزقِ بند
انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل بازم آنجا آمدستش لاجرم
لامحالہ اس کی آمدنی اس جگہ سے ہی ہوئی ہے

ہم در آنجا میکند داد و کرم
اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا۔ جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل۔ پیداوار کے وقت اگر خرچ کروگے فائدہ میں رہوگے۔ ترک۔ یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در برویدن۔ اس میں با زیادہ ہے۔ دست افشاندن۔ یعنی بونا۔

[3] کفشگر۔ موچی، جفت ساز۔ ادیم۔ نرمی یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے۔ سختیان۔ بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میش۔ کہ اصول۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

ایں[1] زمین و سختیاں پردہ ست و بس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے

اصلِ روزی از خدا داں ہر نفس
اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ

چوں بکاری در زمینِ اصل کار
تو جب بوئے اصلی زمین میں تو

تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی
میں نے مانا۔ اب اگر تو نے بیج بویا ہر سُو

در زمینے کش سبب پنداشتی
اس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوں[2] دو سہ سال آں نروید چوں کنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا!

جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اُٹھائیگا

دست بر سر میزنی پیشِ اِلٰہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا

دست و سر بر دادنِ رزقش گواہ
ہاتھ اور سر اس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تا بدانی اصلِ اصلِ رزق اوست
تاکہ تو سمجھے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے

تا ہم او را جوید آں کو رزق جو
جو رزق تلاش کرتا ہے اُسی سے ڈھونڈتا ہے

رزق از وے جو مجو از زید و عمر
رزق اس سے مانگ، زید اور عمر سے نہ مانگ

مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر
مستی اس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال
خوشحالی اس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے

نصرت از وے خواہ نے از عم و خال
مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[3] زینہا بخواہی ماندن
انجام کار تو ان سے (الگ) رہ جائے گا

ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا!

ایں دم او را خوان و باقی را بماں
اس وقت اس کو پکار اور باقی کو چھوڑ

تا تو باشی وارثِ ملکِ جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یفر المرء آید من اخیہ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا

یہرب المولود یوما من ابیہ
وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، تعلق اُس چیز سے پیدا کرنا چاہئے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کردے گی۔

[1] ایں زمیں۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے.... صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اُگائیں ہر بال میں سو دانے اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کردیتا ہے۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہوجاتا ہے تو بس خدا ہی سے مانگتا ہے۔ دست۔ کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رزاق خدا ہے تو اسی سے رزق مانگنا چاہیے.... مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے، انسان کو اُس کی جستجو چاہیے۔ بھنگ اور شراب کی مستی تھوڑی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل مالداری نفس کی مالداری ہے جو عطیۂ خداوندی ہے

زاں¹ شود ہر دوست آں ساعت عدو | کہ بتِ تو بود وازرہ مانع او
اِس لئے ہر دوست اُس وقت دشمن بن جائے گا | کیونکہ وہ تیرا بت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش بر می تافتی | چوں ز نقشش اُنسِ دل می یافتی
تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا | جبکہ اُس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا اُنس محسوس کیا

ایں دم ار یاراں با تو ضد شوند | وز تو برگردند و در خصمی روند
اگر تیرے دوست اِس وقت تیرے مخالف ہو جائیں | تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شد | آنچہ فردا خواست شد امروز شد
ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے | جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتند اہلِ ایں سرا | تا قیامت عینِ ضد پیشیں مرا
اِس جہان والے میرے مخالف ہو گئے | یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بن گئی

پیش² ازاں کہ روزگارِ خود برم | عمر با ایشاں بپایاں آورم
اِس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں | اُن کے ساتھ زندگی بسر کروں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم | شکر کز عیبش بگہ واقف شدم
میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا | شکر ہے کہ اُس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے | عاقبت معیوب بیروں آمدے
اِس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا | آخیر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب | مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب
اے شریف! مال گیا، عمر گئی | عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دی

نقد³ دادم زرِ قلبے بستدم | شاد شاداں سوئے خانہ می شدم
میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا | خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شکر کایں زرِ قلب پیدا شد کنوں | پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں
شکر ہے کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا | اِس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم | حیف بودے عمر ضائع کردنم
کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لئے میری گردن میں لپٹا رہتا | مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں بگہ تر قلبیِ او رو نمود | پائے خود را واکشم من زود زود
چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹا پن ظاہر ہو گیا | میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا

---

¹ زاں۔ اِس حالت کی وجہ سے انسان کے لئے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہو گا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ رُوئے۔ مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیاوی دوست اِس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہو گی۔ ضدِ من۔ آخرت میں جو تیرے لئے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

² پیش ازاں — اِن دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے۔ پیش ازاں۔ اِس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اُس کے عیب سے واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

³ نقد دادم۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اُس کا تدارک کرے تو شکر کا مقام ہے۔

یارِ تو چوں دشمنی پیدا کُند
تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے

کرّ و حقد و رشک اُو بیروں زند
وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اعراضِ اُو افغاں مکُن
تو اس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر

خویشتن را ابلہ و ناداں مکُن
اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن
بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر

کہ نگشتی در جوالِ اُو کُہن
کہ تو اس کے بورے میں پُرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی
تو اس کے بورے سے جلد باہر آ گیا

تا بجوئی یارِ صدق و سرمدی
تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تو
وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد

رشتۂ یاریِ اُو گردد سۂ تو
اس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے

آں ۲ مگر سُلطاں بُود شاہِ رفیع
وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے

یا بُود مقبولِ سُلطان و شفیع
یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رستی از قلّابِ سالوس و دغل
تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا

غرِ اُو دیدی عیاں پیش از اجل
تو نے موت سے پہلے اس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خَلق با تو در جہاں
دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم

گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں
اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خَلق را با تو چنیں بد خو کنند
لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بدعادت کر دیتے ہیں

تا ترا ناچار رُو آنسو کنند
تاکہ تجھے مجبور اور اس جانب کو کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں
تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخر میں سب

خصم گردند و عدو و سرکشاں
مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی با فغاں اندر لحد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا

لَاتَذَرْنِیْ فَرْدًا خواناں از احد
خدا سے، مجھے اکیلا نہ چھوڑ، کہتے ہوئے

ایں ۳ جفایت بہ ز عہدِ وافیاں
تیرے اوپر یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہو

ہم ز دادِ اُست عہدِ باقیاں
باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار
اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سن لے

گندمِ خود را بارضِ اللہ سپار
اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کر دے

---

۱ یارِ تو۔ اسی طرح اگر دنیا ہی میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ۔ دنیاوی علائق دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکر یہ ادا کرنا چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ از جوالش۔ تجھے اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ تو اس کے پھندے سے نکل گیا اور اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائیگا۔ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

۲ آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفاکاری تیرے لئے رحمت خداوندی ہے۔ خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہو تو وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

۳ تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہیگا کہ یہ جفا ان کی دوستی سے بھلی تھی بلکہ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں عرض کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا شود[1] ایمن ز دُزد و از سپُش — دیو را با دیو چہ زُو تر بکُش
تاکہ وہ چور اور سر کُش سے محفوظ ہو جائے — شیطان کو دیگ کے ذریعہ مار ڈال

کو ہمی ترساندت ہر دم ز فقر — ہمچو کبکش صید کُن اے نرّہ صقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈرا تا ہے — اے نر شکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کرے

بازِ سُلطانی عزیز و کامیاب — ننگ باشد کہ کُند کبکش شکار
تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے — ذلت ہے، کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت — چون زمین شاں شورہ بُد سودے نداشت
اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا — چونکہ اُن کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بُود صد داعیہ — پند را اُذنے بباید واعیہ
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں — نصیحت کے لئے، حفاظت کرنیوالا کان چاہئے

تو بصد[2] تلطیف پندش میدہی — او ز پندت میکند پہلو تہی
تو سیکڑوں نرمیوں کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا ہو — وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کسِ نامُستمع ز استیز و رد — صد کسِ گوینده را عاجز کُند
ایک نہ سُننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے — سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

ز انبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر — کے بُود کہ رفت دم شاں در حجر
انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان — کب ہوا ہے کیونکہ اُن کی بات پتھر میں گھس گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ در کار آمدند — می نشد بدبخت را بکشادہ بند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے — بدبخت کی گرہ نہ کھُلی

آنچناں دلہا کہ بُد شاں ما و مَن — نعتِ شاں شد بل اَشَدُّ قسوۃً
وہ دل جو متکبر تھے — اُنکی صفت بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہے

در[3] بیان آنکہ عطائے حق سُبحانہٗ تعالیٰ و قدرت اُو موقوفِ قابلیت
اِس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچوں عطائے خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ
موقوف نہیں ہے اُس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث عطا صفتِ حق ست جلّ جلالہٗ و
قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی صفت ہے اور

---

[1] تاکہ وہ اس راز کی اللہ کی سرزمین میں بو دے تاکہ اس کو چور چرا سکے نہ اسس کو بجھن لگے۔ دیو را: شیطان جو فقر کے وسوسے پیدا کرے اس کو لاحول کی دیگ لگادے۔ ہمچو: شیطان کو اس طرح شکار کرے جو طرح شکرا چکور کا شکار کرتا ہے۔ باز سلطانی: اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت: باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند را: نصیحت بھی پر اثر کرتی ہے جس کے کان اس کو قبول کریں۔

[2] تو بصد: جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعراض ہی کرے گا انبیاء علیہم السلام محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ اُن کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشَدُّ قسوۃً: قرآن نے کافروں کے دلوں کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

[3] در بیان: حضرت حق کی عطا کے لئے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہو تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہو عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم ے لے حادث کیسے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

(قا)بلیت مخلوق کی (صف)ت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

11

چارۂ آں دل عطائے مُبدلیست ۔ دادِ اُورا قابلیت شرط نیست
اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے ۔ اُس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست ۔ دادِ لُب و قابلیت ہست پوست
بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے ۔ عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود ۔ ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود
یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بنے ۔ اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمکدار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا ۔ کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما
انبیاء کے لاکھوں معجزے ۔ جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست از اسباب، تصریفِ خداست ۔ نیستہا را قابلیت از کجاست
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے ۔ فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے ۔ ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کیلئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا ۔ تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنتے بنہادہ و اسباب و طرق ۔ طالباں را زیرِ ایں ازرق تتق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھدیئے ہیں ۔ اس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کیلئے

بیشتر احوال بر سُنت رَوَد ۔ گاہ قدرت خارقِ سُنت شود
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں ۔ کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہو

سُنت و عادت نہادہ با مزہ ۔ باز کردہ خرقِ عادت مُعجزہ
پُرلطف دستور اور عادت مقرر کی ہے ۔ پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عزّ بما موصول نیست ۔ قدرت از عزلِ سبب معزول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی ۔ قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کرنے سے معزول نہیں ہے

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر ۔ لیک عزلِ آں مُسبب ظن مبر
اے سبب کے پابند رہنے والے، باہر پرواز نہ کر ۔ لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان نہ کر

ل چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اُسکی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس میں تبدیلی کردے۔ دادِ اُورا۔ اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کرکے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس۔ فیضِ اقدس وہ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ سے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے اُس کے لئے استعداد شرط نہیں ہے اور فیضِ مقدس وہ ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدرِ استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا ید بیضاء فیضِ اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔

ل۲ نیست۔ اِن معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیضِ اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اسلئے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہو سکتے۔ عام حالات میں سنتِ الٰہی یہی ہو کہ اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے، خارق۔ جب فیضِ اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنتِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہے

ل۳ معجزہ۔ یہ سنتِ الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہو لیکن اللہ کی قدرت بغیر کے بلا سبب عزت عطا فرمائے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتنی چاہیئے۔

ہر چہ خواہد آں مُسبّب آوَرد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے

قدرتِ [1] مطلق سببہا بر دَرد
مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سبب رانَد نفاد
لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے

تا بداند طالبے جُستن مُراد
تا کہ طلبگار مُراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبوَد چہ رہ جُوید مُرید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنے والا کونسا راستہ ڈھونڈیگا

پس سبب در راہ می آید پدید
تو سبب راستہ کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں

کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدہ باید سبب سوراخ کُن
سبب میں سوراخ کرنے والی نگاہ چاہیئے

تا حُجب را بر کنَد از بیخ و بن
تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں
حتیٰ کہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے

ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از مُسبّب [2] میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے

نیست اسباب و وسائط اے پدر
اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جُز خیالِ منعقد بر شاہراہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے

تا بماند دورِ غفلت چند گاہ
تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در [3] ابتدائے خلقتِ جسمِ آدم علیہ السّلام کہ جبرئیل علیہ السّلام را اشارت کرد کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر

حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو اشارہ کیا کہ جا، زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی

از برائے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلِ صدق را فرمود رَو
جبرئیل امین سے فرمایا، جا

مُشتِ خاکے از زمین بستاں گرو
ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے

---

[1] قدرتِ مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تا بداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کے لئے حجاب بنائے گئے ہیں اس لئے کہ ہر شخص بلا واسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدہ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیئے جو اسباب کو چاک کر کے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تا حجب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائینگے۔

[2] از مسبب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب کی جانب سے ہے اسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت کا گذرے اور طیب پلیدیاں کے نقائص حاصل ہو سکیں۔

[3] در ابتدا۔ جس وقت حضرت آدم کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے۔ جبرئیل صدق یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں — تا گذارد امرِ ربّ العالمیں
وہ کمربستہ ہوئے اور زمین پر آئے — تاکہ ربّ العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سوئے خاک برد آں مؤتمر[۱] — خاک خود را درکشید و شد حذر
اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا — زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد — کز برائے حرمتِ خلاقِ فرد
پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی — کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

ترکِ من گو و برو جانم بہ بخش — رُو بتاب از من عنانِ خنگ و رخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جان بخشی کر دو — گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے[۲] تکلیف و خطر — بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں — خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لطفے کہ حقت برگزید — کرد بر تو علمِ لوحِ کُل پدید
اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپکو برگزیدہ بنایا — لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا

تا ملائک را معلم آمدی — دائما با حق متکلم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے — ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنے والے بنے

ہم سفیرِ[۳] انبیاء خواہی بدن — تو حیاتِ جانِ وحی نے بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے — آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں نہ کہ بدن کی

بر سرافیلت فضیلت بود ازاں — کو حیاتِ تن بود تو آنِ جاں
(حضرت) اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے — کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی حکمت ہیں

بانگِ صورش نشاۃِ تنہا بود — نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بود
اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے — آپ کا کام کرنا یکتا دل کا نشو و نما، ہو گا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بود — پس ز دادش دادِ تو افضل بود
جسم کی جان کا مغز، دل کی زندگی ہے — اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد — سعی تو رزقِ دلِ روشن دہد
پھر حضرت میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں — آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ کیل پُر کرد دستِ ذیل — دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل
اُنھوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے — آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

---

۱ مؤتمر - فرمانبردار خنگ - اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں... رخش - رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سرخ ہو۔

۲ در کشاکشہائے - چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کا پتلا بنے گا اولاد امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہوگا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔ لوحِ کُل لوحِ محفوظ - متکلم۔ حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

۳ ہم سفیر - حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ بر سرافیلت - حضرت اسرافیلؑ حشر میں صور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشاۃ - پیدائش۔ تنہا - اجسام۔ پس - حضرت جبرئیلؑ کی عطا حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ - حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم ز عزرائیل[۱] با قہر و عطب

(حضرت) عزرائیلؑ قہر اور ہلاکت والے سے بھی

تو بہی چوں سبقِ رحمت بر غضب

آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہار اند و تو شاہ

یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ بادشاہ ہیں

بہترینِ ہر چہارے زانت باہ

از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملاش

حشر کے دن آپ اسکے اٹھانے والے آٹھ دیکھینگے

ہم تو باشی افضلِ ہشت آں زمانش

اس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست

وہ اس طرح گنا تی تھی اور روتی تھی

بوئے برد او کزاں مقصود چیست

اس نے بھانپ لیا تھا کہ اس سے مقصد کیا ہے

معدنِ[۲] شرم و حیا بُد جبرئیلؑ

(حضرت) جبرئیلؑ شرم اور حیا کی کان تھے

بست آں سوگند ہا بر وے سبیل

ان قسموں نے ان کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کردش و سوگند داد

(زمین نے) ان کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی

باز گشت و گفت یا ربّ العباد

وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا ربّ العباد

کہ نبودم من بکارت سر سری

میں تیرے کام میں سست نہ تھا

لیک از انچہ رفت تو داناتری

لیکن جو ہوا تو اس کو خوب جانتا ہے

گفت[۳] نامے کہ ز ہولش اے بصیر

اے بصیر! اس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے

ہفت گردوں باز ماند از مسیر

ساتوں آسمان گردش سے رک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد

جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

رحمتت علم ست و احسان و وداد

تیری رحمت اور احسان اور محبت مانع ہے

شرم آمد گشتم از نامت خجل

مجھے شرم آگئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا

ورنہ آساں ست نقلِ مشتِ گل

ورنہ ایک مٹھی مٹی کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادہ املاک را

کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے

کہ بدرانند ایں افلاک را

کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

مشتِ خاکے را چہ قدر و قوت ست

ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے

بر گرفتن لیک غالب رحمت ست

تو لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

۱ عزرائیلؑ - ان کا کام روح کو قبض کرنا ہے لہٰذا صفت قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار - جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ۔ روزِ محشر - قرآن پاک میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ اور اس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائے ہوئے ہونگے۔ وہ مٹی سمجھ گئی تھی کہ اس کے جانے کا مقصد کیا ہے۔

۲ معدن - چونکہ حضرت جبرئیلؑ شرم و حیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اٹھانے سے رک گئے۔ بسکہ - جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربار حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیل حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

۳ گفت - حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اس زمین نے آپ کے اس نام کا واسطہ دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رک جائے تو مجھے شرم آگئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضۂ خاک از زمین جہتِ ترکیب و ترتیبِ جسمِ مبارکِ ابوالبشر خلیفۃ الحق مسجود الملائکۃ و معلمہم حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میکائیل کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مٹھی لینے کے لئے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور اُن کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیل را رَو تو بزیر — مُشتِ خاکے در رُبا از وے دلیر

(حضرت) میکائیل سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اُس سے ایک مٹھی مٹی اُڑا لا

چونکہ میکائیل شُد تا خاکداں — دست کرد اُو تاکہ بَرباید ازاں

جب (حضرت) میکائیل زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و درآمد در گُریز — گشت اُولابہ کُناں و اشک ریز

زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سوزاں لابہ کرد و اجتہاد — با سرشکِ خونیش سوگند داد

جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ[2] بہ یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید

کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپکو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ اَرزاقِ جہاں را مشرفی — تشنگانِ فضل را تو مُغرفی

آپ جہان کے رزقوں کے پیمانے کے نگراں ہیں — (اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلو بھر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیل از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شُد در ارتزاق

کیونکہ میکائیل، کیل سے مشتق ہے — اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانے سے ناپکر دینے والا ہو

کہ اَمانم دہ مرا آزاد کُن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن

مجھے امن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ[3] رحمِ الٰہ آمد ملک — گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک

فرشتہ (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (اسلئے میکائیل نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کر تم جا کر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور ان کی خوشامد کرنے لگی اور رو رو کر قسمیں دینے لگی۔

[2] کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں مخرّج نگراں، مُغرِف چلو بھرنے والا۔ زانکہ، مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنا ہے۔

[3] معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے۔

ہم چناں کہ معدنِ قہرست دیو — کہ بر آورد از بنی آدمؑ غریو

جس طرح شیطان قہر کی کان ہے — جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کردیا ہے

سبقِ رحمت بر غضب ہست اے فتا — لطف غالب بود در وصفِ خدا

اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے — خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی

بندگاں[۵۱] دارند لابد خوی او — مشکہاشاں پُر ز آبِ جوی او

بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں — اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک — گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْکِ

اللہ کے رسولؐ سلوک کے راہنما — نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[۵۲] میکائیلؑ سوی ربِّ دیں — خالی از مقصود دست و آستیں

حضرت میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے — ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانای سِر و شاہِ دیں — کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و انیں

عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ! — خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کردی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد — گریۂ بسیار کرد آں رُوی زرد

زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کردیا — وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو با قدر بود — من نتانستم کہ آرم ناشنود

تیرے سامنے آنسو باعزت تھے — میں اَن سُنی نہ بنا سکا

آہ[۵۳] و زاری پیشِ تو بس قدر داشت — من نتانستم حقوقِ آں گذاشت

آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے — میں اُس کے حقوق کو نظرانداز نہ کرسکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر — من چگونہ گشتمے استیزہ گر

پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رُتبہ رکھتی ہے — میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاریست روزے پنج بار — بندہ را کہ در نماز آو بزار

ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے — بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ موذن کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — آں فلاح ایں زاریست و افتراح

موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ" — وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی — راہِ زاری بر دلش بستہ کنی

جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے — اُسکے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کردیتا ہے

---

[۵۱] بندگاں: جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے نیک بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

[۵۲] رفت: زمین کے رونے مرنے پر میکائیلؑ بھی خالی ہاتھ واپس ہوگئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے میں اُس رونے کو اَن سُنا نہ بنا سکا۔

[۵۳] آہ و زاری: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کی دعوت ہے۔ آنکہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اُس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کرلیتا ہے آہ و زاری سان کی سفارشی ہے جب سفارشی نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا

تا فرود آید بلا بے دافعے — چوں نباشد از تضرّع شافعے

تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے — جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہو گا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری — جانِ اُو را در تضرّع آوری

اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے — اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتہ[1] اندر نُبے کاں اُمّتاں — کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں

تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں — جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرّع می نہ کردند آں نفس — تا بلا ز ایشاں بگشتے باز پس

انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟ — تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہا شاں چو قاسی گشتہ بود — آں گنہ ہا شاں عبادت می نمود

لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے — وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تا نداند خویش را مُجرم عَنید — آب از چشمش کجا داند دوید

جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے — آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام در بیان آنکہ تضرّع وزاری

(حضرت) یونس علیہ السّلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے

دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختارست پس

لئے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور

تضرّع و زاری[2] و تعظیم پیشِ اُو مُفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل

زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں

بطبع ست و بعلّت نہ مختار پس تضرّع طبع را نگرداند

کہ وہ طبعاً اور علّت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ یونس[3] را چو پیدا شُد بلا — ابرِ پُر آتش جُدا شُد از سَما

جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کیلئے بلا ظاہر ہوئی — آگ بھرا ابر آسمان سے جُدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ — ابر می غرّید رُخ میریخت رنگ

بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا — بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملہ گاں بر بامہا بودند شب — کہ پدید آمد ز بالا آں کُرَب

رات کو سب بالاخانوں پر تھے — کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رُونما ہو گئیں

---

[1] گفتہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ وزاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

[2] زاری۔ اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے کاموں میں با اختیار ہے لہٰذا آہ و زاری سے وہ مصیبت کو ٹال دیتا ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ و زاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے

[3] قومِ یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالاخانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالاخانے۔ کُرَب۔ مصائب، یعنی آگ برسانیوالا بادل۔

جملگاں از بامہا زیر آمدند
بالاخانوں سے سب نیچے اتر آئے
سر برہنہ جانبِ صحرا شدند
ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادراں بچگاں برُوں[1] انداختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا
تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
حتیٰ کہ سب نے گریہ وزاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک
خاک می کردند بر سر آں نفر
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آوازہا بگرفتہ شد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں
رحم آمد بر سرِ آں قومِ لُد
اس جھگڑالو قوم پر رحم آگیا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد
اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ درازست و عریض
حضرت یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے
وقتِ خاکست و حدیثِ مستفیض
مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرع را برِ حق قدرہاست
چونکہ آہ وزاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے
آں بہا[2] کانجاست زاری را کجاست
آہ وزاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں امید اکنوں میان را چست بند
خبردار! امید رکھو، اب کمر خوب کس لے
خیز اے گرینده و دائم بخند
اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے مسکرا

با تضرع باش تا شاداں شوی
آہ وزاری کرتا کہ تو خوش رہے
گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی
رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ برابر[3] می نہد شاہِ مجید
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے برابر رکھا ہے
اشک را در فضل با خونِ شہید
فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کرد و اشکِ چشمِ خویش راند
اس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے
رحمت آمد و آں غضب را وا نشاند
رحمت آگئی اور غضب کو نرم کر دیا

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو و قبضہ برگیر از
حضرت اسرافیلؑ علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ

خاک بہر ترکیب جسمِ آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
ہمارے نبی اور ان پر درود وسلام ہو، کے جسم کے بنانے کے لئے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

---

[1] بُرُوں۔ یعنی گھروں سے باہر۔ از نمازِ شام۔ یعنی مغرب کے وقت سے۔ لُد۔ اَلَدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعدِ نومیدی۔ وہ اپنی نجات سے مایوس ہو چکے تھے لیکن ان کی آہ و زاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔ حدیثِ مستفیض۔ مشہور بات طویل بات۔

[2] آں بہا۔ آہ وزاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند۔ جو خدا کے دربار میں آہ وزاری کرے اس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔ با تضرع۔ خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔ حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃِ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[1] اسرافیلؑ را یزدانِ ما — **کہ برو زاں خاک پُر کن کف بیا**

ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا! — کہ جاؤ، اِس مٹی سے مٹھی بھر و، آ جاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سوئے زمیں — **باز آغاز ید خاکستاں حنیں**

(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے — زمین نے پھر رونا شروع کر دیا

کاے فرشتہ صُور وائے بحرِ حیات — **کہ زدمہائے تو جاں یابد موات**

کہ اے صُور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر! — کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں

دَر دمی در صُور یک بانگِ عظیم — **پُر شود محشر خلائق از رمیم**

آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے — محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے پُر ہو جائیگا

دردمی[2] دَر صُور وگوئی الصّلا — **بر جہید اے کشتگانِ کربلا**

آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے — اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو

اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ — **بر زنید از خاک سر چوں شاخ و برگ**

اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو! — شاخ اور پتّوں کی طرح زمین سے سر اُبھارو

رحمتِ تو واں دمِ گیرای تو — **پُر شود ایں عالم از احیای تو**

آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دَم کرنا — یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما — **حاملِ عرشی وقبلہ داد ہا**

آپ فرشتۂ رحمت ہیں رحمت کو ظاہر کرنیوالے ہیں — آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[3] معدن گاہِ داد و معدلت — **چار جو دَر زیرِ او پُر مغفرت**

عرش انصاف اور عدل کی کان ہے — مغفرت سے پُر چار نہریں اُس کے نیچے ہیں

جوئِ شیر و جوئِ شہدِ جاوداں — **جوئِ خمر و دجلہ آبِ رواں**

دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونیوالے شہد کی نہر — شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس ز عرش اندر بہشتاں رود — **در جہاں ہم چیزکے ظاہر شود**

پھر وہ عرش سے جنّت کے اندر پہنچتی ہیں — دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار — **از چہ از زہرِ فنائے ناگوار**

اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں — کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جرعہ بر خاکِ تیرہ ریختند — **زاں چہار و فتنہ انگیختند**

اُنھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا — اُن چاروں سے، اور فتنہ بپا کر دیا۔

---

[1] گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیل علیہما السّلام کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صور پھونکیں گے جس سے سب مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔

[2] دردمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائیگا۔ حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

[3] عرش۔ عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ اِن نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو جائیگی۔ در جہاں۔ اِن نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ فنا۔ دنیا میں اِن نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جرعہ۔ اِن چاروں کے ایک ایک چلّو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تا ۱بجویند اصلِ آنرا این خساں
تاکہ یہ کمینے ان اصل کو تلاش کریں

خود بدیں قانع شدند این ناکساں
نالائق خود اِس پر قناعت کر گئے

شیر دادہ پرورش اطفال را
بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا

چشمہ کردہ سینۂ ہر زال را
ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفعِ غصہ و اندیشہ را
شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے

چشمہ کردہ از عنب در باغہا
باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کردیا

انگبیں دارو تنِ رنجور را
شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے

چشمہ کردہ باطنِ زنبور را
شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

آب ۲بہرِ عام اصل و فرع را
پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے

از برای طُہر و بہرِ کرع را
پاکی اور پینے کے لئے

تا ازینہا پے بری سُوی اصول
تاکہ تو اِن سے اصل کا پتہ لگائے

تو بدیں قانع شدی اے بو الفضول
اے لغو! تو نے اِس پر قناعت کرلی

بشنو اکنوں ماجرای خاک را
اب مٹی کا قصہ سُن

کہ چہ میگوید فسوں محراک را
کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

پیشِ اسرافیل گشتہ اُو عبوس
وہ حضرت، اسرافیلؑ کے سامنے ترشرو بنی

میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس
خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ ۳بحقِ ذاتِ پاکِ ذوالجلال
کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ

کہ مدارا این قہر را بر من حلال
یہ ظلم مجھ پر جائز رکھئے

من ازیں تقلید بوئی میبرم
میں اِس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں

بدگمانی میرود اندر سرم
میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں

زانکہ مُرغے را نیازارد ہُما
کیونکہ ہُما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفا و رحمتِ اصحابِ درد
اے دردمندوں کی شفا اور رحمت!

تو ہماں کُن کاں دو نیکوکار کرد
آپ وہی کیجئے جو اُن دو بھلوں نے کیا

زود اسرافیلؑ باز آمد بشاہ
حضرت، اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آگئے

گفت عُذر و ماجرا نزدِ الٰہ
اللہ (تعالیٰ) سے عُذر اور قصہ بیان کیا

ؐ۱ تا بجویند۔ یہ اِس لئے کیا گیا تاکہ بنی آدمؑ ان اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ماں کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

ؐ۲ آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ محراک۔ حرکانے والا یعنی اسرافیلؑ۔ عبوس۔ ترشرو۔

ؐ۳ اِکہ بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلید۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرندہ ہے جس جانداز پرندہ کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گزارہ کرتا ہے۔ آنجا۔ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی

گز بروں فرماں بدادی کہ بگیر | عکس آں الہام دادی در ضمیر

کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے | دل میں اس کے برعکس الہام کر دیا

امر کردی در گرفتن سوی گوش | نہی کردی از قساوت سوی ہوش

تو نے کان کو لے لینے کا حکم دیا | عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ او بیحد ست و بیکراں | او حکیم ست و کریم و مہرباں

اس کی رحمت لاانتہا اور لامحدود ہے | وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سبقِ رحمت گشت غالب بر غضب | اے بدیع افعالِ نیکو کار رب

رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے | اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ عزرائیل علیہ السلام ملکِ العزم والحزم را بگرفتن قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک و راست کارو التفات ناکردنِ عزرائیل علیہ السلام بر تضرع خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹی بھر مٹی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیلؑ کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت یزداں زود عزرائیل را | کہ ببیں آں خاکِ پر تخییل را

اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیلؑ سے فرمایا | کہ اس خیالات سے بھری، زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ نالِ ظالم را بیاب | مشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب

کمزور، نالاں، بڑھیا کے پاس پہنچ | خبردار! جلد اس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سرہنگِ قضا | سوئے کرہ خاک بہرِ اقتضا

موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیلؑ روانہ ہو گئے | تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب

خاک بر قانوں نفیر آغاز کرد | داد سوگندش بسے سوگند خورد

(عادت) کے مطابق چلانا شروع کر دیا | کہ قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص و حمالِ عرش | اے مطاع الامر اندر عرش و فرش

کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے | اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!

۱؎ گز بروں۔ حضرت اسرافیلؑ نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کر دی کہ میں اس کی خوشامد پر رحم کروں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ او۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا مظہر ہے۔

۲؎ فرستادن۔ حضرت اسرافیلؑ کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو مٹی لینے کیلئے بھیجا۔ حزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

۳؎ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ زمین کا قصد کرو۔ پر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کر رہی تھی تو ترنگ۔ سپاہی۔ اقتضاء۔ وصول کرنا۔ بر قانون۔ یعنی جس طرح اس نے جبرئیلؑ وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مطاع الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رَو بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد — رو بحقِ آنکہ باتو لطف کرد

یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جائیے — اُس ذات کے طفیل چلے جائیے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جز او معبود نیست — پیشِ او زاریِ کس مردود نیست

اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے — اُس کے دربار میں کسی کی آہ و زاری مردود نہیں ہے

حقِ حق حق کہ دست از من بدار — اے تُرا از حق فضیلت بے شمار

(اللہ تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جائیے — اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بے شمار فضیلتیں ہیں

گفت نتوانم بدیں افسوں کہ من — رُو بتابم زامرِ او سِر و علن

اُن (عزرائیلؑ) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کہ میں — اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود او بحلم — ہر دو امر اند ایں بگیر از راہِ علم

اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا بھی حکم دیا ہے — دونوں حکم ہی از روئے علم اِس حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس — در صریحِ امر کم جو التباس

اُنھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا — صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکر خود را گر کنی تاویل بہ — کہ کنی تاویلِ آں نامشتبہ

اگر تو اپنے خیال کی تاویل کرے، بہتر ہے — بہ نسبت اس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ آت — سینہ ام پر خون شد از شورابہ آت

تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے — تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُر خون ہو رہا ہے

نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک — رحم بیشستم تبو اے دردناک

میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تینوں پاکوں سے — اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آرہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم — ور دہد حلوا بدستش آں حلیم

اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں — اور اگر وہ حلیم اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے او — ور شود غرّہ بحلوا وائے او

اُس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے — اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر می سوزدم — لیک حق، قہرے ہمی آموزدم

تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے — لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لطفِ مخفی درمیانِ قہرہا — در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا

قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے — کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

۱۔ رو بحق۔ زمین نے ان کو جد ... رہٗ کی صفات کی قسمیں دینی شروع کردیں۔ پیشِ او۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق پہلا حق قسم کے معنی میں ہے یعنی بقسم حق حق تعالیٰ۔ الشرح۔ یعنی زمین کی باتیں۔

۲۔ گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بُردباری برتنے کا بھی حکم ہے لہٰذا اُن میں سے بُردباری کو اختیار کر لیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے کہا کہ صریح حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل غلط تاویل اور غلط قیاس ہے نامشتبہ یعنی صریح حکم۔ شورابہ یعنی آنسو۔

۳۔ نیستم۔ عزرائیلؑ نے کہا میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہوں..... گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے وہ پست اور ادنیٰ جو آخرت کی بہبودی کا سبب بنے اُس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو اخروی عروج کا سبب بناتا ہے تو ہیں قہر میں مہر مخفی ہوتی ہے۔

قہرِ حق[1] بہتر زصد لُطفِ من ست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے

بدتریں قہرش بہ از لُطفِ دو کون
اس کا بدترین قہر دونوں جہاں کی مہربانی سے بہتر ہے

لُطفہائے مُضمر اندر قہرِ اُو
اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں

ہیں رہا کُن بدگمانی و ضلال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے

آں تعال[2] اُو تعالیہا دہد
اس کا آجا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا

بارے آں امرِ سَنی را ہیچ ہیچ
اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی

ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا

باز از نوعِ دگر آں خاکِ پست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے

گفت[3] نے بر خیز نَبوَد زیں زیاں
انھوں نے کہا اٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہوگا

گر منیدیش و مکُن لابہ دگر
اکتا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر

بندہ فرمانم نیارم ترک کرد
میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں

جز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سَر
اس کان اور آنکھ اور سَر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ

گوشِ من از گفت غیرِ اُو کرست
اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے

منع کردن جاں زِ حق جاں کندن ست
اللہ (تعالیٰ) سے جان، بچانا جاں کنی ہے

نِعم رَبُّ العالمین و نِعم عَون
پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے

جاں سپُردن جاں فزاید بہرِ اُو
اس کے لئے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے

سَر قدم کُن چونکہ فرمودت تعال
سر کو پاؤں بنالے جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہو کر آجا

مَستی و جُفت و نہالیہا دہد
مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا

مَن نیارم کرد و مِن و پیچ پیچ
میں سست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں

زاں گمانِ بَد بُدش در گوش بند
اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں کاگ تھی

لابہ و سجدہ ہمی کرد اُو چو مَست
مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی

مَن سَر و جاں می نہم رہن و ضَمان
میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں

جز بداں شاہِ رحیمِ داد گر
سوائے اس منصف، رحیم شاہ کے

امرِ اُو کز بحر انگیزید گرد
اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اُڑا دی

نشنوم از جان خود ہم خیر و شر
میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بری بات نہ سنوں گا

اَمرِ اُو از جانِ شیریں خوشتر ست
اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

[1] قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو میرے اس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے مٹی نہ لوں۔ اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ۔

[2] آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ آجا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال کردے گا۔ بالآخر عزرائیلؑ نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت عزرائیلؑ کی ساری نصیحتیں بیکار ہوئیں جس کی بدگمانی نے اس کو بہرہ بنا دیا تھا۔ باز۔ اس زمین نے حضرت عزرائیلؑ کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے زمین سے کہا کہ حکم خداوندی کی تعمیل تیرے لئے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ۔ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں جس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ بجز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امر او۔ اس کا حکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

جاں ازو آمد نیامد او ز جاں — صد ہزاراں جاں دہد او رائگاں

جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا — وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم — کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم

جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں! — کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کمبل جلاؤں!

من ندانم خیر الا خیرِ او — صم و بکم و عمی من از غیرِ او

میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں — میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کر ست از زاری کناں — کہ منم در کفِ او ہمچو سناں

رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے — کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در بیان آنکہ مخلوقیکہ ترا ازو ظلمے رسد بحقیقت او ہمچوں آلتے

اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح

است، عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت و اگر باآلت

ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کند ظاہر آنہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید

اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قدس سرہٗ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن

وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ ام و از مخلوق سخن نشنیدہ ام ولیکن خلق چنیں پندارند

مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشان میگویم و از ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر

اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

را نمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و التفات

کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ،

مستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قَالَ

صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل

اَلْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَنْ یَدُقُّنِیْ

سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

لہ جاں۔ جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کر سکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کر سکتا۔ گوش کش۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ و زاری سے نہیں ٹال سکتا ہوں اُس کے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔

لہ در بیان۔ جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو صرف آلہ سمجھتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصۂ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

لہ کہ حق۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔
گر گزند ت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
قال الجدار۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھ۔

احمقانہ از سِناں رحمت مجُو
بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن

درد[1] ہانِ اژدہا رَو بہرِ اُو
اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چلا جا

از دمِ شمشیر تو رحمت مجُو
تو تلوار کی دھارے رحم نہ تلاش کر

زاں شہے جُو کاں بُوَد در دستِ اُو
اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

با سِناں و تیغ لابہ چوں کُنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟

کو اَسیر آمد بدستِ آں سَنی
وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

اُو بصنعت آذرست و مَن صنم
وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں

آلتے کو سَازدم مَن آں شوم
وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کُند ساغر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں

ور مرا خنجر کُند خنجر شوم
وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کُند آبے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنادے، میں پانی دوں

ور مرا آتش کُند تابے دہم
اگر وہ مجھے آگ بنادے، گرمی پہنچاؤں

گر مرا[2] باراں کُند خرمن دہم
اگر وہ مجھے بارش بنادے میں کھلیان دوں

ور مرا ناوک کُند در تَن جہم
اگر وہ مجھے تیر بنادے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کُند زہر افگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنادے، تو زہر اُگلوں

ور مرا یارے کُند مہر آگنم
اور اگر وہ مجھے دوست بنادے تو محبت بھردوں

گر مرا شکر کُند شیریں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنادے میں شیریں بنجاؤں

ور مرا حنظل کُند پُرکیں شوم
اور اگر وہ مجھے ایلوا بنادے تو میں کینہ ور بنجاؤں

گر مرا شیطاں کُند سرکش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنادے میں سرکش ہوجاؤں

ور مرا سوزاں کُند آتش شوم
اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنادے تو میں آگ بنجاؤں

من چو کِلکم درمیانِ اصبعین[3]
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں

نیستم در وصفِ طاعت بین بین
میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد اُو در سخن
انھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا

یک کفے بر بُود زاں خاکِ کہن
(اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مُٹھی بھرلی

ساحرانہ دَر ربود از خاکداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے

خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں
زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

---

[1] دردہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون و چرا نہ ہونی چاہیئے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیئے۔ او بصنعت۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بمنزلہ اس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ مرا خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

[2] گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔

[3] اصبعین۔ حدیث شریف ہے: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تُربتِ[1] بے رائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لیگئے
تا بمکتب آں گریزاں پائے را
(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچے) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم
کہ ترا جلادِ ایں خلقاں کنم
کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق
انھوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی
چوں فشارم خلق را در مرگِ حلق
جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو[2] روا داری خداوندِ سَنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے
کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی
کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں
اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردونگا
از تپ و قولنج و سرسام و سناں
یعنی، بخار اور درد قولنج اور سرسام اور بھالا

از صُداع و ماشرا و از خُناق
دردِ سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے
وز زکام و از جُذام و از فُواق
اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدّہ و اسہال و استسقا و سِل
سُدّہ اور دست اور استسقاء اور سِل
کُز و ذاتُ الصّدر و لدغ و دردِ دل
ٹڈی ٹوٹنے اور نمونیا اور سانپ کے ڈسنے اور دردِ دل سے

تا بگردانم نظرشاں را ز تو
تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں
در مرضہا و سببہائے سہ تو
مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفت[3] یارب بندگاں ہستند نیز
اُن (عزرائیلؑ) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں
کہ سببہا را بدرند اے عزیز
کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب
اُن کی نظر سبب سے گذری ہوئی ہوتی ہے
در گذشتہ از حُجُب از فضلِ رب
وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں

سُرمۂ توحید از کحّالِ حال
حالت کے سرمہ کش کی جانب سے توحید کا سرمہ
یافتہ رستہ ز علّت و اعتلال
پائے ہوئے ہیں اسباب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل
وہ بخار اور قولنج اور سِل کو نہیں دیکھتے ہیں
راہ ندہند ایں سببہا را بدل
دل میں ان اسباب کو راہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست
کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے
چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست
جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضاء (خداوندی) کا کام ہے

[1] تُربتِ بے رائے۔ زمین کی رائے بے ڈھنگی تھی۔ تا بمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جلادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

[2] تو روا داری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کردوں گا تو لوگ اُن کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اِعتلال۔ علت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر نہ کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

هر مرض دارد دوا میداں یقیں ... چوں دوائے رنجِ سرما پوستیں

یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے ... جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد ... سردی از صد پوستین ہم بگذرد

جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے ... تو سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گذر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں ... نے ز آتش کم شود نے از دُخاں

اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے ... جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھویں سے

بر تنِ او سردی بنہد چناں ... کاں بجامہ ہم نگردد وا نہ آں

اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے ... کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود ... واں دوا در نفع ہم گمرہ شود

جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے ... وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر ... زیں سببہائے حجابِ گول گیر

بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے ... احمق کو مبتلا کرنے والے اِن اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود ... فرع بیند چونکہ مردِ احول بود

جب آنکھ کامل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے ... جب انسان بھینگا ہے تو وہ فرع کو دیکھتا ہے

جواب آمدن از حضرتِ عزت عزرائیل را کہ آں کہ نظرِ او بر

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسباب و مرض و زخمِ تیغ نیاید بر کارِ تو عزرائیل ہم نیاید کہ تو

مرض اور تلوار کی ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ براں رنجور مخفی

کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس بیمار

نباشد و نحن اقرب الیہ منکم و لٰکن لا تبصرون

سے پوشیدہ نہ ہو کہ ہم اُس مرنے والے سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں ... پس ترا کے بیند او اندر میاں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہوگا ... وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ ... پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ

اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے ... روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

لہ ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ہر بیماری کی دوا ہے۔ پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے ... در وجودش۔ جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھویں سے۔

لہ چوں قضا۔ قضائے خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے اُلٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

لہ جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو جواب دیا کہ تم بھی بظاہر ایک سبب ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحابِ بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی صرف ایک پردہ ہو اصحابِ بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے

وانکہ[1] ایشاں را شکر باشد اجل — چوں نظر شاں مست باشد در دو دل

اور یہ کہ موت اُن کے لئے شکر ہوتی ہے — کیونکہ اُنکی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے

تلخ[2] نبود پیشِ ایشاں مرگِ تن — چوں روند از چاہ و زنداں در چمن

جسم کی موت اُن کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے — کیونکہ وہ کنویں اور قید خانے سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارست از جہانِ ہیچ ہیچ — می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ

جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا — وہ ناچیز کے فوت ہوجانے پر نہیں روتا ہے

برج[3] زنداں را شکست ارکانیے — ہیچ از و رنجد دلِ زندانیے

کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑی — کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہوگا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست — تا روان و جان ما از حبس رست

کہ ہائے افسوس اس نے سنگِ مرمر توڑ دیا — حتیٰ کہ ہماری روح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رخامِ خوب و آں سنگِ لطیف — برجِ زنداں را بہی بود و الیف

وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر — قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تا کہ زندانی برست — دست او در جرم ایں باید شکست

جب اس کو اس نے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا — اسکے جرم میں اس کا ہاتھ توڑنا چاہیے

ہیچ زندانی نگوید ایں فشار — جز کسے کز حبس آرندش بدار

یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا — سوائے اس کے جس کو قید خانہ سے سولی پر لیجائیں

تلخ[4] کے باشد کسے را کش برند — از میانِ زہرِ ماراں سوئے قند

اس شخص کو ناگوار کب ہوگا جس کو لیجائیں — سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن — می پرد با پرِ دل بے پائے تن

جسم کے شوروغل سے جان چھوٹ کر — دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چہ کاندر شباں — خسپد و بیند بخواب او گلستاں

کنویں کے اس قیدی کی طرح جو راتوں کو — سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبر — تا دریں گلشن کنم من کر و فر

وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر — تاکہ میں اس باغ میں مزے اڑاؤں

گویدش یزداں دعا شد مستجاب — وا مرو واللہ اعلم بالصواب

اس سے اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی — واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] وانکہ۔ جو اصحاب بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

[2] برج۔ مومن کی موت ایسی ہے جیسے کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹ جائے اگر کوئی کارکن اس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی کہ ہائے یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رخام۔ سنگ مرمر۔ برج یعنی عمارت جز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیلخانہ سے پھانسی پر جائے۔

[3] تلخ۔ مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے۔ جان۔ جب روح جسم کی قید سے آزاد ہوجاتی ہے تو اس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید۔ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرلے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

اینچنیں[1] خوابے ببیں چوں خوش بُوَد — مرگ نادیدہ بجنت در رَوَد
دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے — موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورَد بر انتباہ — بر تنِ باسلسلہ در قعرِ چاہ
کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے — کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر در آ در صفِّ رزم — کہ ترا بر آسماں بُود ست بزم
تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آجا — کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

بر امیدِ راہِ بالا کُن قیام — ہمچو شمعے پیشِ محرابے غلام
(عالم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ — محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشک[2] می بار و ہمی سوز از طلب — ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب
طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ — تمام رات سر کٹی شمع کی طرح

لب فرو بند از طعام و از شراب — سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب
کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے — آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار اُمید — در ہوائے آسماں رقصاں چو بید
ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن — بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت — آب و آتش رزق می افزایدت
آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے — پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر ترا[3] آنجا برد نبوَد عجب — منگر اندر عجز و بنگر در طلب
اگر وہ تجھے اِس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہوگا — کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خداست — زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست
تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے — کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کُن تا ایں طلب افزوں شود — تا دلت زیں چاہِ تن بیروں شود
کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے — تاکہ تیرا دل جسم کے اِس کنویں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں — تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں
مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مرگیا — تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ جُہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خَلق۔ جب تو کے ترا اِس حالت میں مرکہ لوگ تجھے مُردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو اَبدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

[1] اینچنیں۔ اِس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آجانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جبکہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اِس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اُس کے لئے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ بر اُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لئے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیے اور سر بُریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

[2] اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُرسوز اور پُراشک رہنا چاہیے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالٰے کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

[3] گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لئے

گر تنِ من ہمچو تنہا خفتہ است — ہشت جنت در دلم بشگفتہ است

اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے — آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گل و نسریں بود — چہ غم ست ار تن دراں سرگیں بود

جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو — اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جانِ خفتہ چہ خبر دارد ز تن — کو بگلشن خفتہ یا در گولخن

سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟ — کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں — نعرہ یا لیت قومی یعلمون

روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے — کاش میری قوم جان لیتی ۰ کا نعرہ

گر نخواہد زیست جاں بے ایں بدن — پس فلک ایوانِ کہ خواہد بدن

اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی — تو پھر آسمان کس کا محل ہوگا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست — فی السماءِ رزقکم روزیِ کیست

اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہیگی — آسمانوں میں ہے تمہارا رزق، کس کی روزی ہے؟

دربیانِ وخامتِ چرب و شیرینِ دنیا و مانع شدنِ او از طعام اللہ چنانچہ فرمود "الجوع طعام اللہ یحیی بہ ابدان الصدیقین ای فی الجوع یصل طعام اللہ عزوجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" وقول اللہ تعالیٰ یرزقون فرحین

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وا رہی زیں روزیِ ریزہ کثیف — در فتی در لوت و در قوتِ شریف

اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کرے — تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطل لوتش می خوری — میروی پاک و سبک ہمچوں پری

اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائیگا — (تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا

لہ گر تنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے تو یہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جانِ خفتہ۔ اگر روح گل و نسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالم برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اُس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے یا لیت۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش و عشرت سے آگاہ ہوتی۔

کہ گر نخواہد جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ دربیان۔ اب مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ الجوع۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وابیت۔ یہ روایت صوم وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے۔

سہ وا رہی۔ انسان جس قدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اُسی قدر اُس کو رزق باطنی حاصل ہوگا گر ہزاراں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزق ظاہری میں ہیں۔

کہ نہ حبسِ باد قولنجت کند — چار میخِ معدہ آہنجت کند

کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کرے گا — (نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ — ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ

اگر تو کم کھائے گا کوے کی طرح بھوکا رہیگا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کرے گی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دِق — پُر خوری شُد تخمہ را تن مستحق

تو کم کھائے، بد مزاجی اور خشکی اور دِق (ہو گی) — پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیا

از طعام اللہ و قوتِ خوشگوار — بر چناں دریا چو کشتی شو سوار

اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصر — دمبدم قوتِ خُدا را منتظر

روزے میں صابر اور مُصِر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کار و بُردبار — ہدیہا را مید ہد در انتظار

کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بُردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سُبک آید وظیفہ یا کہ دیر

پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا ہر دم ہمی گوید کہ کُو — وز مجاعت منتظر در ماند او

بے سر و سامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید بتو — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تو

جب تو منتظر نہ ہوگا تیرے پاس نہیں آئیگا — ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار — از برائے خوانِ بالا مرد وار

اے بابا! انتظار کر، انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر گرسنہ عاقبت قوتے بیافت — آفتابِ دولتے بر وے بتافت

انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کر لی — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحبِ خواں آشِ بہتر آورد

باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جُز کہ صاحب خوانِ درویشِ لئیم — ظنِ بد کم بر بہ رزاقِ کریم

بجز مفلس کینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

---

۱ کہ نہ۔ رزقِ ظاہری درد قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گر خوری۔ رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سُستی کی علامت ہے جس سے دماغ ڈِل ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھرا روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

۲ بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ ستر گنا معنوی روزی عطا فرمادینگے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے۔

۳ ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کرکے جب بھوک پیدا کروگے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کرے گا۔۔۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی میزبان اُس کے لئے اور اچھا کھانا تیار کرکے لاتا ہے۔ جُز کہ کمینے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مہمان کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور اُسکے کم کھانے ۔۔۔۔۔۔ اور اعلیٰ کھانا نہیں کھلاتا ہے تو خدا کے ساتھ اِس طرح کی بدگمانی نہ کر وہ سخی مہربان ہے۔

سر برآور ہمچو کوہے اے سَنَد[1] | تا نخستیں نورِ خور بر تو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر ابھار | تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بلندِ مستقر | ہست خورشیدِ سحر را منتظر
مستقل، بلند پہاڑ کی چوٹی | صبح کے سورج کی منتظر ہے

درجوابِ آں مغفّل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر مرگ نبودے وخوش بودے مُلکِ دنیا اگر زوالش نبودے

اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا! اگر موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلیٰ هٰذِهِ الْوَتِیْرَةِ مِنَ الْفُشَارَاتِ

اور اسی طرح کی بکواسیں

آں یکے[2] میگفت خوش بودے جہاں | گر نبودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی | اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ | کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی | تو پر پیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بودے بدشت افراشتہ | مُہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا | بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی | تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا | بیج کو شور زمیں میں بو دیا

عقلِ کاذب ہست خود معکوس بیں | زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے | وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را | آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے | جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ | حسرتش آنست کش کم بود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہو | اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

اے خدا قرآن کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مرنے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھُل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

[1] سر برآور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفا نہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ کی بلند چوٹی پر پڑتی ہے۔ درجواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اُس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لئے ہے کہ یہاں آدمی کچھ اچھے کام کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے جس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبین۔ وہ شخص جس کے حواس سالم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالعکس دکھا دیتی ہے۔

ورنہ از چاہے بصحرا اوفتاد — درمیانِ دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنوئیں سے جنگل میں آ گیا — دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتمؔ[1] و تنگیں مناخ — نقلؔ افتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے — وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ — بادۂ خاصی نہ مستیِ ز دوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ — خصوصی شراب، نہ کہ چھاچ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ — رستہ زیں آب و گلِ آتشکدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا — آتشکدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانیِ منیر — یکدو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے — ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فیما یرجی من رحمۃ اللہ تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقہا
اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ربّ[2] بعدٍ
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں ہیں

یورث قربا و ربّ معصیۃٍ میمونۃ و ربّ سعادۃٍ تاتی
جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں

من حیث یرجی النقم لیعلم ان اللہ یبدل سیّاٰتہم حسناتٍ
جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے عتاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ اُن کی برائیوں کو بھلائیوں کے بدلہ دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز — امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن — ہر جسم کو حکم ہو گا کہ اُٹھ

نفخِ صور امر است از یزدانِ پاک — کہ بر آرید اے ذرائر[3] سر ز خاک
صور کا پھونکنا خدائے پاک کا حکم ہے — کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر ابھارو

باز آید جانِ ہر یک در بدن — ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی — جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود را شناسد وقتِ روز — در لباسِ خود در آید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے — رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

[1] ماتم۔ دنیا ماتم کدہ ہے نقل۔ مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ "جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے"۔ ورنہ کردی۔ اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کر لے۔ فیما یرجی۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

[2] ورب بعد۔ یعنی بسا اوقات فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔ ربّ معصیۃ۔ بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیگا۔ رستخیز۔ یعنی روئیدن و برخاستن۔ نفخ صور۔ نفخ صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ ذرائر۔ ذرّہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو۔ جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔ جان جیسے سوتے ہی اسی طرح جسم میں آ جاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسمِ خود بشناسد و در وے رَوَد
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُس میں چلی جاتی ہے

جانِ زرگر سُوئے درزی کے رَوَد
سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[1] عالِم سُوئے عالِم میرَوَد
عالِم کی روح عالِم کی جانب جاتی ہے

روحِ ظالِم سُوئے ظالِم میرَوَد
ظالِم کی روح ظالِم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں عِلمِ اِلٰہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے

چونکہ برّہ و میش وقتِ صُبحگاہ
جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظُلَم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے

چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبحِ حشرِ کوچک است اے مستجیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے

حشرِ اکبر را قیاس از وے بگیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے

آنچناں[2] کہ جاں بپرد سُوئے طیں
جس طرح روح جسم کی، مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے

نامہ پرّواز یسار و از یمیں
اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کریگا

در کفش بنہند نامۂ بخل و جود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمالنامہ

فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بُود
بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا

باز آید سُوئے اُو آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا اس کی جانب واپس آجائے گا

گر[3] ریاضت دادہ باشد خوئے خویش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی ہوگی

وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

ور بُد اُو دی خام و زشت و در ضلال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا

چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ پائیگا

ور بُد اُو دی پاک و باتقویٰ و دیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا

چوں شود بیدار یابد در یمیں
جب بیدار ہوگا، دائیں ہاتھ میں پائے گا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے

بر نشانِ مرگ و محشر دو گواہ
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

[1] جانِ عالم۔ عالم کی روح عالم میں، ظالم کی روح ظالم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائے۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اٹھنا چھوٹا حشر ہے اسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کر کے آئے گی اسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کر کے انسانوں کے پاس آجائیں گے۔ در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود جب صبحِ محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کر کے نیک عادت بنالی ہوگی تو صبحِ محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور بدخصلت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ ور بُد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہو جانے کے گواہ ہیں۔

حشرِ اصغر حشرِ اکبر را نمود ۱؎ — مرگِ اصغر مرگِ اکبر را زدود

چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی — چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا

لیک ایں نامہ خیالست و نہاں — واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں

لیکن یہ اعمالنامہ خیال اور پوشیدہ ہے — اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہوگا

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر ۲؎ — زیں خیال آنجا بروید صور

یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہوگا — اس خیال سے اس جگہ صورتیں اگیں گی

در مہندس بیں خیالِ خانۂ — در دلش چوں در زمینے دانۂ

انجینیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ — اس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں خیال از اندروں آید بروں ۳؎ — چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دروں

وہ خیال اندر سے باہر آجائے گا — جس طرح زمین اندر کے بیج اگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند در دل وطن — روزِ محشر صورتے خواہد شدن

جو خیال دل میں وطن بناتا ہے — قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مہندس در ضمیر — چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر

جیسا کہ اُس انجینیر کے دل کا خیال — جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست — مومناں را در بیانش حصہ ایست

ان دونوں محشروں کے بیان سے میرا مقصد قصہ کہنا ہے — مومنوں کے لئے اس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں برآید آفتابِ رستخیز — برجہند از خاک خوب و زشت تیز

جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا — اچھے اور برے بھی مٹی سے اٹھ کھڑے ہوں گے

سوئے دیوانِ قضا پویاں شوند ۴؎ — نقدِ نیک و بد بکورہ در روند

فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے — نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادماں و نازناز — نقدِ قلب اندر زحیر و در گداز

نیک کی نقدی خوش اور پُرناز ہوگی — کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہوگی

لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد — سرِّ دلہا می نماید در جسد

دم بدم امتحانات ہوں گے — دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں ز قندیل آب و روغن گشتہ فاش — یا چو خاکے کہ بروید سبزہ ہاش

جس طرح لالٹین کو تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے — یا وہ زمین جو سبزے اگا دیتی ہے

۱؎ حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر۔ یعنی سونا۔ مرگِ اکبر یعنی نزع۔ لیک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔

۲؎ ایں خیال۔ یہ اعمال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اس کا اثر ظاہر ہو کر رہیگا۔ در مہندس۔ اس کی یہ مثال ہے کہ انجینیر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔

۳؎ آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کریں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے۔ انسان کے خیالات اور اغراض قیامت میں صورتیں اختیار کریں گے اور جوہر بن جائیں گے۔ مخلصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لئے بطور عبرت ان کو ذکر کیا گیا ہے۔

۴؎ سوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زحیر۔ بےچینی۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائیں گے۔ چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائیں گے جس طرح قندیل کے اندر کے تیل یا پانی کا پتہ جل جاتا ہے اگر تیل ہوتا ہے تو بتی آگ پکڑ لیتی ہے یا سبزہ اگنے سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کے اندر کیا شے ہے۔

از پیاز و زعفران و کوکنار — سبزی پیدا کند دشتِ بہار
پیاز اور زعفران اور خشخاش — (موسم) بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[۱] یکے سرسبز نحن المتقون — واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
ایک سرسبز ہوگا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہو) — دوسرا ابھی بنفشہ کی طرح سرجھکائے ہوگا

چشمہا بیروں جہیدہ از خطر — گشتہ دہ چشمہ زبیمِ مستقر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی — ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ، دس آنکھیں بنی ہوئی ہوگی

باز ماندہ دیدہا در انتظار — تاکہ نامہ ناید از سوئے یسار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی — تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آجائے

چشم گرداں سوئے چپ و سوئے راست — زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہوں گی — اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ گھٹیا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سوئے راست و سوئے چپ — زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی — تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ رائیگاں نہ ہو

نامہ آید بدستِ بندۂ — سر سیہ از جرم و فسق آگندۂ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا — جو جرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہوگا

اندرو یک خیر و یک توفیق نے — جز کہ آزارِ دلِ صدیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی — سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہوگا

پُر ز سرتا پائے زشتی و گناہ — تسخر و خنبک زدن بر اہلِ راہ
شروع سے آخر تک برائی اور گناہ سے بھرا ہوا — راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے

آں[۲] دغل کاری و دزدیہائے او — واں چو فرعوناں انا و انائے او
اُس کی مکاری اور چوریوں سے — اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبّر سے

چوں بخواند نامۂ خود آں ثقیل — داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا — وہ جان جائے گا کہ قیدخانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار — جرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہوگا — قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہوگی

آں[۳] ہزاراں حجّت و گفتارِ بد — بر دہانش گشتہ چوں مسمارِ بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور برے بول — بری کیل کی طرح اس کے منہ پر بن گئے

[۱] آں یکے. اگر انسان میں تقوٰی ہے تو اس پر سرسبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا. خوف سے آنکھیں دس چشمے بن جائیں گی کیونکہ یسار. برا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ چشم گرداں ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائیگا کہ کہیں اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہوگا۔ نامہ. کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہوگا جس میں برائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ خنبک زدن. تالی بجانا۔

[۲] آں دغل. اس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہوگا۔ ثقیل. یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل۔ کوچ۔ جرم. اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہوگا۔

[۳] آں ہزاراں. جھگڑوں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے۔

رختِ[1] دزدی در تن و در خانہ اش
چوری کا سامان، بدن پر اور اُس کے گھر میں

گشت پیدا گم شدہ افسانہ اش
کھل گیا، اُس کا قصہ ختم ہو گیا

پس رواں گردد بزندانِ سعیر
تو وہ دوزخ کے قیدخانہ کی جانب روانہ ہوگا

کہ نباشد خار را زآتش گزیر
کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں موکّل آں ملائک پیش و پس
فرشتے، سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے

بُودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہو گئے

میبرندش[2] میسپارندش بہ نیش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے

کہ برو اے سگ بکہدانہائے خویش
کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا بر سرِ ہر راہ او
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے

تا بُود کہ بر جہد زاں چاہ او
شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

منتظر می ایستد تن میزند
اِنتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چپ سادھ لیتا ہے

بر امیدے روئے واپس می کند
کسی اُمید پر مڑ کر دیکھتا ہے

اشک میبارد چو بارانِ خزاں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے

خشک اُمیدے چہ دارد او جزآں
وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے روئے واپس میکند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے

رو بدرگاہِ مقدس میکند
درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] ز حق امر آید از اقلیمِ نور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئیگا

کہ بگوئیدش کہ اے بطالِ عور
اُس سے کہدو کہ اے جھوٹے، ننگے!

انتظارِ چیستی اے کانِ شر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟

رو چہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے بیہودہ! مڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کت آمد بدست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آگیا

اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا

چہ نگری پس بیں جزای کارِ خویش
پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزاء دیکھ

بیہدہ چہ مول مولے میزنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے

در چنیں چہ کو اُمیدِ روشنی
ایسے کنویں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

---

[1] رختِ دزدی. جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتا ہے. سعیر جہنم. کہ نباشد. خار دار جھاڑی جلانے ہی کے کام آتی ہے. چوں موکل جو فرشتے پہلے اُس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مسلط ہوں گے.

[2] می برندش. وہ فرشتے اُس کو جہنم کی طرف لیجائیں گے نیش. یعنی عذاب. کہدانہائی. یعنی جہنم میں جو اُس کا مقام ہے. می کشد. وہ جہنم کی طرف جانے سے رکے گا اور کسی اُمید پر مڑ مڑ کر دیکھے گا. باران خزاں. موسم خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے. رو بدرگاہ. وہ مڑ مڑ کر اللہ تعالٰی کے دربار کو دیکھے گا.

[3] پس. اُس گنہگار کے لئے عالم قدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمال صالحہ سے ننگے مڑ مڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس جزا کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اب بیکار ٹال مٹول ہو کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی امید نہیں ہے.

نے ترا از روئے ظاہر طاعتے[1]
نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے
نے ترا در سرّ و باطن نیتے
نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے ترا در شب مناجات و قیام
نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے
نے ترا در روز پرہیز و صیام
نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے ترا حفظِ زباں ز آزارِ کس
نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے
نے نظر کردن بعبرت پیش و پس
نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بود یادِ مرگ و نزعِ خویش
آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی
پس چہ باشد مردنِ یاراں ز پیش
پیچھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے ترا بر ظلم توبہ[2] پُر خروش
نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے
اے دغا گندم نمائے جو فروش
اے دغاباز، گیہوں دکھانے والے اور جَو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا
جبکہ تیری ترازو کج اور پُر (دغا) تھی
راست چوں جوئی ترازوئے جزا
تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست
جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا تھا
نامہ چوں آید ترا در دستِ راست
تو اعمال نامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئیگا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِ تو خم
اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے
سایۂ تو کج فتد در پیش ہم
سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں قبل[3] آید خطاباتِ درشت
اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے
کہ شود کُہ را ازاں ہم کوز پشت
کہ اس سے پہاڑ بھی کبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں
بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا
صد چنانم صد چنانم صد چناں
میں اس سے سو گنا ہوں، سو گنا ہوں، سو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بتر ہا را بحلم
تو نے خود بُردباری سے اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا
ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم
ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش
لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ
از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن
اپنی عاجزانہ نیازمندی کے (علاوہ)
وز خیال و وہمِ من یا صد چو من
اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)

---

[1] نے ترا۔ اللہ تعالیٰ اس گنہگار سے فرمائیگا کہ تیرے پاس کوئی عمل خیر ہے نہ تیری خیر و حسنات کی نمائش ہے نہ شب کا روزہ۔ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی۔ پیش۔ آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرتا۔

[2] توبہ۔ اگر گناہوں کا صدمہ بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر چلتا۔ جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب بدلے کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے چونکہ برائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

[3] زیں قبل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ ان سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید۔ اب یہ گنہگار جناب باری میں عرض کریگا کہ جو میری خطائیں گنائی گئی ہیں میں ان سے بھی سو گنا خطاوار ہوں لیکن تیری رحمت ان گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پردہ پوشی کر دیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال

بودم[1] اُمیدے بمحضِ لطفِ تو — از ورائے راست باشی یا عتو
مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے زلطفِ بے عوض — بودم اُمید اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے اُمید تھی

رُوپس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتِ ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ معتمد بودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں[2] شمارد جرمِ خود را و خطا — محض بخشائش درآید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائیگی

کاے ملائک بازآریدش بما — کہ بدستش چشم و دل سُوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لاؤ — کیونکہ اُس کی آنکھ اور دل اُمید وار (عطا) ہیں

لاأبالی وار آزادش کنیم — واں خطاہا را ہمہ خط برزنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کردینگے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لاأبالی مر کسے باشد مباح — کش زیاں نبود ز جرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لئے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ[3] خوش برفروزیم از کرم — تا نماند جرم و زلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کرینگے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شعلہ در بنگاہِ انسانی زنیم — خار را گلزارِ روحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم — کیمیا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہے کیمیا

---

[1] بودم: میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور غرض سے بے نیاز ہے میں مُڑ کر تیرے اُس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے جیسی وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

[2] چوں شمارد جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائیگا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ کاے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لاأبالی۔ ہم اس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں۔ بے پروا وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

[3] آتش خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلائینگے جو تمام جرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دیگی۔ بنگاہ خیمہ گاہ۔ یُصْلِحْ۔ قرآن پاک میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ۔ اے مومنو اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمہارے اعمال کو سدھار دیگا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دیگا۔

خودؔ[1] چہ باشد پیشِ نورِ مُستقر
مُستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟

کرّ و فرِّ اختیارِ بُوالبشر
ابُوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے اُو
گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے

پیۂ پارہ مَنظرِ بینائے اُو
چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مِسمعِ اُو آں دو پارہ استخواں
ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں

مُدرِکش دُو قطرہ خوں یعنی جَناں
خون کے دو قطرے یعنی دل اُسکے علم کا آلہ ہیں

کِرمَکیؔ[2] واز قذر آگندہٗ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے

طُمطراقے در جہاں افگندہٗ
تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے

از مَنی بُودی مَنی را واگذار
تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ

اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حُجرہ داشتنِ اُو جہتِ چارق و پوستین و
ایاز اور اُس کے چپّل اور پوستین کے لئے حُجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گُماں بُردنِ خواجہ تاشاں کہ اُو را دراں حجرہ دفینہ است
ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسببِ محکمیٔ در و گرانیٔ قفل و رفتنِ اُو بداں جا
کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ
ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا

پُوستین و چارقش آویختہ
اُس نے اپنی پوستین اور چپّل لٹکا رکھی تھی

میرودؔ[3] ہر روز در حجرہ خلا
علیحدہ حُجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا

چارقت اینست منگر در عُلا
تیری یہ چپّل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند اُو را حُجرہ ایست
اُنھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے

اندر آنجا زر و سیم و خُمرہ ایست
وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں ایاز۔ ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کر کے اُس کا محبوب ترین وزیر بن گیا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق۔ ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے تھے۔

[3] میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جاکر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے غرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اُسکو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے اُسمیں اُس نے زر و جواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ۔ بشکل۔

[1] خود چہ باشد۔ جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مظہرِ صفات و اسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اِس عارض کی وجہ سے اُن میں جُرم و خطا کی صفت پیدا ہو گئی ہے جب حضرتِ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس اختیار کی نسبت کو محو فرما دینگا تو اُن کا نور واضح ہو جائیگا اور اُن افعال میں جُرم و خطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اِس اختیار کی حقارت اور ضعف کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ۔ نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مِسمع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مدرکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔

[2] کرمکی۔ انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان و شوکت بنا رکھی ہے۔ از منی جبکہ انسان اس قدر ناچیز ہے تو غرور و تکبر اُس کے مناسب نہیں۔ اُس کو ایاز کی طرح اپنی اصل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ قصۂ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل و حقیقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھنا چاہئے

راہ می نَدہد کسے را اندرو
وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے

بستہ میدارد ہمیشہ آں درِ او
وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے

شاہ فرمود اے عجب آں بندہ را
شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا

چہ بُود پنہان و پوشیدہ ز ما
ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہوگا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رو
پھر اُس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا

نیم شب بکشائے در در حجرہ شو
آدھی رات کو دروازہ کھول حجرے میں چلا جا

ہر چہ یابی مر ترا یغماش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لُوٹ لے

سِرِّ اُو را بر ندیماں فاش کن
اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے

با چنیں اِکرام و لُطفِ بے عدد
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود

از لئیمی سیم و زر پنہاں کند
کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

می نماید اُو وفا و عشق و جوش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے

وانگہ اُو گندم نمائے و جو فروش
پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جَو بیچنے والا

ہر کہ اندر عشق یابد زندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے

کفر باشد پیشِ اُو جز بندگی
اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی معتمد
اُس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کے ساتھ

در گشادِ حجرۂ او رائے زد
اُس کے حجرے کو کھولنا طے کیا

مشعلہ بر کردہ چندیں پہلواں
چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے

جانبِ حجرہ روانہ شادماں
خوشی خوشی حجرے کی جانب روانہ ہوگئے

کامرِ سلطانست بر حجرہ زنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لُوٹ لیں

ہر یکے ہمیانِ زر در کش کنیم
ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبالے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے

از عقیق و لعل گوی و از گہر
عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاصِ خاصِ مخزنِ سلطان وی است
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے

بلکہ اکنوں شاہ را خود جان وی است
بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیشِ آں عشیق
اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟

لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

---

۱ شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اُس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ چہ۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جا کر اُس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ مر ترا۔ اس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے یغما۔ لوٹ۔ سرِّ او۔ ایاز کے اس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور پھر گیہوں دکھا کر جَو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکہ بازی کرتا ہے۔

۲ ہر کہ۔ جو عشق کا دعوے کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اُس کے لئے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس بھروسہ کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلواں۔ یعنی دیکھنے میں بہت تندرست۔ کش۔ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس لوٹ میں سونا درکنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔

۳ خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اُس کے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق یعنی ایاز۔

شاہ را بر وے نبودے بدگماں — تسخرے میکرد بہر امتحاں

بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی — وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غش و غل — باز از وہمش ہمی لرزید دل

وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا — پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بود خستہ شود — من نخواہم کہ برو خجلت رود

کہ وہ خدا نخواستہ رنجیدہ ہو — میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں[2] نہ کردست او وگر کرد او رواست — ہر چہ خواہد گو بکن محبوب ماست

اُس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے — کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہر چہ محبوبم کند من کردہ ام — او منم من او چہ گر در پردہ ام

میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے — وہ میں ہوں میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور از اں خوے و خصال — ایں چنیں تخلیط ژاژ ست و خیال

پھر کہتا اِس خصلت اور عادت سے بعید ہے — اِس طرح کی گڑبڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید — کو یکے دریاست قعرش ناپدید

ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے — کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے

ہفت[3] دریا اندرو یک قطرہ — جملہ ہستیہا ز مہرش ذرۂ

ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں — تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند — قطرہایش یک بیک مینا گرند

سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں — اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہ شاہانست و بلکہ شاہ ساز — وز برائے چشم بد نامش ایاز

وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے — نظر بد کی وجہ سے اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بر وے بدست — از رہ غیرت کہ حسنش بیحدست

بھلی نگاہیں بھی، اس پر بری ہیں — غیرت کی وجہ سے کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے

یک دہاں خواہم بہنائے فلک — تا بگویم وصف آں رشک ملک

آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں — تاکہ اُس رشک ملک کی تعریف کر سکوں

عبدیت مراد ہے۔ از رہ غیرت۔ (شعر)

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

یک دہاں۔ میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

---

[1] شاہ۔ شاہ نے ایاز کا حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا کہ بھی لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہوگیا تھا بلکہ اُس نے اس حکم کے ذریعہ بھی لوگوں کو آزمانے کے لئے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس جہت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر معاذ اللہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح تھی تو ایاز کو بہت رنج ہوگا۔

[2] ایں نہ کردست۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اس کا جو جی چاہے کرے۔ ہرچہ۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط۔ گڑبڑ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز اخلاص و محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی طرف منتقل ہوکر آنحضور کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضور کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضور کی

درد ہاں یا ہم چنیں و صد چنیں | تنگ آید در بیانِ آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اس جیسے سیکڑوں کہہ جاؤں | اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

اینقدر ہم گر نگویم اے سند | شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں | کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام | بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا | تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من سرِ ہر ماہ سہ روز اے صنم | بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینے کے شروع میں تین دن | یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اوّلِ سہ روزہ است | روزِ پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے | کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہر دلے کاندر غمِ شاہے بود | دمبدم او را سرِ ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق میں ابتلا ہو | اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ
اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور

آں صورتیست در خورِ ایں صورت گراں است و در خورد
یہ کہ وہ ظاہر، ظاہر پرستوں کے لائق اور اُن کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے

آئینۂ تصویرِ ایشانست و از قدوسی کہ حقیقتِ ایں قصہ راست
اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو

نطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت سر و ریش
اُس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور

و قلم گم میکند و العاقل تکفیہ الاشارۃ
قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز | چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں ز ساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف | اب ترتیب سے باہر ہو گئے چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

ۓ درد ہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اس امین کی خوبیوں کا پورا بیان نہیں کر سکتی ہیں۔ امین اگر شاہ کا مقصود ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقصود ہے تو آنحضورؐ مراد ہیں۔ اینقدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔

ۓ من سر۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دنوں میں جوش پر ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا۔ اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج اُن دنوں کا پہلا دن ہے۔ اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو انعام دیا۔ ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو۔

ہیں کہ۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں دیوانگی کا میرا ابھی پہلا دن ہے۔ ہر دلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اس کے لئے تو ہر لمحہ مہینے کے اوّل کے تین دن ہیں۔

ۓ دربیان۔ محمود و ایاز کا عنوان تو قصہ کی ظاہری صورت ہے لیکن اصل مقصود اپنے عشقِ خداوندی کو بیان کرنا ہے۔ قصۂ محمود۔ چونکہ اب مجھ میں عشقِ حقیقی کی دیوانگی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا یہ قصہ بھی اب بے ربط ہو کر رہ گیا ہے۔

زانکہ پیلم دید ہندستان بخواب [1] | از خراج اُمید بُردہ شد خراب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا | آمدنی سے اُمید منقطع کرنے ، گاؤں تباہ ہوگیا ہے

کَیفَ یَاْتِی النَّظْمُ لِی وَالْقَافِیَه | بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُولُ الْعَافِیَه
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟ | جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہوگئی ہیں

مَا جُنُونٌ وَاحِدٌ لِی فِی الشُّجُونْ | بَلْ جُنُونٌ فِی جُنُونٍ فِی جُنُونْ
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے | بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذَابَ جِسْمِی مِنْ اِشَارَاتِ الْکُنَا | مُنْذُ عَانَیْتُ الْبَقَاءَ فِی الْفَنَا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گُھل گیا | جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اُٹھائی ہے

اے ایاز [2] از عشق تو گشتم چو مُوئے | ماندم از قصّہ تو قصّہ من بگوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہوگیا ہوں | میں تیرے قصے سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں | تو مرا کا فسانہ گشتستم بخواں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا | میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مُقتدا | من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے | میں کوہ طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا بازگشت ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست | زانکہ بیچارہ زگفتنہا تہی ست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟ | کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہم گفتنہا کُنند | کوہ عاجز خود چہ داند اے سَنَد
لیکن موسیٰ گفتگو میں سمجھتے ہیں | اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ [3] مے داند بقدرِ خویشتن | اندکے دارد ز لُطفِ روح تن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے | جسم، رُوح کا تھوڑا سا لُطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب | آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب
جسم، حساب لینے میں اُصطرلاب کی طرح ہے | رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

[1] زانکہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اس پر مستی طاری ہوجاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ما جنون میرا صرف ایک [illegible] نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ ذاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کرسک رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ کو فنا کر کے مقام مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

[2] اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کرسکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو ہی قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہو کر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰ نے سمجھا۔

[3] کوہ مے داند۔ پہلے شعر سے یہ نہ سمجھا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہوجاتا ہے یہی حال حضرت موسیٰ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کردیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

[1] آں منجم چوں نباشد چشمِ تیز	شرط باشد مردِ اصطرلاب ریز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو	اُصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے
تا صُطرلابے کُند از بہرِ اُو	تا بر د از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ اُس کے لئے اصطرلاب بنا دے	تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کرسکے
جاں کز اصطرلاب جوید اُو صواب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
جو جان اُصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے	وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟
تو کز اُصطرلابِ دیدہ بنگری	در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
تو جو کہ آنکھ کے اُصطرلاب سے دیکھتا ہے	عالَم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے
تو جہاں را قدرِ دیدہ دیدۂ	کُو جہاں؟ سُبلت چرا مالیدۂ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے	جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟
عارفاں را سُرمۂ ہست آں بجوئے	تا کہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوئے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر	تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے
[2] ذرۂ از عقل و ہوش ار با من ست	ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ (بھی) میرے پاس ہے	تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟
چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست	پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
چونکہ میرا دماغ، عقل اور ہوش سے خالی ہے	تو اِس غلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟
نے گناہ اُو راست کو عقلم ببرد	عقلِ جملہ عاقلاں پیشش بمُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا	تمام عقلمندوں کی عقلیں اُسکے آگے مُردہ ہیں
یَا مُحِیْرَ الْعَقْلِ فَتَّانَ الْحِجیٰ	مَا سِوَاکَ لِلْعُقُوْلِ مُرْتَجیٰ
اے عقل کو حیران کرنے والے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے!	تیرے سوا عقلوں کی اُمید گاہ نہیں ہے
[3] مَا اشْتَہَیْتُ الْعَقْلَ مُذْ جَنَّنْتَنِیْ	مَا حَسَدْتُ الْحُسْنَ مُذْ زَیَّنْتَنِیْ
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے	جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حُسن پر حسد نہیں کیا ہے
بَلْ جُنُوْنِیْ فِیْ ہَوَاکَ مُسْتَطَابٌ	قُلْ بَلیٰ وَاللہِ یُجْزِیْکَ الصَّوَابُ
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے	کہدے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے
گر بتازی گوید او ور پارسی	گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں	تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اسکو سمجھے

[1] آں منجم۔ جو نجومی براہِ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لئے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہِ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا۔ تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالَم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریگا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائیگا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکیگا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سُرمہ حاصل کرنا چاہئے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

[2] ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی سی عقل ہو تو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہوگئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہوجاتی ہیں۔ مُحیر۔ حیران کرنے والا۔ فتّان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حِجیٰ۔ عقل۔ مرتجیٰ۔ اُمید گاہ۔

[3] ما اشتہیت۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں ہے۔ جَنَّنْتَنِیْ۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زَیَّنْتَنِیْ۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مُستطاب۔ پسندیدہ۔ قُلْ بَلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کردے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا در حقیقت عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کیلئے

بادۂ[1] اُو در خورِ ہر ہوش نیست — حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست
اُس کی شراب ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے — اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار — رَو رَو اے جانِ زُود زنجیر یار
میں دیوانہ وار دو بارہ آ گیا — اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم — گر دو صد زنجیر آری بر درم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ — اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند — سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے — مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصۂ[2] عشقش ندارد مطلعہ — ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ
اُس کے عشق کا قصہ، کوئی مطلع نہیں رکھتا — مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فَلْیَنْظُرِ

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز — کاں یکے گنجے ست مالا مالِ راز
ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا — کیونکہ وہ رازسے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں — تا بہ بیند چارقے با پوستیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لئے جاتا تھا — تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد — عقل از سر، شرم از دل میبرد
کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے — سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکالتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں — مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں
اس لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی — وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہو

شد عزازیلے ازیں مستی بلیس — کہ چرا آدم شود بر من رئیس
اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا — کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام — صد ہنر را قابل و آمادہ ام
میں سردار ہوں، اور سردار زادہ بھی ہوں — لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کر سکتا ہے اِس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے۔ بارِ دیگر۔ اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لا سکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اُس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ۔ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ مطلع۔ غزل کا پہلا شعر۔ مقطع۔ غزل کا آخری شعر۔ باز گرداں۔ ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اُس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم زمانہ سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔ خواجہ۔ شیطان، ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اس لئے اُس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہنر من از کسے کم نیستم	تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بایستم
میں ہنر میں، کسی سے کم نہیں ہوں	پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام او از وَحَل	پیشِ آتش مر وَحَل را چہ محل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے	آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رتبہ؟

او کجا بود اندراں دورے کہ من	صدرِ عالَم بودم و فخرِ زمن
اُس زمانہ میں وہ کہاں تھا، جب کہ میں	عالَم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

دربیانِ آیۂ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ و قولہٗ تعالیٰ

آیۂ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

فی حقِ اِبلیسَ علیہِ اللّعنۃُ - اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا

عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ

اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتشِ جانِ سفیہ	کآتشی بود الوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ
نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی	کیونکہ وہ آگ کا بنا ہوا، تھا لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم کہ بُد قہرِ خدا	علّتے را پیش آوردن چرا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا	کوئی علّت پیش کرنا کیسا؟

کارِ بے علّت مبرّا از عِلَل	مستمر و مستقر ست از ازل
(خدا کا) کام بے علّت، علّتوں سے پاک ہے	ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مُستحَث	علّتِ حادث چہ گنجد با حدث
قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں	حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علّت کی کیا گنجائش؟

سِرِّ[3] اَب چہ بود آبِ ما صُنعِ اوست	صُنع مغز ست و اَب صورت چو پوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اُس کی صنعت ہے	صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فندق[4] تن دوستت	جانت جوید مغز و کو بد پوستت
اے فندق جیسے جسم (والے)! عشق کو اپنا دوست سمجھ	جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہو، تیرے چھلکے کو توڑتا ہو

[1] دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ وَحَل۔ کیچڑ۔ پیش یعنی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ او کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ تشفلہ۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اُس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔

[2] نے۔ میں نے اُس کی نافرمانی کی علّت آگ کو قرار دیا اصل علّت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علّت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علّت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علّت اُس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قہرِ ازلی ہی اُس کو نافرمان قرار دے گیا تھا اُس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

[3] سِرِّ اَب چہ بود۔ کہا تھا اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لئے باپ کے اوصاف علّت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علّت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صنعت ہے باپ اُس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصل علّت اور سبب خدا کی کاریگری ہے۔

[4] عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے

دوزخی[1] کہ پوست باشد دوستش
وہ دوزخی، کھال جس کی دوست ہو

داد بَدَّلْنَا جُلُوْدًا پوستش
ہم نے کھالوں کو بدل دیا۔ کی کھال انکو دیدی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے

لیک آتش را قشورت ہیزم ست
لیکن تیرے چھلکے، آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ در وے آبِ جوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے

قدرتِ آتش ہمہ بر ظرفِ اوست
آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ[2] انساں بر آتش مالک ست
انسان کا جوہر، آگ کا مالک ہے

مالکِ دوزخ درو کے ہالک ست
دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست
ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے

لیک آتش را تنِ اُو ہیزم ست
لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنیٰ فزا
پس تو جسم کو نہ بڑھا، رُوح کو بڑھا

تا چو مالک باشی آتش را کیا
تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ
تونے چھلکے پر چھلکا بڑھا یا ہے

لاجرم چوں پوست اندر دُودۂ
لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھوئیں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے

قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہو

ایں تکبر[3] از نتیجہ پوست ست
یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے

جاہ و مال آں کبر را زاں دوست ست
اس لئے تکبر کو رُتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لباب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت

منجمد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب
جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شُد ز آفتابش یخ نماند
جب اُس کو سُورج کا پتہ چلا، برف نہ رہا

نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
نرم ہوگیا اور گرم ہوگیا اور تیزی سے بہہ گیا

شُد ز دیدِ لُب جملہ تن طمع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا

خوار و عاشق شد کہ ذَلَّ مَنْ طَمِعَ
ذلیل اور عاشق بنگیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

اُس کا جماؤ ایسا ہی ہے جیسا کہ برف کا جماؤ سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ لُبّ۔ خلاصہ جوہر یعنی ذاتِ باری اور اُس کی صفات۔ شُد ز دیدِ لُب۔ جب اُس کو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان میں انکے حصول کا لالچ پیدا ہوتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہے ذَلَّ مَنْ طَمِعَ۔ مولانا نے اس محاورے کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لئے ہیں عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچی انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

[1] دوزخی۔ جو جسم و پوست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دیگا قرآن پاک میں ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ "اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کردیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں" یعنی و مغزت۔ انسان کی رُوح 'روحِ کامل کا' پرتو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے۔ کوزہ۔ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اُس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا۔

[2] معنی انسان۔ رُوحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہوسکتا ہے۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔ پوستہا۔ جبکہ تو مجسم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھوئیں میں ہے۔ زانکہ۔ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُس کا قاتل ہے۔

[3] ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی لئے متکبر مال اور رتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ الخ

چون¹ نہ بیند مغز قانع شد بپوست — بندِ عزّ من قنع زندانِ اوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے — جس نے قناعت کی اُس نے عزت پایا" کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے

عزت اینجا گبریست و ذُل دیں — سنگ تا فانی نشد کے شد نگیں
اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین — پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی وانگاہ انا — وقتِ مسکین گشتنِ تست و فنا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر — (حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال — کہ ز سرگین ست گلخن را کمال
تکبر ہمیشہ رتبہ اور مال کا جویاں (رہتا) ہے — کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند — شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
کیونکہ یہ دونوں بدن کے پالنے والے کھال کو بڑھاتے ہیں — چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ² را بر لُبِّ لُب نفراشتند — پوست را زاں روئے لُبّ پنداشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی — اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بود ایں راہ را — کو شکار آمد شبیکہ جاہ را
اس راستے کا پیشوا، ابلیس تھا — جو رتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا — سایۂ مرداں زمُرّدِ ایں دو را
مال سانپ جیسا ہے اور رتبہ اژدہا ہے — ان دونوں کا زمرد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرد مار را دیدہ جہد — کور گردد مار و رہرو وا رہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں — سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چون³ بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس — ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس
جبکہ اُس پیشوا نے اِس راستہ پر کانٹے بچھائے — جو بھی زخمی ہوا اُس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم بر من از غدرِ وے ست — غدر را آں مقتدا سابق پے ست
یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی — غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند — جملگاں بر سنتِ او پا زدند
اُس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں — سب اُس کے طریقہ پر چل پڑے

وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا - یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اُسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ل چون نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اس کو تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عز من قنع اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ باعزت رہتا ہے مولانا نے اس محاورے کے بھی یہ معنی مراد نہیں لئے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین ذلت کا اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائیگا وہ نگینہ نہ بن سکے گا۔

٢ دیدہ را۔ چونکہ ان لوگوں نے اصل جوہر کو نہ دیکھا اس لئے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے۔ پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کیلئے سانپ اور اژدھا ہے بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لئے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

٣ چون۔ راہ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ میں اُس سے تکلیف پہنچتی ہے

ہر کہ بنہد سنّتِ بد اے فتیٰ[1]
اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ قائم کیا
تا درافتد بعد از و خلق از عمیٰ
اُسکے بعد جبکہ بھی مخلوق اندھے پن سے اُسپر چلتی ہے

جمع گردد بروے آں جملہ بزہ
وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے
کو سرے بودست وایشاں دُمِ غزہ
کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدمؑ چارق و آں پوستیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستیں
پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بود
جب کہ ایاز، چپل اُس کا ورد تھی
لاجرم او عاقبت محمود بود
لامحالہ اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ[2] مطلق کارسازِ نیستی ست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے
کارگاہِ ہست کُن جز نیست چیست
موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے!

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟
یا نہالے کارد اندر مغرسے
یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے
تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست
اُس جگہ بیج بوتا ہے جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا
کاغذ اسپید نابنوشتہ باش
تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا

تا[3] مشرف گردی از نون والقلم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے
تا بکارد در تو تخم آں ذوالکرم
تاکہ وہ صاحبِ کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنائے
مطبخے کہ دیدہ نادیدہ گیر
جو مطبخ تونے دیکھا ہے اُس کو بن دیکھا بنائے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں
پوستین و چارق از یادت رود
پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں درآید نزع و مرگ آہے کُنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے
ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کُنی
تب پُرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اُس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دُمِ غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدمؑ۔ آدم علیہ السلام نے اپنی اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہدیا۔ چوں ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لئے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

[2] ہست مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اُس میں صنعت خداوندی کارنما بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اُس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے، باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیئے۔

[3] تا مشرف۔ پھر قدرت قلمِ قدرت سے اُس پر نقش و نگار کرے گی اور اُس میں معرفت کے پودے لگا دے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تا نگردی غرقِ موجِ زشتیے ۱ | کہ نباشد از پناہت کشتیے
جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہوگا | جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہوگی

یاد ناری از سفینۂ راستیں | ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا | چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقابِ بلا | پس ظلمنا ور دسازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیگا | پھر پے در پے "میں نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا

دیو گوید بنگرید ایں خام را | سر بریدایں مرغِ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اِس بے وقوف کو دیکھو | اِس بے وقت کے (اذان دینے والے) مُرغے کو ذبح کر دو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز | کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے | کہ اُس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو

او خروسِ آسماں بودہ ز پیش | نعرہائے او ہمہ در وقتِ خویش
وہ پہلے سے آسمانی مُرغ تھا | اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ۲ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ
اِس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اِس کے معنی کہ اگر

الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُّ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت ۳
پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہو اور اِس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بد می نگری | از چنبرۂ وجودِ خود می نگری
جس شخص کو تو بُری نظر سے دیکھتا ہے | اپنے وجود کے حلقے سے دیکھتا ہے

و در بیانِ ایں مصرع ۴ | پایۂ کژ کژ فگند سایہ
اور اِس مصرع کے بیان میں | ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خروساں از وے آموزید بانگ | بانگ بہرِ حق کند نے بہرِ دانگ
اے مُرغو! اُس سے اذان دینا سیکھو | وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے نہ کہ پیسے کے لئے

صبحِ کاذب آید و نفریبدش | صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اُسکو فریب نہیں دیتی | صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

۱ تا نگردی: تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائیگا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اِس کو ذبح کرڈالو جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اُس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اُس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مُرغ تھا اُس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔

۲ اَرِنَا۔ یہ دعا امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے مولانا نے اِس مناسبت سے اُنکو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اُنکے حجرے میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اِسی لئے اُنھوں نے اُس کو متہم کیا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ۔ یہ حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اِس درجہ کا ہے کہ اگر غیب کے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہر کہ۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

۳ پایۂ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اُس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑیگا۔ اے خروساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں اُنکو اسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کرلی تھی اُنمیں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ صبح کاذب۔ وہ وقت کو صبح پہچانتا تھا وقت اُس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ[1] دُنیا عقلِ ناقص داشتند — تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند

دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے — حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صبحِ کاذب کاروانہا را زدست — کہ بہُوئے روز بیروں آمدست

صبحِ کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے — جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صبحِ کاذب خلق را رہبر مباد — کو دہد بس کاروانہا را بباد

خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی راہنما نہ بنے — جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے[2] شُدہ تو صبحِ کاذب را رہیں — صُبحِ صادق را تو کاذب ہم مبیں

اے وہ شخص! کہ تو صبحِ کاذب کا پابند ہے — صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں — از چہ داری بر برادر ظن ہماں

اگر تجھے بُرے نفاق سے امن نہیں ہے — تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے!

بدگماں باشد ہمیشہ زِشت کار — نامۂ خود خواند اندر حقِ یار

بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے — دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند — انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند

وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں — اُنھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں[3] امیرانِ خسیسِ قلب ساز — ایں گماں بُردند بر حُجرہ ایاز

اُن کمینے دھوکے باز سرداروں نے — ایاز کے حُجرے پر بھی گمان کیا

کو دفینہ دارد و گنج اندراں — زآئینۂ خود منگر اندر دیگراں

کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے — اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ اُو — بہرِ ایشاں کرد اُو آں جُست و جو

شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے — اُس نے وہ جستجو اُن کے لئے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در — نیم شب کہ باشد اُو زاں بیخبر

کہ اے سردارو! حُجرے کا دروازہ کھول دو — آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہوگا

تا پدید آید سگالشہائے اُو — بعد ازاں بر ماست مالشہائے اُو

تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں — پھر اُس کی سزا ہمارے ذمّہ ہے

محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

[1] اہلِ دنیا۔ دنیا دار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی۔ صبحِ کاذب۔ صبح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبحِ کاذب خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

[2] اے شدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق دیکھنا چاہیے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے وہ اپنے اعمال کو دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں گنہگار ہیں چونکہ خود کج تھے وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

[3] واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے اُمرا جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے اُنھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لئے دیا تھا۔ کاے امیراں سلطان

مر شمارا دادم آں زرّ و گہر — مَن ازاں زرہا نخواہم جز خبر

میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا — میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ اُو می طپید — از برائے آں ایازِ بے ندید

وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا — اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میرود — ایں جفا گر بشنود اُو چوں شود

کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے — یہ ظلم اگر وہ سُنے گا، اُس کا کیا حال ہو گا؟

باز میگوید بحقِّ دینِ اُو — کہ ازیں افزوں بُوَد تمکینِ اُو

پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم — اُس کا رُتبہ اِس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود — وز غرض وز سِرِّ من غافل بُوَد

کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو — اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مُبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج — بُرد بیند کے شود اُو ماتِ رنج

مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے — کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویل ایازِ صابر ست — کہ بحرِ عاقبتہا ناظر ست

توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے — کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسف خوابِ ایں زندانیاں — ہست تعبیرش بہ پیشِ اُو عیاں

(حضرت) یوسفؑ کی طرح اِن قیدیوں کا خواب — اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خواب خود را چوں نداند مردِ خیر — کے بُوَد واقف ز سِرِّ خوابِ غیر

جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا — وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟

گر زنم[3] صد تیغ اُو را ز امتحاں — کم نگردد وصلتِ آں مہرباں

میں اگر آزمائش کی سَو تلواریں اس کے ماروں — اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا

داند اُو کاں تیغ بر خود می زنم — من وَیَم اندر حقیقت اُو منم

وہ جانتا ہے کہ وہ تلوار میں اپنے مار رہا ہوں — حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

دربیانِ اتّحادِ عاشق و معشوق از روئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔ دربیان۔ اب مولانا نے [illegible] عاشق اور معشوق کے اتحاد کو بتایا ہے۔

[1] مر شما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر تمہیں ملیں وہ تمہارے ہیں، مجھے آگر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دے دیا تھا لیکن وہ اس لئے بے چین تھا کہ اگر اُس کے مخلص ایاز کو اس کا علم ہو گا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہو گا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اِس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہو گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

[2] مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحب تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اس کام کی کوئی بہتر توجیہ کریگا۔ [illegible]۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دے دی تھی جس نے یہ دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے اُس کے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُسے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں زندانیاں جیلخانہ والے اور اُس کے ساتھی۔

[3] [illegible]۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں

مُتضادّ اند از رُوئے آنکہ نیاز ضدِ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ
وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ

بے صورت و سادہ است و بیصورتی ضدِ صورت ست لیکن
بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن

میانِ ایشان اتحادے ست در حقیقت کہ شرحِ آن دراز ست
درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے

وَالعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ
اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں را ز رنجِ دوریے | اندر آمد ناگہاں رنجوریے
فراق کی تکلیف سے مجنوں کے جسم | میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خوں بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق | تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق
شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آگیا | حتیٰ کہ اس سے مجنوں کے گلے میں خناق پیدا ہو گیا

پس[۲] طبیب آمد بدارو کردنش | گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش
اس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا | اس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں | رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں
خون کے دفع کرنے کیلئے فصد کرنی چاہیئے | (چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند نقاد آیا

بازوش بست و گرفت آں نیشِ او | بانگ زد در زماں آں عشق خُو
اس نے اس کا بازو باندھا اور اسکو اسکے سامنے پکڑا | فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مزدِ خود بستان و ترکِ فصد کن | گر بمیرم گو برو جسمِ کہن
اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر | اگر میں مر جاؤں، کہدے پرانا جسم چلا جائے

گفت[۳] آخر از چہ می ترسی ازیں | چوں نمی ترسی تو از شیرِ عریں
اس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟ | جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و دَدہ | گرد بر گردِ تو شب گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ | تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیاید شان ز تو بوئے بشر | ز انبہیِ عشق و وجد اندر جگر
تجھ میں سے انھیں انسان کی بو نہیں آتی ہے | (تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

---

۱ متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں۔ ایک بار مجنوں بیمار ہو گیا عشق کی شدت نے اس کے خون میں جوش پیدا کر دیا جس سے اس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہو گیا۔

۲ پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کیلئے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کیلئے جب اس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مر جاؤں فصد نہ کرو۔

۳ گفت۔ نقاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے عریں۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ دَدہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[۱] و خرس و شیر داند عشق چیست — کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست

بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے — جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را — کے بجستے کلب کہفِ قلب را

اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی — تو کتا اہلِ دل کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ او بصورت چوں سگاں — گر نشد مشہور ہست اندر جہاں

اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں — دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبردی بوئے دل از جنسِ خویش — کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش

تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی — تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب محسوس کر سکتا ہے؟

گر نبودے[۲] عشق ہستی کے بُدے — کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے

اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟ — روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شد از چہ ز عشق و اشتہے — ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے

تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے — ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کند — جاں کہ فانی بود جاویداں کند

عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے — جو جان فانی تھی اس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش — صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش

مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں — میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر می تنم

میں مصیبت کا مارا ہوں، بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا — میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

لیک[۳] از لیلیٰ وجودِ من پر ست — ایں صدف پُر از صفات آں دُر ست

لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے — یہ سیپ اس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصاد اگر فصدم کنی — نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی

اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائیگا میں ڈرتا ہوں — اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست — در میانِ لیلیٰ و من فرق نیست

وہ عقل جس کا دل روشن ہے سمجھتی ہے — (کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من — ما دو روحیم آمدہ در یک بدن

میں کون ہوں؟ لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے؟ میں — ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

---

۱ گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب۔ یعنی اہل دل اصحاب کہف۔ ہم ز جنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں، مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

۲ گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنیاد عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ ناں۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق نہ ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اس مُردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

۳ لیک۔ چونکہ اب میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے

گفت من از خود مردہ ام وبتو زندہ ام از خود و از صفاتِ خود

اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعے سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی

نیست شدہ ام وبتو ہست شدہ ام علمِ خود را فراموش کردہ ام و

صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور

از علمِ تو عالم شدہ ام قدرتِ خود را بباد دادہ ام و از قدرت

تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کردیا ہے اور تیری قدرت

تو قادر شدہ ام اگر خود را دوست دارم ترا دوست داشتہ

کے ذریعہ صاحب قدرت ہوگیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست

باشم واگر ترا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم

رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر کہ[2] را آئینۂ یقیں باشد

جس کو یقین کا آئینہ (حاصل) ہو

گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد

اگرچہ وہ خود بین ہے وہ خدا بین ہوگا

اُخرج بِصِفَاتِی اِلیٰ خَلقِی مَن رَآکَ فَقَد رَآنِی وَمَن

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اُسنے مجھے دیکھا اور جس نے

قَصَدَکَ قَصَدَنِی وَمَن اَحَبَّکَ اَحَبَّنِی وَقِس عَلیٰ ھٰذَا

تیرا قصد کیا اُسنے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اُسنے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کرے

گفت معشوقے بعاشق ز امتحاں | در صبوحی[3] کائے فلاں ابنِ فلاں
امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا | صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے

مر مرا تو دوست تر داری عجب | یا کہ خود را راست گو یا ذاالکرب
تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے | یا اپنے آپ کو، سچ بتا اے غمزدہ!

گفت من در تو چناں فانی شدم | کہ پرم من از تو از سر تا قدم
اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہوگیا ہوں | کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

[1] معشوقے۔ اب لا اماشق ومعشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔ کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے؟ اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کرچکا ہوں اب تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہر کہ۔ جسکو ذات وصفات باری پر یقینِ کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کرچکا ہے لہٰذا اُسکی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض ونوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہوجاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کرچکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہوسکے۔

برمنؔ از ہستیِ من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ نہیں ہے
در وجودم جز توائے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا کچھ نہیں ہے

زاں سبب فانی شدم من اینچنیں
اس لئے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں
ہمچو سرکہ در تو بحرِ انگبیں
جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کو شود کُل لعلِ ناب
اُس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو
پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہو جاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو
اُس میں پتھر پن کی صفت نہیں رہتی ہے
پُر شود از وصفِ خور اُو پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پُر ہو جاتا ہے

بعدؔ ازاں گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست رکھتا ہے
دوستیِ خور بود آں اے فتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ورؔ کہ خور را دوست دارد اُو بجاں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہو
دوستیِ خویش باشد بیگماں
بے شک اپنے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے
خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے
ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تاؔ نشد اُو لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے
زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باشعور
اس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے
ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نور
تاریک حقیقت نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافر ست
اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے
زانکہ اُو مناعِ شمسِ اکبر ست
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے
اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے

اُس کا اپنے وجود کا اقرار سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

لہ برمن۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہجائیگا ورنہ وہ سب شہد میں ملکر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آجائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام باقی رہیگا پتھر نے جب سورج کی صفات کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس میں پتھر پن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کر کے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

لہ بعد ازاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائیگی۔ ور۔ اگر وہ لعل، سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اِسلئے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

لہ تا نشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اُس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے خویش را اگر اِس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کریگا تو وہ سورج کا کافر ہے۔

گفت فرعونے[1] انا الحق گشت پست — گفت منصورے انا الحق و برست

کسی فرعون نے اَنا الحق کہا وہ پست ہوا — کسی منصور نے اَنا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب — ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب

اُس انا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے — اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ او سنگِ سیہ بُد ایں عقیق — آں عدوئے نور بُود وایں عشیق

کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے — وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہُو بُود در سر اے فضول — ز اتحادِ نور نز راہِ حُلول

اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہو" تھی — نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ حلول کے طور پر

جہد[2] کُن تا سنگیت کمتر شود — تا بلعلی سنگِ تو انور شود

تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے — تاکہ تیرا پتھر لعل بن سے روشن ہو جائے

صبر کُن اندر جہاد و در عنا — دمبدم می بیں بقا اندر فنا

مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر — لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود — وصفِ لعلی در تو محکم میشود

پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی — تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت — وصفِ مستی میفزاید در سرت

تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائیگی — تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار — تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار

تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا — تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کُن خاک می کَن گر کسی — زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی

اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود — اس مٹی کے جسم کی، تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں — چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں

اگر خدا کا جذب آ گیا تو جاری پانی — کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کارِ میکن تو و کاہل مباش — اندک اندک خاکِ چہ را میتراش

کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن — تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود

---

[1] گفت۔ کسی فرعون کا "انا الحق" کہنا اس وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عین ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفات خداوندی کا انا الحق کہنا درحقیقت ہو الحق کہنا ہے اس "انا" اور "ہو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔

[2] جہد کُن۔ مجاہدوں کے ذریعے اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائینگے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بنجا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ بگوش بنالے۔

[3] ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اس کو کنواں کھودنے والے کی طرح مجاہدے کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیئے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شروع ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارمیکن گوش ماں از بہرِ آب[1]	اندک اندک دور کُن خاک و تُراب
پانی کے لئے کام کر! کان بن جا	تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا
ہر کہ رنجے دید گنجے شُد پدید	ہر کہ جِدّے کرد در جَدّے رسید
جس نے تکلیف اُٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا	جس نے کوشش کی، نصیبہ کو پہنچ گیا
گفت پیغمبر رکوع ست و سجود	بر درِ حق کوفتن حلقہ وجود
پیغمبر نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ	اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے
حلقہ[2] آں درِ ہر آنکو میزند	بہرِ اُو دولت سرے بیروں کُند
جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے	اُس کے لئے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام با سرہنگاں نیم شب و کُشادنِ
اُن چغلخور امیروں کا مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ
حُجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ و گمان
کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ
بُردن کہ آں مکر ست و رُوپوش و خانہ را حفرہ کردن بہر
مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا
گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کُناں آوردن و دیوارہا را سُوراخ
انھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ
کردن و چیزے نایافتن و خجِل و نومید شُدن چنانکہ[3]
کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء
بدگمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ
اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ
ساحِراند و خویشتن ساختہ اند و تصدّر میجویند بعد از
جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے
تفحّص خجِل شُدنِ ایشاں سُود ندارد
بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حُجرہ شُدند	طالبِ گنج و زر و خمرہ شُدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے	خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار بنے

[1] کاری کن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیئے اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ ہر کہ۔ محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اس لئے کی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجاتا ہے۔

[2] حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ اِنْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ رُوپوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اس لئے لٹکادی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔

[3] چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیاء اور اولیاء کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ اُن کی شرمندگی اُن کے لئے مفید نہیں ہوتی ہے۔ تصدّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا، نخرہ، بنگی۔

قفل را بر میکشادند از ہوس
ہوس سے انہوں نے تالا کھولا
با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

زانکہ[1] قفل صعب و پیچیدہ بود
کیونکہ اس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا
از میان قفلہا بگزیدہ بود
تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے ز بخل سیم و مال و زر خام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں
از برائے کتم آں سر از عوام
(بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے

کہ گروہے بر خیال بد تنند
کہ ایک جماعت برے خیال پر قائم ہو جائیگی
قوم دیگر نام سالوسم کنند
دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی

پیش با ہمت بود اسرار جاں
جان کے راز، باہمت کے سامنے
از خساں محفوظ تر از لعل کاں
کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جاں ست پیش ابلہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے
زر نثار جاں بود پیش شہاں
شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

می[2] شتابیدند تفت از حرص زر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے
عقل شاں میگفت نے آہستہ تر
اُن کی عقل کہتی تھی - نہیں - بہت آہستہ

حرص تازد بیہدہ سوئے سراب
سراب کی جانب، لالچ بیکار دوڑتا ہے
عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
عقل کہتی ہے، اچھی طرح دیکھ، وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا
نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
اس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بود بر زر ہمچو جاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی
گفت ایں ست ایں متاع رائگاں
اس نے کہا بھی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغاہائے او
حرص اور اس کا شور تو گھنا بن گیا
گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا

تا کہ[3] در چاہ غرور اندر فتد
تاکہ دھوکے کے کنوئیں کے اندر گرے
آنکہ از حکمت ملامت نشنود
وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا

چوں ز بند دام باد او شکست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اس کا غرور ٹوٹا
نفس لوامہ برو یابید دست
لوامہ نفس نے اس پر قابو پالیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے ز بخل۔ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے لگایا تھا۔ قوم دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اسکو مکاری پر محمول کرینگے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ ان کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اسکو سمجھاتی ہے سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے حرص۔ اپنے حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بود۔ سونا جو ان کیلئے جان کی طرح تھا اسپر حرص غالب تھی اسنے عقل کی آواز کو بیکار بتایا حکمت۔ عقل کی دانائی اور اسکے اشارے ان لوگوں سے مخفی ہوگئے تھے۔

[3] تاکہ۔ حکمت کے اشارے اسلئے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو جائے۔ یہ لوبھی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اسکا نفس اسکو ملامت کرتا ہے نفس لوامہ۔ نور دل کی روشنی

تا بدیوارِ بلا نآید سرش
جب تک اُسکا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے
نشنود پندِ دل آں گوشِ کرش
اُسکا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے
از نصیحتہا کند دو گوش کر
دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شد
جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا
در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے

حُجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس
حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے
باز کردند آں زماں آں چند کس
اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند بر ہم ز ازدحام
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے
ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام
جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کرّ و فر
شان وشوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے
خوردن امکاں نے و بستہ ہر دو پر
کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں
انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا
چارقے بدریدہ بود و پوستیں
پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز گفتند ایں مکاں بے نوش نیست
انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے
چارق اینجا جز پئے روپوش نیست
اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را
خبردار! تیز سلائیں لاؤ
امتحاں کن حفرہ و کاریز را
گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جُستند آں فریق
اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی
حفرہا کردند و گوہائے عمیق
گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے

حُفرہاشاں بانگ میداد آں زماں
اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا
کندہائے خالیم اے گندگاں
اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند
اس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آرہی تھی
کندہا را باز می انباشتند
انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سوراخہا
پھر دیواروں میں سوراخ
ہمچنیں کردند از جہل و عمی
نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کئے

۱ے تابدیوار- جب تک مصائب کی دیوار سے اُسکا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے- کودکاں- اس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں- چونکہ- جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں- حجرہ- اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔

۲ے ہمچو- وہ لوگ اژدھام کرکے ایاز کے حجرہ میں اسطرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں- یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ انکو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رسوا ہوگئے۔

۳ے باز گفتند- حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہوسکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لئے ایک آڑ ہیں- سیخہای- یعنی کھودنے کے لئے گُدالیں- کاریز- نالی- گوہائی- گڑھے- حفرہا- گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں- زاں- اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کردیا۔

بے عدد لاحولؔ در ہر سینۂ — ماند مرغِ حرصِ شاں بے چینۂ

ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی — اُن کی حرص کا پرند بغیر کنگنی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں — حُفرہ و دیوار و در غمازِ شاں

اُن کی بیہودہ دَوڑ کی گمراہیاں — گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُنکے چغلخور تھے

ممکن اندائے آں دیوار نے — با ایاز امکانِ ہیچ انکار نے

اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی — ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند — حائط و عرصہ گواہی میدہند

اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں — دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جملہ در حیرت کہ چہ عُذر آورند — تا ازیں گرداب جاں بیروں کنند

سب حیرت میں تھے کہ کیا عُذر کریں — تاکہ اِس بھنورسے جان کو باہر نکالیں

عاقبتؔ نومید دست و لب گزاں — چوں زناں دو دست بر سر ہا زناں

انجام کار نااُمید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے — عورتوں کی طرح دو ہتڑ سر پر مارتے ہوئے

باز گردیدند سُوئے شہریار — پُر ز گرد و رُوئے زرد و شرمسار

شاہ کی طرف واپس ہو گئے — گرد کے بھرے ہوئے، چہرے زرد اور شرمندہ

بازگشتنِ نمامان از حجرۂ ایاز بسُوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہوکر پہنچنا جیسا

بدگمانان در حقِ انبیا علیہم السّلام در وقفِ ظہور برأت و

کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر

پاکیِ ایشاں کہ یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ وَ

ہوجانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہوجائیں گے اور

قولہٗ تعالےٰ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیۡنَ کَذَبُوۡا عَلَی اللّٰہِ وُجُوۡہُہُمۡ مُّسۡوَدَّۃٌ

اللہ تعالےٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھیگا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا انکے چہرے کالے ہونگے

شاہؔ قاصد گفت ہیں احوال چیست — کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست

بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ — کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسُو — فرِ شادی در رُخ و رُخسار کو

اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں — تو مُنھ اور رُخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

ف۱ لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غماز۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھارہے تھے۔ ممکن۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

ف۲ عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ بازگشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہونگے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

ف۳ شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمہاری بغلیں ہمیانی زر و جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپائے ہیں تو بھی اُن کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہئیں تھے۔

گرچہ پنہاں بیخِ ہر بیخ آورست
اگرچہ ہر جڑ دار درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے

برگ سیماہم وجوہہم اخضرست
سبز پتے "ان کے چہروں پر نشان ہے" کا مصداق ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے

نک منادی میکند شاخِ بلند
اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ اگر بے برگ و از مایہ تہیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے

برگہائے سبز بر اشجار چیست
درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں ؟

بر زبانِ بیخ گِل مُہرے نہد
جڑ کی زبان پر مٹی مُہر لگا دیتی ہے

شاخ دست و پا گواہی میدہد
شاخ ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جملہ در عُذر آمدند
اُن سب سرداروں نے معذرت کی

ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند
سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے

عذرِ آں گرمی و لاف و ما و من
اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے

پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن
تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از خجالت جملہ انگشتاں گزاں
شرمندگی سے اُنگلیاں کاٹتے ہوئے

ہر یکے میگفت کے شاہِ جہاں
ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہ جہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال
اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے

ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا

تا چہ فرمائی تو اے شاہِ مجید
اے بزرگ بادشاہ ! اب آپ کیا فرماتے ہیں !

گر بہ بخشی جرمِ ما اے دلفروز
اے دل کو روشن کرنیوالے ! اگر تو ہمارا جرم بخشدے

شب شبیہا کردہ باشد روز روز
(تو ایسا ہو گا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی کُشاد
اگر تو بخش دیگا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی

ور نہ صد چوں ما فدائے شاہ باد
ورنہ ہم جیسے سینکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نوازد ایں گداز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا

من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز
میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے "ایاز کا کام ہے۔

لہ گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ۔ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ یعنی سجدوں کے آثار انکے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

لہ بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ بر زبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہو لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لئے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

لہ از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کر دیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا کرم ہے۔ شب شبیہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی صفائی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہماری مایوسی

حوالہ کردنِ بادشاہ قبولِ توبہ نمّاماں و حجرہ کشایاں و سزا دادن و ادب کردنِ ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ او رفتہ است عذر را او پذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور ان کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرے

ایں جنایت بر تن و عرض ویست — زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست

معلّم اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے — زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از روئے جاں — ظاہر او دُوئیم ازیں سُود و زیاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں — اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دو ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست — جز مزیدِ حلم و استظہار نیست

غلام پر تہمت، شاہ کی ذلّت نہیں ہے — مزید علم اور بھروسے کے سوا کچھ نہیں ہے

مُتّہم را شاہ چوں قاروں کند — بیگنہ را تو نظر کن چوں کند

جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے — تو غور کر بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس — مانعِ اظہار آں حلم ست و بس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ — اُسکے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

مَن ھُنَا یَشْفَعُ بہ پیشِ علمِ او — لاابالی وار اِلّا حلمِ او

اُسکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟ — لاپروائی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل ز حلمش می جہد — ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد

خطا، پہلے پہل اُسکے علم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے — ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے جرمِ نفسِ قاتلہ — ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

قاتل نفس کے جرم کا خونبہا — اُسکی بُردباری پر ہے (جیساکہ) حافظ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ما زاں حلم بُود — دیو در مستی کلاہ از وے ربُود

ہمارا نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا — مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقیِ حلم بُودے بادہ ریز — دیو با آدم کجا کردے ستیز

اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا — شیطان، آدم سے کب جھگڑا کرتا؟

لہ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلاکر اُن امیروں کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ ایں جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمہارا اعلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اِس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اِس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

لہ جرم۔ اگر کوئی شاہ کا مجرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ مَن ھُنَا۔ چونکہ بادشاہ کو مجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطاکار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

لہ خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے۔ اِسی طرح خطاکار شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اُسکی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ مست۔ شاہ کے حلم کی مستی خطاکار پر طاری ہو جاتی

گاہ علمِ آدمؑ ملائک را کہ بُود — اُستادِ علم و نقادِ نقود

ملائکہ کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا — علم کے اُستاد اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنت شرابِ علم خورد — شد زیک بازیِ شیطاں رُوی زرد

چونکہ اُنھوں نے جنت میں علم کی شراب پی — شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہوگئے

آں بلاذرہائے تعلیمِ ودُود — زیرک و دانا و چستش کردہ بود

اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانووں نے — اُنکو ذہین اور عقلمند اور چست کردیا تھا

باز آں افیونِ حلمِ سختِ اُو — دُزد را آورد سُوئے رختِ اُو

پھر اُس کے انتہائی علم کی افیون نے — اُنکے سامان کی جانب چور کو روانہ کردیا

عقل آمد سوئے حلمش مستجیر — ساقیم تو بودہ دستم بگیر

عقل، اُسکے علم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی — میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ شاہ ایاز را کہ اختیار کُن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

ولطف ہر چہ کنی اینجا صواب ست و در ہر یکے را مصلحتہاست

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در ہر عدل ہزار لطف درج ست ولکم فی القصاص حیاۃ

اسلئے کہ انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را او دریں یک حیات

جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے

خواہد شُدن در حصنِ بیمِ سیاست نمی نگرد

قلعے میں محفوظ اور مامون ہوگی، نہیں دیکھتا ہے

کُن میانِ مجرماں حکم اے ایاز — اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر — سیکڑوں پرہیزگاروں کے ذریعہ پاک! اے ایاز!

گر دو صد بارت بجوشم در عمل — در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں — تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

۵۱ گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان اُنکو دھوکہ نہ دے سکتا تھا لیکن چونکہ آدمؑ نے جنت میں اللہ کے علم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہوگئی۔ بلاذر۔ بھلانوا اُس کو مدبّر کرکے کھانا ذہن کے لئے بہت مفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے علم کی افیون کھالی جس سے اُن پر غفلت طاری ہوگئی۔ عقل۔ پھر اُس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی۔

۵۲ فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کردے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہوجاتی ہیں اسی لئے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

۵۳ گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زامتحاں شرمندہ خلقے بے شمار ۱ | زامتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے | آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحر بے قعر ست تنہا علم نیست | کوہ وصد کوہ است ایں خود حلم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے، بلکہ اتھاہ سمندر ہے | یہ حلم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تست ایں | ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپکی دین ہے | ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں

بہر ایں پیغمبر ایں را شرح ساخت ۲ | ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
اسی لئے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے | جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نطفہ ست او خونت پوستیں | باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے | اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے

بہر آں دادست تا جوئی دگر | تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تجھے اسلئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے | تو نہ کہہ کہ اسکے پاس اسکے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں | تا بدانی دخل و نخل بوستاں
باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے | تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کف گندم زاں دہد خریار را ۳ | تا بداند گندم انبار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے | تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتہ زاں شرح گوید اوستاد | تا شناسی علم او را مستزاد
استاد اس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے | تاکہ تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بود و بس | دورت اندازد چناں کز ریش خس
اگر تو کہے، کہ اس کے پاس بس یہی تھا | تجھے اس طرح دور پھینک دیگا جسطرح داڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیا و داد دہ | داد نادر در جہاں بنیاد نہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر | دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھدے

مجرمانت مستحق کشتنند | در طمع بر عفو و حلمت می تنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں | اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قایم ہیں

۱ زامتحاں۔ غلط بات کا امتحان کرکے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردباری ہی نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر مرتبہ آپکی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

۲ بہر ایں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اسکی ابتدا تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہر آں۔ یہ دنیاوی عطا اس لئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھکر اخروی عطا کا طلبگار رہے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جس طرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔

۳ کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھا دی جاتی ہے نکتہ۔ استاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اسکے علوم کو جان کر ان کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد استاد کے نکتہ کو سن کر یہ کہدے کہ بس استاد کے پاس اس نکتہ کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو استاد اس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

تاکہ[۵۱] رحمت غالب آید یا غضب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ

آبِ کوثر غالب آید یا لہب
آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پئے مردم رُبائی ہر دو ہست
انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں

شاخِ حلم و خشم از عہدِ اَلَست
حلم اور غصہ کی شاخ عہد اَلَسْت (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ اَلَست مُستبیں
اسی لئے واضح لفظ اَلَسْت میں

نفی و اثبات ست در لفظے قریں
نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ استفہام اثبات ست ایں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے

لیک در وے لفظِ لَیْسَ شُد دفیں
لیکن اُس میں لَیْسَ کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کُن تا ماند ایں تقریرِ خام
رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے

کاسۂ[۵۲] خاصاں مَنِہ بر خوانِ عام
خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لُطفے چوں صبا و چوں وَبا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے

آں یکے آہن رُبا ویں کہربا[۵۳]
ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں را تا رشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے

قسمِ باطل باطلاں را میکشد
باطل فریق، بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدہ حلوائی بُوَد حلوا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے

معدہ صفرائی بُوَد سرکا کشد
صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سُوزاں سردی از جالش بَرد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے

فرشِ افسردہ حرارت را خورد
ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے

خصم بینی از تو سطوت می جہد
تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد
تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے

نار بینی یا دُخاں ظلمت دہد
تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

ہے جو زم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن رُبا۔ مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

[۵۳] کہربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرت حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اُسکا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اُسکا مُضِل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے۔ غرض کہ اعیانِ ثابتہ جیسی جسکی استعداد ہے اُسکے مطابق اسکا میلان ہے۔ معدہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کیطرف ہے۔ معدہ کا یہی حال ہے فرش کا یہی حال ہے دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

[۵۱] تاکہ۔ اب یہ دیکھنا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔ از پئے روزِ ازل سے حلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ بہرِ ایں۔ حلم اور خشم کی صفت کی طرف اشارے کے لئے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔ زانکہ۔ اَلَسْت میں ہمزۂ استفہام انکار کے لئے جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں داخل ہے جو خود انکار کے معنیٰ میں ہے اور انکار کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہوگئی جس کا مقتضیٰ حلم ہے اور لَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے معنیٰ ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضیٰ غصہ ہے لہٰذا یہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جملہ دونوں صفتوں کیطرف اشارہ ہے۔

[۵۲] کاسۂ خاصاں۔ اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا درجۂ احدیت محض کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔ قہر و لطف اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے ان میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لئے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کیطرح

خصمؔ و یار و نور و نار و فخر و عار
دشمن اور دوست، نور اور ناز، فخر اور ذلت

تخت و دار و برد و حار و وَرد و خار
تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار
چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا

ہر یکے با جنسِ خود برمی شمار
ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے

وُ منتظر مدار و الأیّام بیننا مگو کہ الانتظار موتٌ احمرُ و جواب

اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز

گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ او

کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زوتر گذار
اے ایاز! یہ کام جلد کر لے

زانکہ نوعِ انتقام ست انتظار
کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفتؔ اے شہ جملگی فرماں تراست
اس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپکا ہی ہے

با وجودِ آفتاب اختر فناست
سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زہرہ کہ بود یا عطارد یا شہاب
زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟

کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب
کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر ز دلق و پوستیں بگذشتمے
اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا

کہ چنیں تخمِ ملامت کِشتمے
تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قفل کردن بر درِ حجرہ چہ بود
حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟

درمیانِ صد خیالاتِ حسود
حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دستؔ در کردہ درونِ آبجو
نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے

ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جو
ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جو کے بود
تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟

ماہیِ با آب عاصی کے شود
مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

بر منِ مسکیں جفا دارند ظن
مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں

کہ وفا را شرم می آید ز من
کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

لہ خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کوشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَالْاَیَّام۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے لئے کافی وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

لہ گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہابِ ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر ز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کرکے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح خیالات قائم کریں۔

سلہ دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ اسلئے ڈالے کہ اسمیں سے خشک ڈھیلا نکال لے پس نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ بر من۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحب جفا سمجھا اور

گر نبودے[۵۱] زحمتِ نامحرمے | چند حرفے از وفا واگفتمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی | تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اشکال جوست | حرف میرانیم ما بیروں ز پوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے | ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی | داستانِ مغز نغزے بشنوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا، مغز بنجائیگا | تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[۵۲] را در پوستہا آوازہاست | مغز و روغن را خود آوازے کجاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں رہتے ہوئے آوازیں ہیں | مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش | ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہو | اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بُوَد | ژغژغِ آوازِ قشری کہ شنود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی | چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغژغِ آں زاں تحمل میکنی | تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
اُس کی کھٹ کھٹ کو تو اسلئے برداشت کرتا ہے | تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند گاہے[۵۳] بے لب و بے گوش شو | وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا | پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش | خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
تونے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے | صاحب! ایک روز آزمائے، گونگا بن جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و گز | ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
تونے کڑوا اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی | ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکالے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام | امتحاں کن چند روزے در صیام
تونے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا | چند دن روزے میں آزمالے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر | یک شبے بیدار شو دولت بگیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا | ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرے

چند پختی۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کرو لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھکر دیکھو، راتوں کو خوب سویا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر.

[۵۱] گر نبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کر کے بیان کرتا۔ چوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لئے اُن کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں اُن کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دوگے تو مغز بن جاؤگے پھر مغز کی بات سمجھ لوگے۔

[۵۲] جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہوجاتی ہے۔ دارد۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان سے سننے کی ہے۔ گرنہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغژغ۔ چھلکے کی آواز اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہوجائے۔

[۵۳] چند گاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اُس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر۔ کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہو کر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔

روزہا بُردی بسر در ہزل وجد [1] — روزکے دو جہد را شو مُستعِد

تونے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں گزارے — دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

حکایت در تقریرِ ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مُدّتے

اِس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت

صبرِ خاموشی نیز بیازمائیم

کچھ خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز انتباہ — در کفِ آمد نامۂ عصیاں سیاہ

تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے — ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ — پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ

تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی — اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جملہ فسق و معصیت آں یکسری — ہمچو دار الحرب پُر از کافری

وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا — دار الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال — در یمیں ناید در آید در شمال

ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا — دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود ہم اینجا نامۂ خود را بہ بیں [2] — دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں

اِس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے — وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں — آں چپ دانیش پیش از امتحاں

بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں — تو آزمانے سے پہلے ہی اسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی — ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی

جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے — شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گل را شاہد و خوشبو کند — ہر چپے را راست فضلِ اُو کند

وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے — اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر شمالے را یمینی اُو دہد [3] — بحر را ماءِ معینے اُو دہد

وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے — سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ اُو راست باش — تا بہ بینی دستبُردِ لطفہاش

اگر تو بایاں ہے اُسکے دربار میں دایاں بنجا — تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

[1] روزہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جِدّ و ہزل میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کرکے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اِس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اُسکے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دارُ الحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

[2] خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اس دنیا میں غور کر لینا چاہیئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اسی طرح اچھے برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ بُرے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

[3] ہر شمالے۔ وہ ہر بُرائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اُسکے لائق ہے کہ اُسکا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں پکڑا جائے اگر وہ اللہ کے دربار سے وابستہ ہوجاتا ہے تو اللہ کی مہربانیاں اُسکو اس قابل بنادیتی ہیں کہ اُسکا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے۔

تو روا داری کہ ایں نامہ مہیں [1]	بگذرد از چپ در آید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ	بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست	کے بود خود در خور اندر دستِ راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پر ہے	دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا؟

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک با کسے مانَد

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن [2] گوید کہ حالِ او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اُسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعوئ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ خدمت بت سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے او نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات و ارضین آنچنیں سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

و مراقبے مستولیے و غیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدے [3] را بُد یکے زن ہمچو حور	رشکناک اندر حقِ او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی	اُسکے بارے میں رشک کرنیوالی اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے	در دلِ زاہد بُد از وے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی	زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی
زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے	با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کیوجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی	اُسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی
مدتے زن شد مُراقب ہر دو را	تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی	تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

[1] مہیں۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

[2] سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کرے کہ کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ زاہد سے مراد وہ زندگی ہے جس میں زہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا درآمد حکم و تقدیر آلہ — **عقلِ حارس خیرہ سر گشت و تباہ**
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی — نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف — **عقل کہ بود در قمر افتد خسوف**
اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہو — عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں — **یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں**
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک — اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت رو ہیں مرغ وار — **طشت سیمیں را ز خانہ ما بیار**
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا — ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں کنیزک زندہ شد چوں ایں شنید — **کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید**
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اُسمیں جان پڑگئی — کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں — **پس دواں شد سوئ خانہ شادماں**
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے — تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را مراد ایں — **کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں**
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی — کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پالے

گشت پرّاں جانبِ خانہ شتافت — **خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت**
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی — آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت ربود — **کاحتیاط و یادِ در بستن نبود**
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا — کہ دروازہ کی کُنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو با ہم در خزیدند از نشاط — **جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط**
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے — اُس وقت وصل سے جان بجان سے پیوستہ ہوگئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من — **چوں فرستادم وُرا سوئے وطن**
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے — اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش — **اندر افگندم قچِ نر را بمیش**
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا — میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

گِل فرو شست از سر و بیجاں دوید — **در پے او رفت و چادر می کشید**
سر سے بٹی دھوئی اور بدحال ہوکر دوڑی — اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

---

۱ تا درآمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرند کی طرح۔

۲ آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جریاں تھی اِس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑگئی اور اِس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

۳ گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کُنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن یعنی گھر پہنچنا۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گِل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کے لئے اُس نے سر پر لگا رکھی تھی۔

آں ز عشقِ جاں دوید وایں ز بیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے

عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے

سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بود روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے

کے بود یک روز او خمسین الف
اُسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدرِ ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار

باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بود بیرونِ در
عقلیں اِس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں

زہرۂ وہم ار بدرد گو بدر
وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدیئے پھٹ جا

ترس موئے نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

عشق وصفِ ایزدست اما کہ خوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف

وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف
شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یحبونہ بخواندی از نبے
جب تُونے قرآن میں یحبونہ پڑھا

با یحبہم شو قرین در مطلبے
مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس محبت وصفِ حق دان عشق نیز
پس محبت کو اللہ (تعالٰی) کی صفت سمجھ عشق کو بھی

خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
اے پیارے! خوف اللہ (تعالٰی) کی صفت نہیں ہے

وصفِ حق کو وصفِ مشتِ خاک کو
کہاں اللہ (تعالٰی) کی صفت کہاں خاک کی مٹھی کی صفت

وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں

صد قیامت بگذرد واں ناتمام
تو سو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

اللہ تعالٰی سے محبت کرتے ہیں" اِس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالٰی کی صفت ہے۔

سلہ پس محبت۔ جب محبت اللہ تعالٰی کی صفت ہے اور اللہ تعالٰی کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالٰی کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

لہ آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالٰی کی قدرت میں ہے عارف کے لئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اُس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

سلہ قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اُس کی صفت خوف ہے اللہ کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یحبہم و یحبونہ "وہ اللہ تعالٰی اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ

زانکہ تاریخِ قیامت را حدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے
حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
اُس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے
عشق کے پانچسو پر ہیں اور ہر پر
از فرازِ عرش تا تحت الثرےٰ
عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہدِ با ترس می تازد بپا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے
عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال
چونکہ اُو در راہِ حق بگشاد پر
جبکہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسد ایں خائفاں در گردِ عشق
یہ ڈرنیوالے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں
کاسماں را فرش سازد دردِ عشق
کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضو
اِس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں
کز جہان و زیں روش آزاد شو
کہ دنیا اور اِس روش سے آزاد ہوجا

از قشِ خود و ز دشِ خود باز رہ
اپنے مٹاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ
کہ شوی شہ یافت آں شہباز رہ
کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار
یہ مٹاپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے
از ورای ایں دو آمد جذبِ یار
دوست کی کشش اِن دونوں سے بالا ہے

رسیدنِ زن بخانہ وجدا شدنِ زاہد از کنیزک و رسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہوجانا اور رسوا ہونا

چوں[3] رسید آں زن بخانہ در کشاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا
بانگِ در در گوشِ ایشاں در فتاد
دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آں کنیزک جست آشفتہ ز ساز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (سامان) سے بھاگی
مرد بر جست و در آمد در نماز
مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا
درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوی خود را دید قائم در نماز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا
در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اِس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

---

[1] عشق را ۔ جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد ۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے چہ مجال ۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسد ۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر ۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے قش ۔ لاغری کے بعد کا مٹاپا۔ دش ۔ آرائش قش و دش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے، عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

[3] چوں رسید ۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد ۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شوی ۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑگئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

شوی را برداشت دامن ۱؎ بیخطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا
دید آلوده منی خصیه و ذکر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقیِ نطفه می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا
ران و زانو گشته آلوده و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہین
اُس نے اُس کے سر پر دھتر مارا اور بولی اے ذلیل!
خصیهٔ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذکر و نماز ست ایں ذکر
یہ شرمگاہ ذکرِ (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے
وایں چنیں ران و زہارِ پر قذر
اور ایسی گندی ران اور شرمگاہ

نامهٔ پر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ
لائق است انصاف دہ اندر یمیں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر ۲؎ بپرسی گبر را کایں آسماں
اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان
آفریده کیست ویں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید او کیں آفریده آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے
کافرینش بر خدائیش گواست
جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و استمِ بسیارِ او
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم
ہست لائق با چنیں اقرار او
اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرارِ راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟
آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رُسوائیاں اور گھٹیا کام

فعلِ ۳؎ او کرده دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اُس کی بات کو جھٹلا دیا
تا شد او لائق عذاب و ہول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پای او
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا
کہ اگر شرحش دہم اے وای او
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی
ہم ز خود ہر مجرمے رُسوا شود
ہر خطاکار، خود رُسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی بابیاں
اُسکے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کیساتھ گواہی دینگے
بر فسادِ او بہ پیشِ مستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

۱؎ دامن۔ یعنی لنگی کا دامن۔ برسرش۔ بی بی نے آقا کے سر پر دھتر مارا۔ مہین۔ ذلیل۔ نامۂ پر ظلم۔ جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح برا اعمال نامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

۲؎ گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

۳؎ فعلِ او۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام — لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہاتھ کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے — ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پای گوید من شدستم تا مُنیٰ[1] — فرج گوید من بکردستم زِنا

پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں — شرمگاہ کہے گی میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام — گوش گوید چیدہ ام سوءُ الکلام

آنکھ کہے گی میں نے حرام اشارہ کیا ہے — کان کہے گا میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمد ز سر تا پای خویش — کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش

تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا بنے گا — کیونکہ اس کے اعضا نے اس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ با فروغ — از گواہی خفیہ شد زرقش دروغ

جس طرح پُرنور نماز میں — خفیہ کی گواہی سے اس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چناں کن فعل کاں خود بے زباں — باشد اشہد گفتن و عینِ بیاں

تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے — اشہد کہنا اور بعینہ بیان ہے

تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر — گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر

اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو — نفع اور نقصان میں اشہد کہہ دے

رفتنِ[2] بندہ پئے خواجہ گواست — کہ منم محکوم و ایں مولائے ماست

غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے — کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عمرِ خویش — توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش

[3] اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے — جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے

عمر گر بگذشت بیخش ایں دم است — آب توبہ اش دِہ اگر او بے نم است

اگر عمر گزر گئی ہے، اس کی جڑ ابھی ہے — اگر وہ خشک ہے، اس کو توبہ کا پانی دیدے

بیخ عمرت را بدہ آبِ حیات — تا درختِ عمر گردد با ثبات

اپنی عمر کی جڑ میں آبِ حیات ڈالدے — تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند — زہرِ پارینہ ازیں گردد چو قند

سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا — گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیآتت را مبدّل کرد حق — تا ہمہ طاعت شود آں ما سبق

اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا — تاکہ وہ پہلا سب عبادت بن جائے

[1] مُنیٰ۔ آرزوئیں۔ غمزہ۔ اشارہ۔ سوءُ الکلام۔ بُری بات۔ آنچناں۔ جس طرح زاہد آتا تا کے اعضا نے اس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اس کو جھٹلا دیں گے۔ پس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا فعل خود اس کا اقرار بن جائے۔

[2] رفتن۔ غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیہ۔ اگر انسان گنہگار ہے تو اس کو پیشگی توبہ کر لینی چاہیے۔

[3] عمر۔ انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جملہ ماضیہا۔ اگر نکوکار بن جاتا ہے تو اس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبۂ نصوحی خوش بتن | کوششے کن ہم بجان و ہم بتن
اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر | جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح ایں توبۂ نصوح از من شنو | بگرویدستی ولے از نو گرو
اِس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سُن لے | تو (اُس کا) گرویدہ ہے لیکن از سرِ نو گرویدہ بنجا

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیروں آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

باز در پستان فرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز ازاں گناہ یاد
پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں
کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوت
اِس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی)، قبولیت کی لذت حاصل کرلی ہے

اوّل بے لذّت و ایں بجائے آں نشست
وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[2] عشق را جز عشقِ دیگر | چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہو | تو اِس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

و آنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست
اور جس کا دل پھر اُس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اِس کی علامت ہے کہ اُس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ
(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اِس گناہ کی لذت کی جگہ

نہ نشستہ است فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی[3] نشدہ است لذت
نہیں بیٹھی ہے اور وہ "اُسکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دیدینگے" کا مصداق نہیں بنا ہو

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی باقیست بروے پس مہیا گردانیم مر او
"پس ہم اُس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اُس کے لئے باقی تو ہم اُس کیلئے وہ صفتیں

را برائے صفتے کہ او را بدوزخ برد
مہیا کردیں گے جو اُس کو دوزخ میں لے جائینگی

---

[1] خواجہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اُس نے جو توبہ کی اُس کو توبۂ نصوح فرماتے ہیں۔ توبۂ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[2] نبرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق ختم کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اُس گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے۔

[3] فسنیسرہ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اُس کے لئے نیکی کی راہیں کھل دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اُس کے لئے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

بُود مردے پیش ازیں نامش نصُوح ... بُد ز دَلّاکیِ زناں اُو را فتُوح[1]

اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا ... عورتوں کو (حمام میں) مَلنے سے اُس کی آمدنی تھی

بود رُوئے اُو چو رخسارِ زناں ... مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں

اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا ... اُس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمامِ زناں دَلاک بُود ... در دَغا و حیلہ بس چالاک بُود

وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا ... دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دلّاکی و کس ... بُو نبُرد از حالتِ آں بوالہوس

اُس نے سالوں مَلنے کا پیشہ کیا اور کوئی ... اُس بُوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رخش زن وار بُود ... لیک شہوت کامل و بیدار بُود

کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا ... لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سر بند پوشیدہ و نقاب ... مردِ شہوانی و در غرّہ شباب

اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا ... شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران[2] خسرواں را زیں طریق ... خوش ہمی مالید و می شُست آں عشیق

اِس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو ... وہ عاشق عمدہ طریقہ پر مَلتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پا در می کشید ... نفسِ کافر توبہ اش را می درید

وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا ... کافر نفس اُس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار ... گفت ما را در دُعائے یاد دار

وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا ... کہا ہمیں دعا میں یاد رکھیے

سِرِّ اُو دانست آں آزاد مرد ... لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد

وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا ... لیکن اُس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش[3] قفل ست و در دل رازہا ... لب خموش و دل پُر از آوازہا

اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں ... ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند ... رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

وہ عارف جنھوں نے اللہ تعالیٰ کا جام پی لیا ... اُنھوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند ... مُہر کردند و دہانش دوختند

جن کو اللہ تعالےٰ کے راز بتائے گئے ہیں ... اُن کے مُنھ پر مُہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

[1] دَلاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا تھا۔ بود۔ اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ اُو۔ اُس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔ بوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مَل کر مردانہ لذت میں کرتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت کمل تھی۔

[2] دختران۔ اِس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اِس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اُس عارف سے دعا کی فرمائش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] بر لبش۔ اولیاء لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اُس کے مُنھ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بد نہاد — زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد[1]

وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل — جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ کی توفیق دے

دربیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقّ است از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سمعاً و

جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بصراً و لساناً و یداً و قولہٗ تعالیٰ وما رمیتَ اِذْ رمیتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

ولٰکنّ اللہَ رمیٰ۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیار ست و شرح

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصوح را گوش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں دُعا[2] از ہفت گردوں درگذشت — کارِ آں مسکیں بآخر خُوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی — بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دُعائے شیخ نے چوں ہر دُعاست — فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے — وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و کد کُند — پس دُعائے خویش را چوں رد کُند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے — تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذوالجلال — کہ رہانیدش ز نفرین و وبال

اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا — جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی

اندراں[3] حمام پُر میکرد طشت — گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا — بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ او — یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اُس کے کان کے بُندے کا موتی — گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت — تا بجویند اولش در پیخ رخت

پھر انھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا — تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

[1] زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اُس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ دربیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو اُن کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ وما رمیت۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

[2] آں دعا۔ نصوح کے لئے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ کد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

[3] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ پیخ رخت۔ یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند و آں پیدا نشد — دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد
ساما نوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا — موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

پس بجدِ جستن گرفتند از گزاف — در دہان و گوش و اندر ہر شگاف[۵۱]
انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا — منھ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف — جستجو کردند دُر از ہر صدف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب — ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف — جملگاں از بہرِ دُرِّ خوش صدف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے — سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید — ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں — جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت — تا بدید آید گہر دانہ شگفت
ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا — تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں[۵۲] نصوح از ترس شد در خلوتے — روی زرد و لب کبود از خشیتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا — خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ — سخت می لرزید او مانندِ برگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا — وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یارب بارہا برگشتہ ام — توبہا و عہدہا بشکستہ ام
اس نے کہا، اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے — توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید — تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا — یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبتِ[۵۳] جستن اگر در من رسد — وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی — ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟

در جگر افتادہ استم صد شرر — در مناجاتم ببیں بوئے جگر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں — میری دعا میں میرے جگر کی بُو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد — دامنِ رحمت گرفتم داد داد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو — میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد در فریاد

۵۱ ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاشی شروع کر دی۔ ہر صدف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

۵۲ آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اس کو ننگا کیا گیا تو اس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اس کی موت آ جائے گی۔ گفت۔ اب اس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

۵۳ نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آ جائیگی۔ در جگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اس کے جلنے کی خوشبو آ رہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے مادر نزادے مر مرا — یا مرا شیرے بخوردے در چرا

کاش مجھے ماں نہ جنتی — یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد — کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد

اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے — کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ سنگیں دارم و دل آہنیں — ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں

میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں — ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس — بادشاہی کن مرا فریاد رس

میرا وقت تنگ ہوگیا، تھوڑی دیر کیلئے — شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی — توبہ کردم من ز ہر ناکردنی

اگر آپ کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرے — میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر — تا ببندم بہر توبہ صد کمر

اس بار پھر میری توبہ قبول کرلے — تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم — پس دگر مشنو دعا و گفتنم

میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں — پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں — کاندر افتادم بجلاد و عواں

وہ یہ زاری کررہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے — کہیں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں — ہیچ ملحد را مبادا ایں حنیں

کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے — کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش — روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش

وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا — سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت — کاں در و دیوار با او گشت جفت

اے خدا، اے خدا! اتنا کہا — کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہوگئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی،

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہوجانا اور انتہائی

ل کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہوگیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ حنیں یعنی میں چاروں طرف سے مصیبت میں ہوں۔

ے جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

س ملحد۔ بددین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گریہ اٹھے۔

وکشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کَمَا کَانَ یَقُوْلُ

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت فرمایا کرتے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَہٗ مَرَضٌ اَوْ ھَمٌّ اِشْتَدِّیْ

تھے جب اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت ہو جا

اَزْمَۃُ تَنْفَرِجِیْ

کھل جائے گی"

در میانِ یاربِ یاربِ بُد اُو — بانگ آمد از میانِ جستجو

وہ یارب، یارب میں لگا تھا — تلاشی کے درمیان آواز آئی

جملہ را جستیم پیشِ آ اے نصوح — گشت بیہوش آں زماں پرید روح

ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح آگے آ — اُس وقت وہ بے ہوش ہو گیا، اور روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد اُو چوں جماد

وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا — اسکے ہوش وحواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں — سرِّ اُو با حق بپیوست از نہاں

جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہو گیا، اُس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ اُو نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند

جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ اُو بے مراد — در کنارِ رحمتِ دریا فتاد

جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد

جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن

جب اُس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چوں باز و تن مر اُو را کُندہ — پائے بستہ پر شکستہ بندہ

روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کیلئے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش برگشاد — می پرد آں باز سوئے کیقباد

جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اڑ رہا ہے

لہ کَمَا کَانَ یَقُوْلُ۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث سنداً کمزور ہے... ازمۃ۔ شدت، گرہ، قحط۔

لہ پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ بیہوشی میں اس کو قربت حق میسر آگئی۔ چوں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

لہ جان۔ روح جسم میں اس طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ دریاہائے رحمت جوش کرد ¹ — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد

جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد

کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حور

سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، حسن میں حور بن گیا

ایں ہمہ روئے زمیں سرسبز شد ² — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد

یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے گل کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برہ حریفِ مے شدہ — نا اُمیداں خوش رگ و خوش پے شدہ

بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجبان و کنیزکانِ شاہزادہ از نصوح و بر سر و دستِ اُو بوسہ دادن و عذر خواستن

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا اور اس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

بعد آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ ³ — مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ

اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حزن شد و اندر فرج در تافتیم — مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم

غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اُٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شدہ حمام قد زال الحزن

شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش

بیہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا — اسکی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور دیکھ لیا

می حلالی خواست از وے ہر کسے — بوسہ می دادند بر دستش بسے

ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا — اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

¹ چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بے رونق ہستی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے، پرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

² ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا مل کر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

³ بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح جو بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اس پر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے چلّے کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست یعنی حلالی می خواست۔

بدگماں[1] بودیم مارا کن حلال
ہم بدظن ہو گئے تھے ، ہمیں معاف کر دیجئے
لحم تو خوردیم اندر قیل و قال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بود
کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا
زانکہ در قربت زجملہ پیش بود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاکش بُد و محرم نصوح
نصوح اُس کا خاص حمامی اور محرم تھا
بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بُردست او بُردست و بس
اگر موتی چرایا ہے، تو بس اُس نے چرایا ہے
زو ملازم تر بخاتوں نیست کس
بیگم سے اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اول او را خواست جستن در نبرد
معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی
بہرِ حرمت داشتش تاخیر کرد
(لیکن) اُس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بود کاں را بیندازد بجا
تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے
اندریں مہلت رہاند خویش را
اِس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے

بس حلالیہا[2] ازو میخواستند
وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے
وز برائے عُذر برمیخاستند
عُذر خواہی کے لئے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بُد فضلِ خدائے دادگر
اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا
ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید زمن
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟
کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم زبد از صد یکیست
جو کچھ اُنھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصدی ہے
بر من ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند زمن جز اندکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟
وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے
ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من ہمی[3] آں دانم و ستارِ من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار
جرمہا و زشتیِ کردارِ من
اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اول ابلیسے مرا استاد بود
شروع میں شیطان میرا استاد تھا
بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود
اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

---

[1] بدگماں۔ سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اسی کو شہزادی سے زیادہ قرب بنا تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے والے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اول۔ اس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلئے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اسکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ حمام کے منتظمین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

[3] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی بُرائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداءً شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بن گیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے پھٹے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد
اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور ان دیکھا بنا دیا
تا نگردم در فضیحت روئے زرد
تاکہ میں رسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد
یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی
توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

ہر چہ[1] کردم جملہ ناکردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا
طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت
نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد
اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا
ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد
مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت
میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا
دوزخی بودم بہ بخشیدم بہشت
میں دوزخی تھا مجھے بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ
اُس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے
شد سپید آں نامہ و روئے سیاہ
وہ کالا اعمال نامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[2] کردم چوں رسن شد آہِ من
میں نے آہ کی، میری آہ رسّی کی طرح ہو گئی
گشت آویزاں رسن در چاہِ من
رسّی میرے کنوئیں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم
میں نے وہ رسّی پکڑ لی اور باہر نکل آیا
شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم
خوش اور موٹا تازہ اور سُرخ ہو گیا

در بنِ چاہے ہمی بودم اسیر
میں کنوئیں کی تہ میں قیدی تھا
روز و شب اندر فغان و در نفیر
دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا
در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں
اب میں پورے عالم میں نہیں سما تا ہوں

آفریں ہا بر تو بادا اے خدا
اے خدا! تجھے آفریں پر آفریں ہے
ناگہاں کردی مرا از غم جدا
تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر[3] سرِ ہر موئے من گردد زباں
اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے
شکرہائے تو نیاید در بیاں
تیرے شکریے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دریں روضہ و عیون
اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں
خلق را یا لیت قومی یعلمون
لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

[1] ہر چہ۔ یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نامِ من۔ اب اُس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[2] آہ کردم۔ میں نے اپنی خطاکاری پر آہ کی اُس آہ نے رسّی کا کام دیا اور گناہوں کے کنوئیں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[3] گر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یا لیت۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا، یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ مجھے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

بازخواندنِ[1] شاہزادی نصوح را از بہرِ دَلّاکی بعد از استحکام

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہوجانے کے بعد مالش کے لئے دوبارہ بلانا

توبہ و بہانہ کردنِ اُو و دفع گفتنِ اُو و عذر آوردنِ اُو

اور اُس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت
اُس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے

دخترِ سلطانِ ما میخواندت
ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا

تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
تاکہ اے نیک! تو اُس کا سر دھو دے

جز تو دلاّکے نمی خواہد دِلش
اُس کی دل خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کے لئے

کہ بمالد یا بشوید با گِلش
کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اُس کو نہلائے

گفت رَو رَو دستِ من بیکار شُد
اُس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے

وِیں نصوحِ تو کنوں بیمار شُد
تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رَو کسے دیگر بجوئے اشتاب و تفت
جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈ لے

کہ مرا واللہ دست از کار رفت
کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

بادلِ[2] خود گفت کز حد رفت جُرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا

از دلِ من کے رَوَد آں ترس و گرم
میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمُردم یکرہ و باز آمدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں

من چشیدم تلخیٔ مرگ و عدم
میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خُدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے

نشکنم تا جاں شود از تن جُدا
جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کِرا بارِ دگر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ

پا رَوَد سُوئے خطر اِلّا کہ خر
گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

حکایتِ[3] در بیان آں کسے کہ توبہ کُند و پشیمان شود و باز

اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کُند و آزمودہ را باز آزماید در

شرمندگیوں کو بھلادے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے۔ اور مستقل

---

[1] بازخواندن۔ اُس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اُس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ اِن تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اُس کا دل تجھی سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ گِلَش۔ یعنی تو ہی ملتانی مٹی سے سر دھلائے گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ سختی کا ڈر میرے دل سے کب جا سکتا ہے۔ توبہ۔ اب میں نے اِس کام سے ایسی توبہ کرلی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹے گی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اُس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے

[3] حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد درافتد کہ مَن جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّتْ بِہٖ النَّدَامَۃُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے　کیونکہ جس شخص نے　آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوں[1] توبۂ او را ثباتے و قوتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹِکاؤ　اور قوت　اور شیرینی　اور قبولیت　اور مدد اُس کو

مددے بود و نرسد چوں درختے بے بیخ ہر روز زردتر

حاصل نہ ہو　تو وہ بغیر جڑ کے　درخت کی طرح ہے　جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

و خشک تر نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ

ہم اِس　بات سے　خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے[2] بود و مر اُو را یک خرے　　پشت ریش اِشکم تہی تن لاغرے

ایک دھوبی تھا جس کا　ایک گدھا تھا　　زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ　　روز تا شب بینوا و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی　زمین میں　　شب و روز بے سر و سامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبود　　روز و شب بُد خر دراں کور و کبود

وہاں کھانے کیلئے　پانی کے سوا　نہ تھا　　گدھا وہاں دن رات　اندھا اور تاریک چشم تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بود　　شیرے بود آنجا کہ صیدش پیشہ بود

اطراف میں بنسیلی　اور جنگل تھا　　وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اُوفتاد　　خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے　لڑائی　ہوئی　　وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مدتے[3] واماندزاں ضعف از شکار　　بینوا ماندند دد از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا　　درندے، ناشتہ　سے　محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند　　شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے　　جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیر یک روباہ را فرمود رَو　　مر خرے را بہرِ من صیاد شو

شیر نے　ایک　لومڑی سے کہا، جا　　میرے لئے گدھے　کی　شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار　　رو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے　　جا اُس پر منتر پڑھ　اُس کو قریب لے آ

---

[1] چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اُس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا جاتا ہے اور اُس کے پتّے جھڑتے رہتے ہیں۔

[2] گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستان۔ بنسیلی کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ شیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

[3] مدتے۔ ایک عرصہ سے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اُس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشت خوار۔ ناشتہ۔ شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہرِ من بجو — زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو

یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر — جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قُوتے از لحمِ خر — پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر

جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لونگا — اس کے بعد میں دوسرا شکار کرونگا

اندکے من میخورم باقی شُما — من سبب باشم شُمارا در نوا

میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم — میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بنجاؤنگا

از فسون واز سخنہائے خوشش — نرم گرداں زُود ترا اینجا کشش

اُس کو منتر اور اچھی باتوں سے — نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قُطب کہ عارف واصل ست در اجرائے

قطب، عارف واصل بحق، کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار

دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش

سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے

الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند

مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں غیر

بر مراتب قربِ ایشاں بشیر نہ قربِ مکانی بلکہ از قرب

سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار

صفتی و تفاصیلِ ایں بسیار ست واللہ الہادی

سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قُطب[2] شیر و صید کردن کارِ اُو — باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو

قطب شیر ہے اور شکار کرنا اُس کا کام ہے — باقی یہ مخلوق اس کا بچاہوا کھانے والی ہے

تا توانی در رضائے قطب کوش — تا قوی گردد کند صیدِ وحوش

تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر — تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کرے

چوں[3] برنجد بینوا مانند خلق — کز کفِ عقل ست جملہ رزقِ خلق

جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا، مخلوق بے سر و سامان رہ جائیگی — کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست — ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست

کیونکہ مخلوق کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے — اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال رکھ

---

[1] فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ قُوت۔ روزی۔ آز فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیاء اس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

[2] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تا توانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اس کو خوش رکھے۔

[3] چون برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سر و سامان رہ جاتے ہیں۔ وجد خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اس کا پس خوردہ ہے۔

اُو۱ چو عقل و خَلق چوں اعضائے تن
بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن

وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضا کی طرح ہے
جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قُطب از تن بُوَد از رُوح نے
ضُعف در کشتی بُوَد در نوحؑ نے

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی
کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قُطب آں باشد کہ گردِ خود تنَد
گردشِ اَفلاک گردِ اُو بُوَد

قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے
آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمّتِ کشتیش
گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش

اُس کی کشتی کی مرمّت میں مدد کر
اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت۲ در تو فزاید نے در و
گفت حق اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرہ

تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُس میں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ (مدد کریگا)

ہمچو روبہ صید گیر و کُن فدیش
تا عوض گیری ہزاراں صید بیش

لومڑی کی طرح شکار کر اور اُس پر قربان ہو جا
تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرلے

روبہانہ باشد آں صیدِ مُرید
مُردہ گیر د صیدِ کفتارِ مَرید

مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے
سرکش، بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کَشی زندہ شوَد
چرک در پالیز رویندہ شوَد

تو اُسکے سامنے مُردہ لیجائے گا وہ زندہ ہو جائے گا
کھاد، خالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جوابِ گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت۳ رُوبہ شیر را خدمت کُنم
حیلہا سازم ز عقلش بَر کَنم

لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی
تدبیریں کروں گی اُسکو عقل سے بیگانہ کردوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست
کارِ من دستاں و از رہ بُردن ست

حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے
میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سرِ کُہ جانبِ جُو میشتافت
یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت

پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی
ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

---

۳ گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنادوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی دھوبی کا گدھا لومڑی اس کے پاس پہنچی اور اس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

۱ او چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی، اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں لہٰذا قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہو سکتا گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اُس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

۲ یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورتِ مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو روبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار کرتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اُسکو مفید پڑیگا۔ مَرید۔ قطب کا منکر بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اُس کا مُردار پن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد خالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت — پیشِ آں سادہ دِلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی — اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خشک — درمیانِ سنگلاخ و جائے خشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟ — پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خر گر در غمم ور در ارم — قسمتم حق کرد من زاں شاکرم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں — اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

شکر گویم دوست را در خیر و شر — زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں — کیونکہ حکمِ خداوندی میں برے سے بھی زیادہ برا ہے

چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ — صبر باید صبر مفتاح الصلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے — صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج — صابراں را کے رسد جور و حرج
پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے — صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آئی ہے؟

راضیم[2] من قسمتِ قسام را — کہ خداوند است خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں — کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ او خاص و عام — میرساند روزیِ وحش و ہوام
اس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اُٹھاتے ہیں — وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند — مور و مار از نعمتِ او می چرند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں — چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ او سرتا سرِ عالم گرفت — بر سرِ خوانش خلائق در شگفت
اُس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے — مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می خورند[3] و ہیچ کم نایداز آں — کیست بے روزی بگو اندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے — بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندۂ — کو رساند روزیِ ہر بندۂ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ — وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدو اند او ست دوست — با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالٰی) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے — دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

[1] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے مکوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جاندار ہیں سب اس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیر حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کُن تا نایدت از بد بتر ؏ | ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بُرے سے بدتر نہ ملے | ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں | زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

جب تک وہ مجھے دو غم نہ دیگا میں شہد نہ مانگوں گا | کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گُلِ بے خار نیست ؏ | شادیِ بے غم دریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے | بغیر غم کی خوشی اِس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر | در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے | اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایتؑ دیدنِ خرِ سقائے بانوائے اسپانِ تازی را در آخرِ خاص و تمنا بُردن آں دولت را، در موعظہ آنکہ تمنا نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں سازوسامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی حکایت اور اُس دولت کی تمنا کرنا اُس نصیحت کے بارے میں کہ سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں

بُود چوں لذتِ مغفرت بُود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولتے

جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی بقیہ ہر

کہ آں را نا آزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست

دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ ؏ از ہر دامے دانہ پیدا شود و

نہیں دیکھ رہا ہے، جیسا کہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری

تو اِس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اُس دانے

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا

تک پہنچ جاتا، تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے

بیدام است

بغیر جال کے ہیں

؂ شکر کُن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اُس کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ اِس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وہ بات ضرور لگی ہوئی ہے خزانہ کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

؂ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اُس کے ساتھ انھیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہئے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

؂ چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اُس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بود سقائے مر اُو را یک خرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا
گشتہ از محنت دوتا چون چنبرے
مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُھرا ہو گیا تھا

پشتش از بار گران دہ جا ریش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اسکی کمر دس جگہ سے زخمی تھی
عاشق و جویائے روز مرگ خویش
وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جَو کجا از کاہِ خشک اُو سیر نے
جَو کہاں! وہ خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ تھا
در عقب زخمے و سیخ آہنے
پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میر آخر دید اُو را رحم کرد
اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا، رحم کیا
کاشنائے صاحبِ خر بود مرد
کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا

پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال
اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا
کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُھرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے
کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روز چند
اس نے کہا اس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے
تا شود در آخرِ شہ زورمند
تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست
اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا
در میانِ آخرِ سلطانش بست
اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر ز ہر سو مرکبِ تازی بدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے
با نوا و فربہ و خوب و جدید
با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُوفتہ و آبے زدہ
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی
کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مر اسپاں را بدید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا
پوز بالا کرد کاے ربِ مجید
اس نے تھوتھنی اوپر اٹھا کر اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ توام گیرم خرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں مانا کہ میں گدھا ہوں
از چہ زار و پشت ریش و لاغرم
میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب ز دردِ پشت و از جوعِ شکم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے
آرزومندم بمردن دمبدم
لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزومند ہوں

۱؎ عاشق۔ اس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے پٹتا تھا جس سے اس کی پشت زخمی تھی۔ میر آخر۔ داروغہ اصطبل۔ دال۔ حرف دال ٹیڑھی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

۲؎ خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا۔۔۔ اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ ان کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

۳؎ شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کیلئے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش بانوا — من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا

ان گھوڑوں کی ایسے سازوسامان کے ساتھ عمدہ حالت — میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[1] آوازۂ پیکار شد — تازیاں را وقتِ زین و کار شد

اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا — عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زخمہائے تیر خوردند از عدو — رفت پیکانہا در ایشاں سو بسو

انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے — جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں — اندر آخر جملہ افتادہ ستاں

وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے — اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہاشاں بستہ محکم بانوار — نعلبنداں ایستادہ در قطار

نوار سے اُن کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے — نعلبند لائن میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہاشاں بہ نیش — تا بروں آرند پیکانہا ز ریش

انھوں نے نشتر سے اُن کے بدن میں چیرا دیا — تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں خر[2] آں را دید میگفت اے خدا — من بفقر و عافیت دادم رضا

جب گدھے نے انھیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا! — میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخمِ زشت — ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت

میں اُس سروسامان سے اور اس بھدے زخم سے بیزار ہوں — جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جستنِ رزقِ حلال — فرض باشد از برائے امتثال

لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا — حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالمِ[3] اسباب و رزق بے سبب — می نیاید پس مہم باشد طلب

یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق — حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللہ است امر — تا نباید غصب کردن ہمچو نمر

اور اللہ کا فضل طلب کرو یہ حکم ہے — تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبر کہ بر رزق اے فتیٰ — در فرو بست ست و بر در قفلہا

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا — دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[1] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے...... پایہا ی۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیئے۔

[2] چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں سازوسامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

[3] عالمِ اسباب۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کئے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ وَابْتَغُوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور دروازوں کو مقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا ان تالوں کی کنجی ہے۔

جنبش و آمد شدِ ما و اکتساب — ہست مفتاحے بر آں قفل و حجاب

ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا — اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے کلید[1] ایں در گشادن راہ نیست — بے طلب ناں سنّتِ اللہ نیست

بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے — بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں — رزق کے آید برت اے ذوفنوں

اگر تو کنویں میں جا بیٹھے — تیرے پاس رزق کب آئے گا؟ اے صاحبِ تدابیر!

جواب گفتنِ آں خر روباہ را

اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکّل باشد آں — ورنہ بدہد ناں کسے کو داد جاں

اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے — ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر — کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر

جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے — اے بیٹا! (پہلے بھی) اسکے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں

دامّ[2] و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق — نے پئے کسب اند و نے حمّالِ رزق

چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں — نہ وہ کمائی کے درپے ہیں نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جملہ را رزّاق روزی می دہد — قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد

سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے — ہر ایک کا حصّہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے

رزق آید پیشِ ہر کہ صبر جست — رنج و کوششہا ز بے صبری تست

جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے — محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتنِ روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصّہ پر راضی ہوں

گفت[3] روبہ آں توکّل نادر ست — کم کسے اندر توکّل ماہر ست

لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے — بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردِ نادر گشتن از نادانی ست — ہر کسے را کے رہِ سلطانی ست

نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے — ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت — ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت

جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے — ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

[1] بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے یعنی رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گر تو... لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق کب چل کر آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہر کہ۔ دنیا طلبی کے لئے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

[2] دآم۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے اس لئے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہر کسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانے سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ خود بشناس و بر بالا مپر — تا نیفتی در نشیبِ شور و شر

اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ — تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گر پڑے

جہد کن و اندر طلب سعیے نما — چوں نداری در توکل صبر را

محنت کر اور طلب میں کوشش کر — جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں — شور و شر از طمع آید سوئے جاں

گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے الٹی بات کہہ دی ہے — جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد — از حریصی ہیچکس سلطاں نشد

قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے — لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ — کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ

رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے — بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار — ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار

جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے — رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت — ور توبشتابی دہد دردِ سرت

اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا — اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کرے گا

در تقریرِ معنیٔ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور

و از اسباب منقطع شد و از شہر بیروں آمد و از شوارع و

اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور

رہگذرِ خلق دور شد و بس بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی

لوگوں کی رہگذر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی

سر بر سنگے نہاد و با خود گفت توکل کردم بر سبب سازی

حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے

رزاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیتِ توکل را

تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنانے کو دیکھوں

لہ حدِ خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیئے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیئے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو الٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح شور و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

لہ۲ از قناعت۔ قناعت مضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود ڈھونڈتے پہنچ جاتا ہے

لہ۳ در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکہ و تنہا۔

آں یکے زاہد شنید از مصطفیٰ[1] — کہ یقیں آید بجاں رزق از خدا
ایک زاہد نے مصطفیٰ (ﷺ) کی جانب سے سُنا — کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر نخواہی ور نخواہی رزقِ تو — پیشِ تو آید دواں از عشقِ تو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق — تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آجاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت — در بیاباں نزدِ کوہے خفت تفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا — جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد جا سویا

کہ ببینم رزق مے آید بمن — تا قوی گردد مرا در رزق ظن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟ — تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید — سُوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آگیا — پہاڑ کی جانب اُس آزمائش کرنیوالے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور — در بیاباں از رہ و از شہر دُور
بولا یہ شخص اِس طرف اکیلا کیوں ہے؟ — جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور

اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو — می نترسد ہیچ از گرگ و عدو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ — بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[3] و دست بروے میزدند — قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا — اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجنبید و نجنبانید سر — وا نکرد از امتحاں ہیچ اُو بصر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا — آزمانے کیلئے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد — از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
پھر اُنھوں نے کہا، یہ بے مُراد کمزور — بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاوردند و در دیگے طعام — تا بریزندش بحلقوم و بکام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے — تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈال دیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد — تا ببیند صدقِ آں میعادِ مرد
تو اُس شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کرلئے — تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست — وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے — اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

[1] کہ ۔ اُس نے آنحضورؐ کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے ۔ از برائے ۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا لیٹا۔

[2] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عُور ۔ ننگا ، اکیلا۔

[3] آمدند ۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرلی۔ از مجاعت ۔ یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بیہوش ہو گیا ہے۔ قاصد ۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اشتافتند — بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — انہوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندرو نان پارہا
انہوں نے شوربا اُس کے منہ میں ڈالا — اُس کے اندر انہوں نے روٹی کے ٹکڑے کئے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی — راز میدانی و نازے می کُنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصدی کُنم — رازق اللہ ست بر جان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

امتحاں زیں بیشتر خود چوں بُود — رزق سوئے صابراں خوش میرود
اِس سے زیادہ کیا آزمایش ہوگی؟ — صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی وز توکل نگذری — حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگذر نہ کرے — حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن — گفت کردم امتحانِ رزقِ من
اس کے بعد اُس مسکین نے منہ کھول دیا — کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

ہر چہ گفتست آں رسولِ پاک جیب — ہست حق و نیست در وے ہیچ ریب
جو کچھ اُس پاک دل رسول ﷺ نے فرمایا — برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ اُو خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل — دستہا در کسب زن جہد المقل
لومڑی نے کہا اِس قصہ کو چھوڑ — غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا

دست دادستت خدا کارے بکُن — مکسبے کُن یاریِ یارے بکُن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کر — کما، کسی دوست کی مدد کر

ہر کسے[3] در مکسبے پا می نہد — یاریِ یارانِ دیگر میکُند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے — ہم درودگر ہم سقا ہم حائکے
اِسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — بڑھئی بھی ہو، سقا بھی، بُننے والا بھی

---

[1] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لئے تھے انھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا منہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُسکو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمایش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اِس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ امتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اِس سے بہتر امتحان اور کیا ہوگا اِس سے معلوم ہوگیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تابدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیئے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے منہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ جُہد المُقِل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہر کسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

چوں بنا بر زیست عالم برقرار | ہر کسے کارے گزینید از افتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے | ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری درمیانہ شرط نیست | راہِ سنت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پیٹوپن مناسب نہیں ہے | سنت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہا کہ ہر کسے محتاج ست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے

بتوکل کہ اے خدا ایں کارِ مرا راست دار، و دعا متضمنِ توکل ست و

کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور

توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے | می ندانم در دو عالم مکسبے[2]
اس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر | دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمی دانم ندید | تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
اسکا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں | حتی کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکل بہترین کسبہاست | زانکہ در ہر کسبِ دستت بر خداست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے | کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر | ویں دعا ہست از توکل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کردے | دراصل یہ دعا توکل ہی ہے، سمجھ لے

در توکل ہیچ نبود احتیاج | فارغی از نقصِ ریع[3] و از خراج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے | تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے

بحث شاں بسیار شد اندر خطاب | ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی | وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جوابِ گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر تہلکہ | نہی لا تلقوا بایدی تہلکہ
اسکے بعد اس نے اس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں | اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کی نہی وارد ہوئی ہے

1۔ چوں ۔ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے ۔ طبلخواری ۔ پیٹوپن ، شکم پروری ۔ راہ ۔ سنت طریقہ بھی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہئے ۔ جواب گفتن ۔ گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب مہیا کرکے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے ۔

2۔ مکسب ۔ پیشہ ۔ ندید ۔ نظیر ، مثال ۔ تا کشد ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے ۔ اگر تم شکر کروگے تو ہم اور زیادہ دینگے ۔ خود توکل ۔ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے ۔

3۔ ریع ۔ پیداوار ۔ خراج ۔ آمدنی ۔ بعد ازاں ۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے ۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا

احمقی باشد جہانِ حق فراخ
حماقت ہے ، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار
اِس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا

می چرا آنجا بسبزہ گردِ جوئبار[۱]
وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں
جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار

سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں
وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے

خرم آں حیواں کہ او آنجا رود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے

اُشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
(اُس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے

اندرو حیوان مرفہ در اماں
وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او را نمیگفت اے لعیں[۲]
گدھے پن سے اسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!

چوں ازانجائی چرا زاری چنیں
جبکہ تو اُس جگہ کی ہے ، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو نشاطِ فربہی و فرِ تو
تیری شان و شوکت اور موٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟

چیست ایں لاغر تنِ مضطرِ تو
تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے ؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے

پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن

از گدائی تست نز بگلر بگی
بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک
جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟

گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مشک
اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو می آئی[۳] ز گلزارِ جناں
اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آرہی ہے

دستہ گل کو برائے ارمغاں
تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے ؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہے

چوں نشانے در تو نامد اے سنی
اے بھلی! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

مثل آوردنِ اُشتر در بیانِ آنکہ در مخبرِ دولتے فر و اثرِ آں چو

اونٹ کی مثال لانا ، اِس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اسکی شان و شوکت

---

[۱] جوئبار چشمہ - مرغزار سبزہ زار ہے۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا ، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اُشتر - اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفہ - خوش عیش۔ از خری - گدھا بہرحال گدھا تھا مولانا فرماتے ہیں اسے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

[۲] کو نشاط - گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ایسا ہی عمدہ ہے جو تو بیان کر رہی ہو تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا - اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں - ایں - تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے - بگلر بگی - امیرالامرائی۔

[۳] گر تو - گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آرہی ہے تو تیرے ساتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہیئے تھا - زانچہ - تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے مثل - اِس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اُس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

نہ بینی جائے مُتّہم داشتن باشد کہ اُو مقلّد ست دراں

اور اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اُشتر را کہ ہے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں

از کجا می آئی اے اقبال پئے
اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے؟

گفت[1] از حمّامِ گرم کوئے تو
اس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے

گفت خود پیداست از زانوئے تو
اس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عُنود
سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا

مُہلتے میخواست نرمی می نمود
مُہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کہ ایں
عقلمندوں نے کہا، چاہیئے تھا کہ یہ

تُند تر گشتی چو ہست اُو ربِّ دِیں
زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

مُعجزہ گر اژدہا گر مار بُد
مُعجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا

نخوت و خشمِ خدائیش چہ شُد
اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِّ اعلیٰ گر ولیست اندر جلوس
اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے

بہرِ یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس
تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفسِ[2] تو تا مستِ نُقلست و نبید
تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے

دانکہ رُوحت خوشۂ غیبی ندید
سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نُور
کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں

اَلتَّجَافِی مِنْکَ عَنْ دَارِ الْغُرُوْر
دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مُرغ چوں بر آبِ شورے می تند
پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے

آبِ شیریں را ندیدست اُو مدد
اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلیدست آں ایمانِ اُو
بلکہ اس کا وہ ایمان نقلی ہے

رُوئے ایماں را ندیدہ جانِ اُو
اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مُقلّد را عظیم
لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے

از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم
راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں ببیند نُورِ حق ایمن شود
جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے

زاضطراباتِ شک اُو ساکن شود
وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

---

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اس نے کہا تیرے محلّے کے حمام میں سے غسل کرکے آرہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سُنی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کررہی ہیں۔ مارِ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے اژدھے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اس نے خود اسکے خدائی کے دعوے کی تردید کردی۔ جلوس یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اس نے اُخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اس کا عمل اُس کی تکذیب کردیگا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں ببیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سُوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا
کاصلِ اُو آمد بُوَد در اصطکاک
جو اس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریب اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے
در غریبی چارہ نبوَد زِ اضطراب
بے وطنی میں اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند
جب اس کی آنکھ کھلی، اس نے وہ نقش پڑھ لیا
دیو را بر وے دگر دستے نماند
شیطان کا پھر اس پر قابو نہ رہا

گرچہ باروباہ خر اسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے
سَرسَری گفت و مُقلِّدوار گفت
سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود اُو تائق نبُود
اس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا
رُخ درید و جامہ اُو عاشق نبُود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خُوب
منافق کا عذر مردود ہے، بھلا نہیں ہے
زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوئے سیبش ہست و جُزوِ سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے
بُود در اُو جز از پئے آسیب نے
اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ[3] زن درمیانِ کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ
نشکند صف بلکہ گردد کار زار
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش
اگر تو اس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن)، اس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائے آنکہ عقلِ اُو مادہ بُوَد
اس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو
نفسِ زشتش نر و آمادہ بُوَد
اس کا برا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ اُو
لامحالہ اس کی عقل مغلوب ہو گی
جز سُوئے خسراں نباشد نقلِ اُو
ٹوٹے کے سوا اس کی منتقلی نہ ہو گی

حملۂ مادہ بصورت ہم جریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے
آفتِ اُو ہم چو آں خر از خریست
اس کی مصیبت بھی اس گدھے کی طرح گدھے پن کی ہے

---

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر جو خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں ان پر اضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو ان کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اس کی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آ گیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنائے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوئی۔ منافقین مومنین کی خوبو پیدا کر لیتے تھے لیکن ان میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خوبو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اس کا دل لرزتا ہے۔ وائے۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہو جائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اس کو پھنسا لیا۔

وصفِ حیوانی بُود بر زَن فزوں[1] | زانکہ سُوئ رنگ و بُو دارد رَکوں

عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے | کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُود | نفسِ زشتش مادہ و مُضطر بُود

وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو | اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بُود | نفسِ انثیٰ را خرد سالِب بُود

اُس کی جزوی عقل نر اور غالب | مادہ نفس کو عقل سلب کرنیوالی ہوتی ہے

رنگ و بُوئ[2] سبزہ زار آں خر شنید | جُملہ حجتہا ز طبعِ او رمید

اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سونگھا | اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنۂ محتاجِ مطر شُد و ابر نے | نفس را جوع البقر بُد صبر نے

پیاسا بارش کا محتاج ہوگیا اور ابر نہیں ہے | نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُود صبر اے پدر | حق نوشتہ بر سپر جاءَ الظفر

اے بابا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے | اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلِّد در بیاں | از قیاسے گوید آں را نز عیاں

مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے | وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست | بُوئ مشکستش ولے جز پُشک نیست

مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے | اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا[3] کہ پُشکے مُشک گردد اے مُرید | سالہا باید دراں روضہ چرید

اے مُرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے | سالوں اِس باغیچہ میں چرنا چاہیئے

کہ نباید خورد جَو ہمچو خراں | آہوانہ در ختن چَر ارغواں

گدھوں کی طرح جَو نہ کھانے چاہئیں | ہرنوں کی طرح ختن میں گل بابونہ چر

جز قرنفل یاسمن یا گُل مچر | رو بصحرائے خُتن با آں نفر

لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر | اُن لوگوں کے ساتھ خُتن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خو کُن بداں ریحان و گُل | تا بیابی حکمت و قُوتِ رُسُل

اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنالے | تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کرلے

خوئ معدہ زیں کہ و جَو باز کُن | خوردنِ ریحان و گُل آغاز کُن

اِس گھاس اور جَو سے معدے کی عادت چھڑا | ریحان اور گلاب، کھانا شروع کرنے

---

[1] وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کرلیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہو تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کرلیتی ہے۔

[2] رنگ و بُوی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا اس وقت گھاس کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھے اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اسپر۔ مشہور ہے الصبر مفتاح الفرج ۔ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ مقلد۔ مُقلِد کے دلائل سب سنے سنائے ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے۔

[3] تا کہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔۔۔ کہ نباید۔ اُسکے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ اس قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کا [illegible] گل [illegible] بنے تو [illegible] معدہ بنیاد کی

مِعدۂ تن سُوئے کہداں میکشد[1]
جسم کا معدہ، چَرِی کی طرف لے جاتا ہے

مِعدۂ دل سُوئے ریحاں میکشد
دل کا معدہ، ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جَو خورد قُربان شود
جو گھاس اور جَو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے

ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود
جو اللہ کا نور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیمِ تو مُشک ست نیمی پُشک ہیں
خبردار! تیرا آدھا مُشک (اور) آدھا مینگنی ہے

ہیں میفزا پُشک افزا مُشکِ چیں
خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مُشک بڑھا

آں مقلّد صد دلیل و صد بیاں
وہ مقلّد سَو دلیلیں اور سَو بیان

در زباں آرد ندارد ہیچ جاں
زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو
اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے

کہ اَتَش بے مغز زاں اَسرارِ اُو
اُس کے اَسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ[2] گوینده ندارد جان و فر
چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہو

گفتِ اُو را کے بُوَد برگ و ثمر
اُس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہونگے؟

میکند گستاخ مردم را براہ
وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے

اُو بجاں لرزاں تر ست از برگِ کاہ
وہ گھاس کے پتّے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس با فر بُوَد
اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو

در حدیثش لرزہ ہم مُضمر بُوَد
لیکن، اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہوگی

فرقِ میانِ دعوتِ شیخِ کاملِ واصل و میانِ سخنِ

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل

ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی بر خود بستہ اند

کے مُدعی ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخِ نورانی ز رہ آگہ کُند
نورانی شیخ راہِ (حق) سے آگاہ کرتا ہے

با سخن ہم نور را ہمرہ کُند
بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد کُن[3] تا مست و نورانی شوی
تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحبِ نور بن جائے

تا حدیثت را شود نورش رَوِی
تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہر چہ در دوشاب جوشیدہ شود
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے

در عقیدہ طعمِ دوشابش شود
عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

---

[1] مِعدۂ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اَسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیمِ تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلّد۔ وہ شخص جو سُنی سُنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اَسرار ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کُند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے۔ پس۔ اِس مُقلّد کی تقریر اگرچہ پُر شوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحبِ نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُر تاثیر ہوتی ہے۔

[3] جہد کُن۔ انسان کو خود صاحبِ نور بننا چاہیئے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرفِ روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ بات میں نور اسی طرح پیوست ہو جاتا ہے جس طرح

از جزر و زسیب و بہ وز گردگاں — لذتِ دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ — تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

علمِ اندر نور چوں فرغودہ شُد — پس زِ علمت نور یابد قوم لُد
علم، جب نور سے گھُل مِل گیا — تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہر چہ گوئی باشد آں ہم نورِ پاک — کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا — کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شو ابر شو باراں ببار — ناوداں بارش کند نبوُد بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا — پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناوداں عاریت ست — آب اندر ابر و دریا فطرت ست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے — ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکر و اندیشہ ست مثلِ ناوداں — وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے — کھُلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد — ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے — پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز گردم سوئے آں روباہ و خر — تا چساں از راہ بُرد آں خر نگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں — دیکھو اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا؟

زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد — چوں مقلد بُد فریبِ اُو بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے — چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنۂ ادراک و بینائی نداشت — دمدمہ روبہ برو سکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کرّ و فر نہ رکھتا تھا — لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل — کز زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا — کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لوطی ازو در حالتِ لواطت

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

لہ علم اندر نور۔ جب علم کا نور میں مرتی بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہر چہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

ٹہ فکر و اندیشہ۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی عموماً پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

سہ باز گردم۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُسکو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کئے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنہ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آگیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

کہ ایں خنجر از بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد

کہ یہ خنجر کس کام کے لئے ہے اُس نے کہا اِس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ اُو آمد و شُد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا

اَلحمدُ لِلّٰہ کہ من با تو بد نمی اندیشیم ؎

اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیتِ من بیت نیست اقلیم ست	ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست
میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے	میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوْقَھَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ

پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس

ھٰذَا مَثَلًا و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا) اِس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہو اور یہ کہ جواب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ چاہا

وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار از و سُرخ رُو

اس سے بہت گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت اُس سے

شوند و بسیاراں بے مُراد شوند وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْہِ قَلِیْلًا

سُرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدْتَ فِیْ نَتَائِجِہِ الشَّرِیْفَۃِ کَثِیْرًا

کرے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کونؔ دہے را لُوطیے در خانہ بُرد	سرنگوں افگندش و در وے فشرد
ایک اغلام کرانیوالے کو ایک اغلام کرنیوالا گھر لے گیا	اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا
بر میانش خنجرے دید آں لعیں	پس بگفتش در میانت چیست ایں
اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا	تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟
گفت آنکہ با من ار یک بد منش	بد بیندیشد بدرّم اِشکمش
اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ	بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں

لہ اَلحمدُ لِلّٰہ ۔ اُس لوطی نے طنزاً کہا۔ بیت پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزلِ من ۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اِس کی توجیہ کرتے ہیں۔

لہ اِنَّ اللّٰہ ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اُس کے پَر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اُس کے جواب میں کہا کہ نصائح کیلئے اِس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اِس قسم کی مثالوں پر کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت پائیں ہوں۔

لہ کون دہے ۔ اغلام کرانے والا اس سے کندہ اور گندہ بنا ہے بیان ۔ کمر ۔ اِشکمش ۔ بد طینت ۔

گفت لوطی حمد للہ را کہ من — بد نیندیشیدہ ام با تو بفن
اعلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے — کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

لہ چونکہ مردی نیست خنجرہا چہ سود — چوں نباشد دل ندارد سود خود
جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟ — جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذوالفقار — بازوئے شیرِ خدا ہستت بیار
(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں ملی — تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

۲ گر فسونے یاد داری از مسیحؑ — کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے — اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں؟

کشتی سازی ز توزیع و فتوح — کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نوحؑ
تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے — (حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار — کو بتِ تن را فدا کردن بنار
میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بت توڑ ڈالا — جسم کے بت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر — تیغ چوبیں را بداں کن ذوالفقار
اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا — اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنالے

آں دلیلے کو ترا مانع شود — از عمل آں نقمتِ صانع شود
وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے — عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

۳ خائفانِ راہ را کردی دلیر — از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر
تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا — چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکل می کنی — در ہوا تو پشہ را رگ می زنی
تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے — تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنث پیش رفتہ از سپاہ — بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ
اے ہیجڑے، تو لشکر سے آگے ہوا — تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں زنامردی دل آگندہ بود — ریش و سبلت موجبِ خندہ بود
جب نامردی سے دل پُر ہو — داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کن اشکباراں چوں مطر — ریش و سبلت راز خندہ باز خر
توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا — داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

لہ چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اس کے لئے خنجر اور شیر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔۔ ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

۲ گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دَم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع: چندہ۔ فتوح: نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔۔۔ دلیل دراصل عمل ہے۔ آں نغ۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذاب الٰہی ہے۔

۳ خائفاں۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلۂ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی داڑھی اب مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہِ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ وزاری کرے۔

داروی مردی بخور اندر عمل — تا شوی خورشیدِ گرم اندر حَمَل[۱]
عمل میں مردانگی کی دوا کھا — تاکہ تو (برجِ) حَمَل میں گرم سورج بن جائے

داروی مردی کن و عنّیں مشوی — تا بروں آیند صد گوں خوبروی
مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن — تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معدہ را بگذار و سوی دل خرام — تا کہ بے پردہ ز حق آید سلام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی[۲] گر بایدت خنجر بگیر — ور بگیزی ما ئلی چادر بگیر
اگر تجھے رستم بننا چاہیے، خنجر پکڑ — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش — ور بگیزی مائلی رو گوں فروش
اگر تجھے رستم بننا چاہیے، زرہ پہن لے — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، جا مقعد بیچ

یک دو گامے رو تکلّف ساز خوش — تا ترا عشقش کشد اندر برش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر — تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

بر سرِ میداں چو مرداں پائیدار — تا نگردی مُبتلا در پائے دار
میدان میں مردوں کی طرح جم — تاکہ تو سُولی کے نیچے مُبتلا نہ ہو

تا کے از جامہ زناں ہمچو زناں — در صفِ مرداں در آ ہمچوں سناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھے گا) — نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آ جا

غالب شدن حیلۂ روباہ بر استعصام و تعفّفِ خر و کشیدن روباہ خر را بسوئے بیشۂ شیر

گدھے نے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آ جانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد[۳] — ریشِ خر بگرفت و آں خر را بہ بُرد
لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا — گدھے کی داڑھی پکڑی اور اُس گدھے کو لے گئی

مُطربِ آں خانقہ کو تا کہ تفت — دف زند کہ خر برفت و خر برفت
اُس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد — دَف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ — چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے — تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئیگی!

۱ حمل۔ سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے اسکی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عنّیں۔ نامرد۔ تا بروں۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔ معدہ۔ مجاہدے کرے اور روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسّر آ جائے گا۔

۲ رستمی۔ اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یک دو۔ راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم رکھ پھر جذب شروع ہوگا۔ دار۔ سولی۔ بہتان۔ بجالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفّف۔ پاکدامنی۔ بیشہ۔ جھاڑی۔

۳ پائے خود فشرد یعنی کھڑی ہو گئی۔ ریشِ خر گرفت۔ یعنی غالب آ گئی۔ مطرب پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ "خر برفت" کی دھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرا دیا تھا

گوش[۱] را بربند و افسونہا مخور — جز فسونِ آں ولیِ دادگر

کان بند کرلے اور منتر نہ سن — اُس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے اُو — آنکہ صد حلواست خاکِ پائے اُو

اُس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں — کیونکہ سینکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر زمے — مایہ بُردہ از مےِ لبہائے وے

شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے — اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید — کو مےِ لبہائے لعلش را ندید

وہ (اُس سے) دور جان شراب کی عاشق ہو گئی — جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی

آبِ[۲] شیریں چوں نہ بیند مرغِ کور — چوں نگردد گردِ چشمۂ آبِ شور

اندھا پرندہ جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا — وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کُند — طوطیانِ کور را بینا کُند

روحانی موسیٰؑ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے — اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست — لاجرم در شہر قند ارزاں شدست

روح کے شیریں شاہ نے ڈنکا پیٹ دیا ہے — لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یوسفانِ غیب لشکر میکشند — تنگہائے قند مصری میرسند

غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں — مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[۳] مصر را رُو سوئے ما — بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا

مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے — اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُر از شکر شود — شکر ارزان ست ارزاں تر شود

کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا — شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں — ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں

اے حلوائیو! شکر میں لوٹو — طوطی کی طرح، صفراوی لوگوں کے اندھے پن (کے باوجود)

نیشکر کوبید کار اینست و بس — جاں برافشانید یار اینست و بس

گنا کھوندو بس کام یہی ہے — جان چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہر ما اکنوں نماند — چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند

ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا — چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں

۱ گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں فسونہا۔ دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہائے شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق جو شخص شیخ سے بعید ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کرسکیگا۔

۲ آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ خسروِ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلاء عام دے دی ہے اسی لئے اِس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

۳ اشترانِ مصر۔ یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی اس سے مراد منکر ہیں۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ [illegible] یعنی شیخ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر ہے[illegible]

نُقل بر نُقل ست و مے بر مے ہلا | بر منارہ رَو بزن بانگِ صلا

آگاہ، نُقل پر نُقل، شراب پر شراب ہے | منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکہ نہ ساله شیریں میشود | سنگِ مرمر لعل و زرّیں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا | سنگِ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں | ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں

سورج، آسمان میں دستک دے رہا ہے | ذرّے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار | گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں | شاخوں پر، پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند | رُوح شُد منصور اَنَا الحق میزند

دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے | روح منصور بن گئی ہے اَنَا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں | عشرت از سر گیر خوش خوش شادماں

یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی | خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز | دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے | نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد | تا بیابی در جہانِ جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش رہ | تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرے

گر خرے را می بُرد روبہ ز سر | گو بُبر تو خر مباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے | کہہ دے کاٹ دے، تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایتِ آں شخص کہ از ترسِ خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رُخساروں

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیر ست

کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

و چہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند بسُخرہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

ف۱ منارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ یعنی بگڑنے بدکار۔ آفتاب یعنی شیخ کامل۔ ذرّہا۔ یعنی مُعتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاج نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کرکے اَنَا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

ف۲ نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی دُعا سے نوجوان بن گئی تھی، مُراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظرِ بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ اَحوال جو ذکر کئے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو ان سے خوش رہ تاکہ دنیا اصل مُراد حاصل کرلے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

ف۳ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھا جاتا ہے۔

تو خرے نیستی چہ میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں ① یکے از ترس در خانہ گریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا

زرد رُو و لب کبود و رنگ ریخت
چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحب خانہ بگفتش خیر ہست
گھر کے مالک نے اس سے کہا خیر ہے؟

کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست
کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی
کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟

رنگِ رُخسارہ چنیں چوں ریختی
رُخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سخرۂ شاہِ حروں
اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے

خر ہمی گیرند امروز از بروں
آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت ② میگیرند خر اے جانِ عم
اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں

چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم
جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جِدّند و گرم اندر گرفت
اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں

گر خرم گیرند ہم نبود شگفت
اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خر گیری بر آوردند دست
گدھے پکڑنے میں انہوں نے ہاتھ نکالے ہیں

جِدّ جِدّ تمیز ہم برخاستہ است
بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند
چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں

صاحبِ خر را بجائے خر برند
گدھے کی بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائینگے

نیست ③ شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر
ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑ لینے والا نہیں ہے

ہست تمیزش سمیع ست و بصیر
اُسکو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خر گیراں مترس
تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑ لینے والوں سے نہ ڈر

خر نہ اے عیسیٔ دوراں مترس
تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دَور کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پُرست
چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے

حاش للہ کہ مقامت آخُرست
خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

① آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت کی نرم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ حروں۔ سرکش، ظالم۔

② گفت۔ صاحبِ خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جِدّ جِدّ… کوشش کی انتہا نے ان کے لئے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے چونکہ جب بے تمیز سردار بن جائیں تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

③ نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی سُرخی کے پہلے شعر یعنی چوں ذُخرہ سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ؛ انسان کو عیسوی صفت ہونا چاہیئے خر عیسیٰ نہ ہونا چاہیئے۔ چرخ چارم۔ جبکہ انسان کو عیسوی صفت ہونا چاہیئے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری[۱]
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے
گرچہ بہرِ مصلحت در آخُری
اگرچہ مصلحۃً تو اصطبل میں ہے

میرِ آخُر گرچہ در آخُر بُوَد
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے
ہر کہ او را خر بگوید خر بُوَد
جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخُر دیگر و خر دیگر ست
داروغۂ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری
نے ہر آنکو اندر آخُر شد خر ست
یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در اُفتادیم در دُنبالِ خر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے
از گلستاں[۲] گوئی و ز گلہائے تر
چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از ترنج و شاخِ سیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی
و ز شراب و شاہدانِ بے حسیب
اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہر ست
یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے
گوہرش گویندہ و بینا درست
اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند
یا اُن پرندوں کی، جو پھول چگتے ہیں
بَیضہا زریں و سیمیں می کُنند
سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پروَرند
یا اُن بازوں کی جو چکوریں پالتے ہیں
ہم نگوں اِشکم ہم اِستاں میپرند
پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

نردبانہائیست پنہاں در جہاں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں
پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گروہ را نردبانے دیگر ست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے
ہر روِش را آسمانے دیگر ست
ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر یکے[۳] از حالِ دیگر بے خبر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے
مُلک با پہنا و بے پایان و سر
مُلک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں دراں حیراں کہ او از چیست خوش
یہ اُسکے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟
واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
وہ اِسکے بارے میں حیران ہے کہ اُسکی حیرت کس وجہ سے ہے

صحنِ ارضُ اللہ واسع آمدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے
ہر درختے از زمینے سر زدہ
ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

۱؎ گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ میرِ آخُر۔ اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغۂ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے...... اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالمِ آخرت کی بات کر۔

۲؎ از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اِس سے مراد ذاتِ حق ہے مُرغان۔ یعنی اولیاء اللہ...... بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی نفوسِ قدسیہ۔ نردبانہا۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ عنان۔ فضا جو نظر آتی ہے۔ روش یعنی سلوک۔

۳؎ ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قربِ الٰہی اِسقدر وسیع ہے کہ اُسمیں طرح طرح کے معارف اُگ رہے ہیں۔

بر درختاں شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے ملک و زہے عرصہ فراخ
درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ
بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف کہتی ہیں، — کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کن رجوع — سُوئے آں رُوباہ و شیر و سقم و جوع
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ روباہ آں خر را پیشِ شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بود کہ تعجیل کردی و عذر گفتنِ شیر و لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مرج بُرد — تا کُند شیرش بحملہ خُرد مُرد
لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر حملے سے اُس کو خورد بُرد کر دے

دور بود از شیر و آں شیر از نبرد — تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی کرد از بلندی شیرِ ہول — خود نبودش قوّت و امکانِ حول
ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود، قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تا بزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت
گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا
لومڑی نے شیر سے کہا "اے ہمارے بادشاہ! — تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تا بہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تا بہ اندک حملۂ غالب شوی
تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہو جاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لطفِ رحمان ست صبر و احتساب
عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

لہ بر درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ بُلبلاں۔ یعنی سچے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالمِ غیب کا بیان ختم ہونے والا ہے۔

سہ بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا، شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

سہ گنبدی کردن چھلانگ بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکر شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا

ضُعفِ تو ظاہر شُد و آبِ تو ریخت[1]
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے

خود بُدم زیں ضُعفِ خود نادان و کور
اپنی اِس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُود
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی

نے کہ در من ضُعفِ دست و پا بُود
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی

صبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ

باز آوردن مر او را می سزد
اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منّتِ بسیار دارم از تو من
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے

جہد کُن باشد بیاریش بفن
کوشش کر شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر خدا[2] روزی کُند آں خر مرا
اگر اللہ تعالیٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا

بعد ازاں بس صیدہا بخشم ترا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا

بر دلِ اُو از عمی مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شود ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا

از خریِ اُو نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من اُو را بر متاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا

تا بباد ش ندہی از تعجیل باز
تا کہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کرے

گفت آرے تجربہ کردم کہ من
اس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں

سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام
جب تک گدھا، بالکل میرے پاس نہ آجائیگا

من نہ جُنبم خفتہ باشم بر قوام
میں حرکت نہ کرونگا سوتا رہونگا طریقے کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے شہنشاہ

تا بپوشد عقلِ اُو را غفلتے
تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

[1] آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منت۔ تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

[2] گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[3] پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک۔ لیکن اگر اِس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اِس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدے کے مطابق سوتا رہونگا۔ ہمتے۔ باطنی توجہ۔

توبہا کردست خر با کردگار — کہ نگردم غرّۂ ہر نابکار ۵۱
گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی — کہیں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست — فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست
گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے — اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہایش را بفن برہم زنیم — ما عدوّے عقل و عہدِ روشنیم
ہم مکر سے اس کی توبہ کو توڑ دیں گے — ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گلّہ خرگوئے فرزندانِ ماست — فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست
گدھوں کا گلّہ ہماری اولاد کی گیند ہے — اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زُحل — پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل
وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو — عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عُطارد و از زُحل دانا شُد اُو — ما ز دادِ کردگارِ لطفِ خو
وہ عُطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے — ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَان خمِ طغرائے ماست ۵۲ — عِلْمُ عِنْدَ اللہ مقصدہائے ماست
"عَلَّمَ الْاِنْسَان" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے — اللہ کا علم، ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم — رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم
ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں — اسی لئے ہم رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو باایں ہمہ — بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے — سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُوکہ توبہ بشکند آں سست خُو — در رسد شومیِ اشکستن دراو
ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے — (توبہ) توڑنے کی بدبختی اس میں اثر کرے

در بیانِ آنکہ نقضِ عہد و توبہ موجبِ بلا بُود بلکہ موجبِ مسخ است چنانکہ در حقِ اصحاب سبت و اصحاب مائدہ عیسیٰ ۵۳

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قومیں تو عہد شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنا دی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

---

۵۱ نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ مکر۔ کبادہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توبہایش۔ لومڑی نے کہا ہم اس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گلّۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زُحل۔ زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عُطارد۔ عوام کی عقول عُطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

۵۲ عَلَّمَ الْاِنْسَان۔ ان اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللہ آپ کہ دیجئے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ خداوند قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا بجز ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔

۵۳ در بیان۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد

علیہ السّلام کہ وَجَعَلَ مِنهُمُ القِرَدَۃَ وَالخَنَازِیرَ وَاندریں

بارے میں ہے اور کردیا اُن میں سے بندر اور سُوّر اور اِس اُمّت میں

اُمّت مسخِ دل باشد نعوذُ باللہِ مِنْ ذٰلِکَ وروزِ قیامت

دل مسخ ہوگا ہم اِس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند

دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[۱] میثاق وشکستِ توبہا — مُوجبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبہ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[۲] اُمّت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذُو الفِطَن

اِس اُمّت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خوار آں گلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہنر بودے دلش را ز اختیار — خوار کے بُودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صورتش

اصحابِ الکہف، کے کتّے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اسکو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[۳] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سِر صد ہزاراں دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُوّر اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ براں خرِ گریختہ تا بازش بفریبد

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

۱ نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اِس عہد کو توڑا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کرکے بندر اور سُوّر بنا یا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

۲ اندریں۔ اُمّتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دلِ بوزینہ۔ جب انسان کا دل، بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف کے کتّے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

۳ مسخِ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہِ سِر۔ باطنی طور پر لاکھوں ممسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سُوّر بنے ہوئے ہیں۔

پس بیامد زود روبہ سوئے خر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی

گفت خر از چوں تو یارے الحذر
گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم با تو من
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مردا چہ کردم من ترا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ بہ پیشِ اژدھا بردی مرا
کہ تو مجھے اژدہے کے سامنے لے گئی

موجبِ کینِ تو با جانم چہ بود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟

غیر خبثِ جوہرِ تو اے عنود
اے سرکش سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے

نا رسیدہ از وے او را آفتے
بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اسکو اس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوِ جانِ ما ست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے

نا رسیدہ زحمتش از ما و کاست
ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے

از ہلاکِ آدمی در خرمی ست
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی او نگسلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے

خود طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ اپنی بری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ خبثِ ذاتِ او بے موجبے
کیونکہ اس کی ذاتی خباثت، بغیر کسی سبب کے

ہست سوئے ظلم و عدواں جاذبے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خرگہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے

کہ در اندازد ترا اندر چہے
کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آبست و عیوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں

تا در اندازت بحوضت سرنگوں
تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے

آدمی را با ہزاراں کر و فر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے

اندر افگند آں لعیں در شور و شر
اس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے

آدمی را با ہمہ وحی و نذیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو

اندر افگند آں لعیں بر دشتِ بیر
وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا

۱؎ پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اس نے اس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی کو کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

۲؎ موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

۳؎ زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوشی کی جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے۔ کر و فر۔ لاکھ دلا کر تباہ کر دیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیگناہے[1] بیگزندِ سابقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے

کے رسید اُو را ز آدم ناحقے
کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید اُو را ز مردم زشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچی ہے؟

کُو دمادم آرد از غم پُشتیے
کہ وہ ہر وقت غم کے پُشتے لگا رہا ہے

گفت رُوبہ آں طلسمِ سحر بُود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا

کہ ترا در چشم چوں شیرے نمُود
جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں

کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گر نہ زاں گونہ طلسمے ساختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا

ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہاں بینوا چوں پیل و ارج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے،

بے طلسمے کے بماند سبز مرج
بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من ترا خود خواستم گفتن بدرس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی

کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت از یادِ علم آموزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی

کہ بُدم مستغرقِ دل سوزیت
کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا

می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی

کاں خیالے می نماید نیست جسم
کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموش آنکہ گویم مر ترا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں

حلِ آں مشکل مہیبِ دلرُبا
اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جوابِ گفتن خر روباہ را
گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں ز پیشم اے عدو
اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو

تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اے بدصورت! تاکہ میں تیرا مُنھ نہ دیکھوں

[1] بیگناہے۔ بگناہ ہے۔ انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقت شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آنے لگے، وہ عملیاتی تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دی جاتی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گرنہ۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے۔ یک جہاں۔ بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ ارج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بُدم۔ چونکہ میں تیرے غم میں تھی اس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوعِ کلب۔ جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ دوا یعنی غذا کا۔ کاں۔ میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چل جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خدائے کہ ترا بدبخت کرد — روئے زشتت را وقیح وسخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے — تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

باکدامیں روئے می آئی بمن — ایں چنیں سغری[1] ندارد کرگدن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے — ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہو

رفتۂ در خون و جانم آشکار — کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی — کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں

تا بدیدم روئے عزرائیل را — باز آوردی فن وتسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا — تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگ خرانم یا خرم — جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم ہوں یا گدھا ہوں — میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اسکو میں کب پسند کرتا ہوں

آنچہ من دیدم ز ہولے بے اماں — طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے — (اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] و جاں از نہیب آں شکوہ — سر نگوں خود را در افگندم ز کوہ
اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر — میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در اندم از نہیب — چوں بدیدم آں عذاب بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے — جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کائے ذو المنن — بر گشا زیں بستگی تو پائے من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے! — اس قید سے میرے پاؤں کھول دے

تا ننوشم وسوسۂ کس بعد ازیں — عہد کردم نذر کردم اے معیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا — اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مانی

حق[3] کشادہ کرد آندم پائے من — زاں دعا و زاری و ہیہائے من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھول دیئے — میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیر نر — چوں بُدے در زیر پنجۂ شیر خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آپڑا تھا — گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیر عریں — سوئے من از مکر اے بئس القریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے — مکر سے میری جانب اے برے ساتھی!

---

[1] سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرایا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھول دے تو میں پھر کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا۔

[3] حق کشادہ۔ اس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی جس۔ القریں۔ برا ساتھی۔

حقِّ ذاتِ پاکِ اللہُ الصَّمَد — کہ بُوَد بہ مارِ بد از یارِ بد[1]

اللہ پاک بے نیاز کی قسم — کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم — یارِ بد آرد سُوئے نارِ جحیم

اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے — بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قرینِ بیقول و گفت و گوئے اُو — خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے اُو

ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر — دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند بر تو سایہ را — دُزد داں بے مایہ از تو مایہ را

جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے — وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست — یارِ بد اُو را زمرّد داں کہ ہست

تیری عقل اگر مست اژدہا ہے — بُرے دوست کو اُس کا زمرّد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد — طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد

اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑینگی — اُس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دیگا

در جہاں[2] نبُوَد بتر از یارِ بد — ویں مرا عینُ الیقیں گشتست خود

دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے — یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جوابِ گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را دُرد نیست — لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست

لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے — لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل — ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل

اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے — ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ[3] زشتِ خود منگر بمن — بر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظن

اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ — دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظنِ نیکو بر بر اِخوانِ صَفا — گرچہ آید ظاہراً از ایشاں جفا

مخلصوں پر نیک گمان کر — اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شُد پدید — صد ہزاراں یار را از ہم بُرید

جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں — لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

[1] گر بُوَد۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنّم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ اُو۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چُرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

[2] در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عینُ الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

[3] از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہیئے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ ایں خیال۔ بدگمانی سے بہت سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے کو کرد جور و امتحاں[1]
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو

عقل باید کہ نباشد بدگماں
عقل کو چاہیئے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبوَم زشتِ قسیم
خصوصاً میں بُری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں

آنکہ دیدی بد نہ بُد بُود آں طلسم
جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

وَر بُدے بد آں سگالش قدرا
اگر (بالفرض) والتقدیر وہ خیال بُرا تھا

عفو فرمایند از یاراں خطا
(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالمِ وہم و خیال و طمع و بیم[2]
وہم اور خیال اور حرص اور خوف کی دنیا

ہست رہرو را یکے سدِّ عظیم
سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند
اِس نقش بنانے والے خیال کے نقوش

چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شُد گزند
(حضرت ابراہیم خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے) نقصان دہ

گفت ہٰذا ربّی ابراہیمِ راد
عقلمند (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا رب ہے

چونکہ اندر عالمِ وہم اُوفتاد
چونکہ وہ وہم کے عالَم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی

آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت
اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وہم و خیالِ چشم بند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والا خیال نے

آنچناں گُہ را ز جائے خویش کند
ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تاکہ ہٰذا ربّی آمد قالِ اُو[3]
یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا

خر ِبط و خر را چہ باشد حالِ اُو
احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟

غرق گشتہ عقلہائے چوں جبال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں

در بحارِ وہم و گردابِ خیال
وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت تر ز گہ را وہم بیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو

کر چہ فرمود ست گفتن اے امیں
کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح
اِس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں

کو امانے جز کہ در کشتیِ نوحؑ
نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

[4] حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ نجات پا جائیگا۔
اور ایک حدیث میں اہل بیت کی بجائے لفظ سنت ہے۔

[1] مُشفقے۔ دوست آزمائش کیلئے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا۔ ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض التقدیر کے معنی کئے ہیں۔ بعض نسخوں میں مقدرا ہے تو اس کا تعلق دوسرے مصرعے سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ بُرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

[2] عالمِ۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربّی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد اسی کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک ان کا یہ قول قوم کو ان کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرعے میں تاویل سے صحیفوں کی تفسیر مُراد ہے۔

[3] تاکہ۔ حضرت ابراہیمؑ جو کہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو اپنا خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہیگا۔ خربط۔ احمق۔ عقلِ ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا۔ کشتیِ نوحؑ یعنی مرشد

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اِس خیال کی وجہ سے
گشت ہفتاد و دو[1] ملت اہلِ دیں
دیندار . بہتّر[2] فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رَست از وہم و خیال
صاحبِ یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے
موی ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نورِ عمرؓ نبود سند
جس کا سہارا عمرؓ کا نور نہ ہو
موی ابروئے کجے راہش زند
ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ با ہول و سہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے
تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعون چُستِ فیلسوف
کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی
ماہِ اُو در برجِ وہمی دَر خسوف
اُس کا چاند وہم کے بُرج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُوسپی[2] زن کیست آں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت، کون ہے؟
وانکہ داند نیستش بر خود گماں
اور جو جانتا ہے اُس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں تُرا وہمِ تو دارد خیرہ سَر
جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے
از چہ گردی گردِ وہم آں دِگر
تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں
چہ نشینی پُر منی تو پیشِ مَن
تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از من[3] و ما ہر کہ ایں دَر میزَند
جو خودی اور انانیت کیساتھ اِس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہو
عاشقِ خویش ست بَر لا می تنَد
وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جوئیم بجاں
میں (دل و) جان سے بےخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈ رہا ہوں
تا شوم من گوئیِ آں خوش صولجاں
تاکہ میں اُس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ مَنہا خود اوست
جو بےخود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے
یارِ جملہ شُد چو خود را نیست دوست
وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شُد یابد بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا
زانکہ شُد حاکیِ جملہ نقشہا
کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اُس میں اپنی خودی نہیں ہے اُس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اُس دل کی قدر و قیمت ہے اُس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

۱ ہفتاد و دو۔ امت کے بہتّر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بنیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتّر ۷۲ فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا بقیہ اکہتر فرقے جہنمی ہونگے۔ مردِ ایقاں پہلے ایک قصہ گزرا ہے جسمیں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال ٹیڑھا ہوا تھا اور وہ اُن کی آنکھ کے سامنے آ گیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جس کی تفہیم حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ ٹیڑھا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمترین۔ دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

۲ روسپی زن۔ یعنی وہ عورت جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے۔ چون۔ انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

۳ از من۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اس کو مقامِ فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اس کی اطاعت ضروری ہو

حکایتِ[1] شیخ محمد سر رزی غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سر رزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی — بد محمد نام و کنیت سر رزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ — نام محمد اور کنیت سر رزی تھی

بود افطارش سر رز ہر شبے — ہفت سال او دائم اندر مطلبے
ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی — سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود — لیک مقصودش جمالِ شاہ بود
موجودات کے شاہ کے انھوں نے بہت عجائب دیکھے — لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سر کہ رفت آں از خویش سیر[2] — گفت بنما یا فتادم من بزیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے — عرض کیا دکھا دے، ورنہ میں نیچے کود دوں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت — ور فرو افتی نمیری نکشمت
فرمایا اس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے — اگر تم نیچے گرو گے، نہ مرو گے میں تمہیں ماروں گا

او فرو افگند خود را از وداد — در میانِ عمقِ آبے او فتاد
اُنھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا — ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمرد از نکس آنجاں سیر مرد — از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد
جب اندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی — اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[3] حیات او را چو مرگے مینمود — کار پیشش باژگونہ گشتہ بود
کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی — معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد او گدے — اِنَّ فِی مَوْتِیْ حَیَاتِیْ میزدے
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے — بےشک میری موت میں میری زندگی ہے کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ — با ہلاکِ جانِ خود یکدل شدہ
موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے — اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ او — نرگس و نسریں عدوِّ جانِ او
(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُن کا ریحان تھا — نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

[1] حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اس کے مناسب محمد سر رزی غزنوی رح کا ذکر کیا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سر رزی۔ سر رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اسی سے افطار کرتے تھے اسلئے اُن کا لقب سر رزی پڑ گیا تھا۔ غزنوی غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین بھی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود۔ اللہ تعالٰے۔ جمال یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

[2] خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہو گا۔ در میان۔ وہ پہاڑ سے کودے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

[3] کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا۔ یکدل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

(۱۸)

بانگ آمد روز صحرا سوئے شہر — **بانگِ طرفہ از ورائے سِرّ و جہر**

آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جا ؛ عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مو بمو — **چہ کنم در شہر از خدمت بگو**

عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے! شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہرِ ذُلِّ نفس — **خویشتن سازی تو چوں عباسِ دِبس**

فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کیلئے تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے

مدتے از اغنیا زر می ستاں — **پس بدرویشانِ مسکیں می رساں**

ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمت اینست تا یکچند گاہ — **گفت سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ**

ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے عرض کیا، اے جان پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا — **بُد میانِ زاہد و ربُّ الوریٰ**

بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شد — **در مقالات آں ہمہ مذکور شد**

کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے مقالات میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را — **تا نہ نوشد ہر خسے اسرار را**

لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سُنے

آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہرِ غزنین و زنبیل گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ بر فقراء

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں ز عزِّ لبیک ست — **نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست**

جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے (اُس کیلئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

ـــــــــــ

۱؎ بانگ۔ چونکہ خدا نے انکو اس مرتبہ پر پہنچا نا تھا جس میں دیدار جمال ہو تو غیبی آواز نے ان کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جاکر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنا لو۔۔۔ عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رُلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا جامع الحکایات میں اس کے قصے ذکر ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس ودس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

۲؎ گفت۔ ان بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ زمین۔ ان بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سرزری کے قصے ذکر ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

۳؎ زنبیل گردانیدن۔ مجھے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ مولویہ فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو جب حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کرایا ہے اور اس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شعر الہٰی نامہ کا ہے۔

رُو۱ بشہر آورد آں فرماں پذیر
شہرِ غزنیں گشت از رُویش مُنیر

اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا
غزنی شہر اُن کے چہرے سے منوّر ہوگیا

از فرح خلقے باستقبال رفت
اُو درآمد از رہِ دُزدیدہ تفت

مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی
وہ جلدی چور راستہ سے اندر آگئے

جملہ اعیان و مِہاں برخاستند
قصرہا از بہرِ اُو آراستند

سب بڑے اور سردار کھڑے ہوگئے
اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت۲ من از خود نمائی نامدم
جُز بخواری و گدائی نامدم

اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں
ذلّت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزمِ قال و قیلِ من
دربدر گردم بکف زنبیلِ من

میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں
میں ہاتھوں میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ امرست از خدا
کہ گدا باشم گدا باشم گدا

میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے
میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر ناورم
جُز طریقِ خس گدایاں نسپرم

میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا
کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مذلّت من تمام
تا سقطہا بشنوم از خاص و عام

تاکہ میں پوری طرح ذلّت میں ڈوب جاؤں
تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سنوں

امرِ۳ حق جانست من آں را تبع
اُو طمع فرمود ذَلَّ مَن قَنَع

خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں
اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے
اس کے بعد قناعت کے سر پر دُھول

اُو مذلّت خواست کے عزت تنم
اُو گدائی خواست مجھے میری کنم

اُس نے ذلّت چاہی میں کب عزت کے درپے ہونگا!
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں گدیہ و مذلّت جانِ من
بیست عباس اندرونِ انبانِ من

اس کے بعد بھیک اور ذلّت میری جان ہے
میری جھولی میں بیس عباس ہیں

شیخ برگشت و زنبیلے بدست
شئی للہ خواجہ توفیقیت ہست

شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں
اے خواجہ ہو اگر، تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے دے

۱ رُو بشہر۔ اس غیبی اشارے کے بعد محمود سرزمینِ غزنی میں پہنچے لوگوں نے انکے استقبال کے لئے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہوگئے اور اپنے لئے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

۲ گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد اُنھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خودنمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول، زنگلائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سنوں۔

۳ امرِ حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلّت ہے اور ذلّت میں عزت ہے۔ اور ذلّت جب خدا کسی سے ذلّت کا طالب ہو تو طالبِ خدا عزت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیست۔ یعنی میں فی عباس جس بھی بیس گنا بھکاری بنوں گا شیئاً للہ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

بر تر از کرسی و عرش اسرارِ او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

شَیْئًا لِلّٰہِ شَیْئًا لِلّٰہِ کارِ او
"کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے" اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے

خلق مفلس گدیہ ایشاں میکنند
مخلوق مفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللّٰہَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ میزنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں

باژگوں بر اُنْصُرُوا اللّٰہَ می تنند
اُلٹا "اللہ کی مدد کرو" پر عمل کرتے ہیں

در بدر ایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں گدائی کہ بجد میکرد او
وہ بھکاری بن جو وہ کوشش سے کرتے تھے

بہرِ یزداں بود نے بہرِ گلو
خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے

آں گلو از نورِ حق دارد غلو
وہ حلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

در حقِ او خوردنِ نان و شہد و شیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

بہ ز چلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
سینکڑوں فقیروں کے چلّہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نور مینوشد بگو ناں می خورد
نور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے

لالہ میکارد بصورت می چرد
لالہ بو رہے ہیں بظاہر چر رہے ہیں

چوں شرارے کو خورد روغن ز شمع
جیساکہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے

نور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
اُس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

ناں خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کیلئے فرمایا اسراف نہ کرو

نور خوردن را نگفتست اِکْتَفُوا
نور کھانے کے لئے "بس کرو" نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بود ویں گلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق

فارغ از اسراف و ایمن از غلو
اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امر و فرماں بود نے حرص و طمع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع

آنچناں جاں حرص را نبود تبع
ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

---

۱ برتر۔ شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری ہونا اختیار کر لیا۔ انبیاء۔ انبیاء کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنی کے مفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ در بدر۔ شیخ در بدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

۲ آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور بنتا تھا اور اُن کے لئے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صومِ وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

۳ چوں۔ بزرگ کے لئے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لئے باعثِ افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ ناں خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لئے قرآن کا حکم ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُنکو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اس کے لئے ابتلا کا سبب ہے۔ اُس شیخ کا کھانا پینا امرِ خداوندی ہے حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

گر[1] بگوید کیمیا مس را بدہ — تو مرا خود را طمع نبود فرہ
(اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے) — (تو اپنے آپ کو مجھے (دے تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہوگا)

آں گدائی کہ بجد میکرد او — بود از آثار حکمتہائے ہو
(وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے) — (وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا)

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق — عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
(زمین کے خزانے ساتوں طبقہ تک) — (اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے)

شیخ گفتا خالقا من عاشقم — ور بجویم غیر تو من فاسقم
(شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں) — (اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں)

ہشت جنت گر در آرم در نظر — ور کنم خدمت من از خوف سقر
(اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں) — (اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں)

مومنے باشم سلامت جوئے من — زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
(میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا) — (کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں)

عاشقے[2] کز عشق یزداں خورد قوت — صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
(وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھائی) — (اس کے آگے سینکڑوں بدن شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں)

ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن — چیز دیگر گشت کم خوانش بدن
(وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں) — (وہ دوسری چیز بن گیا اس کو بدن نہ کہو)

عاشق عشق خدا وانگاہ مزد — جبرئیل مؤتمن آنگاہ دزد
(عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری) — (امانتدار جبرئیلؑ اور پھر چور)

عاشق[3] آں لیلی کور و کبود — ملک عالم پیش او یک ترہ بود
(اندھی، نیلی لیلیٰ کا عاشق) — (دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی)

پیش او یکساں شدہ بد خاک و زر — زر چہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
(اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا) — (سونا کیا ہوتا ہے اس کو جان کا خطرہ نہ تھا)

شیر و گرگ و دد ازو واقف شدہ — ہمچو خویشاں گرد او گرد آمدہ
(شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا) — (اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے)

سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا۔ نہ اس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

ل۱ گر بگوید۔ اگر کیمیا تانبے کو کہے تو اس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہائے۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

ل۲ عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھائی اس کے لئے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت و دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور نہ اس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

ل۳ عاشق۔ عاشق خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک

کاین شُدست از خوئے حیواں پاک پاک　پُر زِ عشق و لحم و شحمش زہر ناک

کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہوگیا ہے　عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہر دو باشد شکر ریزِ خرد　زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد

عقل کا شکر کا بکھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے　کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دد　عشق معروفست پیشِ نیک و بد

درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا　ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

ور خورد فی المثل دام و ددش　لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش

بالفرض اگر اس کو جانور اور درندہ کھالے　عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اسکو ہلاک کردے

ہر چہ جز عشقِ ست شد ماکولِ عشق　دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق

جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے　عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں

دانہ مر مرغ را ہرگز خورد　کاہداں مر اسپ را ہرگز چرد

دانہ مُرغ کو کبھی کھاتا ہے!　آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کُن تا شوی عاشق لعل　بندگی کسب ست آید در عمل

عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے　عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد زجد　عاشق آزادی نخواہد تا ابد

بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے　عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و ادرار جوست　خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اوست

بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے　عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در نگنجد عشق در گفت و شنید　عشق دریائیست قعرش ناپدید

عشق کہنے اور سُننے میں نہیں سماتا　عشق وہ دریا ہے، جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد　ہفت دریا پیشِ آں بحر ست خرد

سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا　اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں　باز رو در قصۂ شیخِ زماں

اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے　شیخ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

ل کاتیں۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہوگئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہوگئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہوگیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا بکھاور ہے اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر بکھاور کی جاتی تھی۔ لحم عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہوجاتا ہے اگر درندہ اُس کو کھالے تو مرجاتا ہے۔ ہرچہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اُس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرندکو نہیں کھاتا پرندہ دانہ کو کھاتا ہے۔

ل کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطاء خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادتگزار آزادی چاہتا ہے عاشق گرفتاری چاہتا ہے عبادت گذار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

ل در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابل بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہو دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اگلے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں قوّنس کی باتیں کس طرح بیان ہوسکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سرزری۔

شد چنیں[1] شیخے گدائے کو بکو ‖ عشق آمد لا اُبالی اِتّقُوا
ایسے شیخ، گلی گلی کے بھکاری بن گئے ‖ عشق، لاپروا ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ ‖ عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق، سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے ‖ عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف ‖ عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے ‖ عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[2] بود عشقِ پاک جُفت ‖ بہرِ عشق اُو را خدا لولاک گفت
پاک عشق محمد کا ساتھی تھا ‖ عشق کی وجہ سے خدا نے اُن کے بارے میں لولاک فرمایا

مُنتہی در عشق چوں اُو بود فرد ‖ پس مرا اُو را ز انبیاء تخصیص کرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے ‖ تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را ‖ کے وجودے دادمے افلاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے ‖ تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟

مَن بداں افراشتم چرخِ سَنی ‖ تا عُلوِ عشق را فہمی کُنی
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا ‖ تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائی دگر آید ز چرخ ‖ آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں ‖ وہ انڈے کی طرح تابع ہیں یہ مرغی کے بچے کی طرح ہو

خاک[3] را مَن خار کردم یکسری ‖ تا ز ذُلِّ عاشقاں بوئی بری
میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنا دیا ‖ تاکہ آپ عاشقوں کی ذلّت کا پتہ لگا لیں

خاک را دادیم سبزی و نَوی ‖ تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی ‖ تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ راسیات ‖ وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں ‖ عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست وِیں نقش اے پسر ‖ تا بفہمِ تو کُند نزدیک تر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنیٰ ہیں اور یہ صورت ہے ‖ تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

---

[1] شد چنیں۔ اِس قدر بزرگ شیخ اور عشق اُس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لاابالی جو چاہے کراتا ہے اُس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے اُنکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ تمہیں۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔۔۔ منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے جو اصل ہے۔

[3] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلّت کو اس سے سمجھو۔ خاک، زمین خشک ہوتی ہے پھر اُس میں سبزہ زار اُگ جاتا ہے اِس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ با تو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لئے ہے۔ گرچہ۔ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اُس کی صفات کی اِن چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لئے ہے۔

غصہ[1] را با خار تشبیہے کنند | آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں | وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خواندند | نامناسب بُد مثالے راندند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں | مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصور در نیاید عینِ آں | عیب بر تصویر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہٖ تصور میں نہ آئے | اس مثال پر عیب لگا اس کا انکار نہ کر

رفتنِ[2] شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار زنبیل باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر اُورا بداں وقاحت و عذر گفتنِ اُو امیر را

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور امیر کا ان پر اس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرت چوں فقیر | بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ | بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیئ للہ زناں | خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اللہ کیلئے کا نعرہ لگاتے تھے | جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر | عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں | جو مکمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح | گو میت چیزے مَنہ نامم شحیح
جب امیر نے اُنکو دیکھا اُس نے کہا، اے بے شرم | میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جست و جوئے | تا کے و تا چند بار زرقِ دو توئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ | کب تک اور کتنی دوگنے زرق کرے گا؟

ایں چہ سغری و چہ رُوئیست و چہ کار | کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے؟ | کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو | مَن ندیدم زر گدا مانندِ تو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟ | میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

[1] غصہ۔ انسان کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اُس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے اگر مشبّہ سے مشبّہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہیئے

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیئاً للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

[3] نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح بے شرم۔ شحیح۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔۔۔ اے خس۔ اس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کیلئے بار بار اس قدر تگ و دو کیوں ہے۔۔۔ سغری۔ سخت رُوئی، بے حیائی بندِ تو یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ زر گدا۔ بُرا بھکاری۔

حُرمت و آبِ گدایاں بُردہ
تُونے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کردی

ایں چہ عبّاسیِ[1] زشت آوردہ
یہ کیا بُری عبّاسیت تونے اختیار کی

غاشیہ بر دوشِ تو عبّاس دبس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے

ہیچ مُلحد را مبادا ایں نفسِ نحس
یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش
انہوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں، چُپ رہ

ز آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے، اس قدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا

اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال

در بیاباں خوردہ اَم من برگِ رز
میں نے جنگل میں انگور کے پتّے کھائے ہیں

تا زِ برگِ[2] خشک و تازہ خوردنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتّے کھانے سے

سبز گشتہ بُود ایں رنگِ تنم
میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہوگیا

تا تو باشی در حجابِ بُوالبشر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے

سرسری در عاشقاں کمتر نگر
عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ موشگافِ فتنند
ذہین لوگ جنہوں نے موشگافیاں کی ہیں

علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
انہوں نے علمِ ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا

علمِ نیرنجات[3] و سحر و فلسفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم

گرچہ نشناسند حق المعرفہ
اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر انہوں نے کوشش کی

بر گذشتند از ہمہ اَقرانِ خود
اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زیشاں در کشید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا ہوا

شد چنیں خورشید زیشاں ناپدید
ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہوگیا

نورِ چشمے کہ بروز استارہ دید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا

آفتابے چوں ازو رُو در کشید
ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا!

زیں گذر کُن پندِ من بپذیر ہیں
اس کو چھوڑ! ہاں میری نصیحت مان لے

عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

---

[1] عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اسلئے عباسی کے معنی بھکاری پن ہوگئے۔ غاشیہ گھوڑے کی زین کا نمدہ۔ غاشیہ بر دوش یعنی خادم۔ تھیو بڑی۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا میں بیشک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں۔ ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتّوں پر گزارہ کیا ہے

[2] تا زبرگ۔ یعنی سبز پتّے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہوگیا یا بدن میں خوشحالی ہوگئی۔ بُوالبشر۔ حضرت آدمؑ یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ جو بال کی کھال نکالتے ہیں انہوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کئے لیکن انکو عشق کا علم حاصل نہ ہوسکا۔

[3] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ لوگ یہ غیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے بالیک بیں تھے لیکن انکو عشق نظر نہ آیا۔ ریق۔ یعنی علامت۔

وقتِ[۱] نازک گشتہ و جاں در رصد — با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود

وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے — اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا

فہم کن موقوف آں گفتن مباش — سینہائے عاشقاں الم خراش

سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ — عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بردہ تو زیں نشاط — حزم را مگذار و میکن احتیاط

نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے — پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب[۲] ست و جائز ست و مستحیل — ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل

فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے — اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کرے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدقِ اُو و ایثار

شیخ کی نصیحت اور ان کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت

کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ

اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا

و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم

قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں

تصرف کردن کہ بے امرِ غیب نتانم

کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[۳] بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — اشک غلطاں بر رخِ اُو جائے جائے

یہ فرمایا، اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے — جگہ جگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے

صدقِ اُو ہم بر ضمیرِ میر زد — عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد

اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا — عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند — چہ عجب گر بر دلِ دانا زند

عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے — کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰ بر عصا و کوہ زد — بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد

(حضرت) موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا — بلکہ ہیبتناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمالِ ماہ زد — بلکہ بر خورشیدِ رخشاں راہ زد

حضرت احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا — بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

---

۱ وقتِ نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری پن مجھ سے عشقِ الٰہی سے آگیا ہے۔ تو نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیئے۔

۲ واجب۔ حزم، احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل، ناممکن یعنی حرام۔ دخیل یعنی دوست۔ مخزن، خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔

۳ ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدقِ اُو۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اژدہا بنی کوہِ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ دریائے نیل نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

رُو برُو آوردہ ہر دو مورِ نفیر[1]
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے

گشتہ گریاں، ہم امیر و ہم فقیر
امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند
جب بہت دیر تک رو لیے

گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند
امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

ہر چہ خواہی از خزانہ برگزیں
جو چاہو خزانے سے لے لو

گرچہ استحقاق داری صد چنیں
اگرچہ ایسے سَو گنے کے مستحق ہو

خانہ آنِ تست ہر چیت میل ہست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے

برگزیں خود ہر دو عالم اندکست
خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری ندادندم چنیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے

کہ بدستِ خویش چیزے برگزیں
کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا

کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول
کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں بہانہ[2] کرد و مُہرہ در رَبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے

مانع آں بُد کاں عطا صادق نبود
مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُرخلوص نہ تھی

گرچہ صادق بُود بے غل بُود و خشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصّہ کے تھا

شیخ را ہر صدق می ناید بچشم
(لیکن)، ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں داد ست آنکہ
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے

کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانہ ازاں درخواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی

ورنہ از اموال بے پروائیم
ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اِشارت آمدن از غیب بشیخ کہ ایں دو سال بفرمانِ

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق اِن دو سال میں تم

ما بستدی و بدادی[3] بعد ازیں بدہ و مستاں دست در
نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں بوریئے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیرِ میکُن کہ آنرا چوں انبانِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

[1] رُو برُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا سامنے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سَو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہر حال میرا خزانہ حاضر ہے انہیں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کیلئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

[2] ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اسلئے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مُہرہ در رَبود یعنی وہ شطرنج کی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اسلئے کہ اُس میں غیر اللہ کی بو تھی۔ ما گدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں۔

[3] و بدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے لیا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرما دیا تھا وہ انہیں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا آنے حضرت

کردیم درحقِ تو ہرچہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں راکہ
تیلے کی طرح کر دیا ہے، تم جو چاہو گے لے لو گے تاکہ دنیا والوں کو یقین آجائے کہ ہیں

ورائے ایں عالمِ عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور

مردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر درو آید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اُس میں آجائے تو زندہ ہو جائے نحسِ اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

درو آید ایمان شود و زہر درو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اِس عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
داخل ہے نہ اِس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جُدا

نہ منفصل بیچوں و بیچگونہ — ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزۂ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسی کہ ہاتھ کی دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو سال[2] ایں کار کرد آں مردِ کار — بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُن کارگزار نے دو سال تک یہ کام کیا — اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ — ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
اِس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ — ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

ہر کہ خواہد از تو از یک تا ہزار — دست در زیرِ حصیرے کُن برآر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے — بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مر بدہ — در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانے سے دے — تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

[1] عالمے ست۔ عالمِ اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سببِ عادی کے ہو جاتا ہے اور اُس کا ظہور اِس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اُسی عالم سے ہے اور اِس عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر۔ زحل ستارہ، اِس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ، اِس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[2] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سرزری کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اُس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ زیں۔ دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[3] ہر کہ۔ اللہ تعالےٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریئے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لو گے تو سونا بن جائیگی۔

ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں — دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں

جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر — تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے ما نہ تخسیر[۱] و نہ کم — نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم

ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی — اس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند — از برائے رُوئے پوشِ چشمِ بد

اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر — بُری نظر سے پردے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مُشت — دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت

پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھر لے — کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ — ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ

اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے — جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو باش — ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش

جا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن — اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وام داراں[۲] را ز عہدہ وا رہاں — ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں

قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا — دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بود یک سالِ دگر کارش ہمیں — کہ بدادے زر ز کیسہ ربِ دیں

ایک سال اور اس کا یہی کام رہا — دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش — حاتم طائی گدائے در صفش

کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی — حاتم طائی اُن بھیک مانگنے والوں کی صف میں تھا

دانستنِ[۳] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وام وامداراں

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور مانگے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار

بے گفتنِ ایشاں و گفتن کہ نشانِ ایں باشد کہ اُخْرُجْ

کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری

بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ

صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر — اُو بدادے و بدانستے ضمیر

اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا — وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

۱ تخسیر: ٹوٹا۔ دست بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظر بد سے بچانے کے لئے ہے۔ ناممنون، جو منقطع نہ ہو۔ مکنون، چھپا ہوا۔ رو، اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو صفت عطایا کرتا ہے۔

۲ وام داراں، مقروضوں کا قرض ادا کر۔ چنانچہ ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریئے کے نیچے سے نکال کر خود تقسیم کر دیتے رہتے تھے۔ حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

۳ دانستن: شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسب ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالٰی کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ خاجت خود، سائل اپنی حاجت بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
اُن کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی

از فقیر و وام دار و محبّسے[1]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پشت خم
وہ ڈھری کمر والا جو دل میں رکھتا

قدرِ آں دادے بدو نے بیش و کم
اُس کی بقدر اُس کو دیدیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ اُو
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں

ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے

خالی از کد یہ مثالِ جنّت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنّت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے

جز خیالِ وصلِ اُو دیّار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من روفتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے

خانہ ام پُر ست از عشقِ احد
میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہر چہ[2] بینم اندرو غیرِ خدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں

آں من نبود بود عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر در آبے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی

جز ز عکسِ نخلہ بیروں نبود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار ببینی صورتے
پانی کی تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے

عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک

تنقیہ شرط ست در جوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا[3] نماند تیرگی و خس درو
تا کہ اس میں کدورت اور گھاس پھونس نہ رہے

تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ امین بن جائے (اور) چہرے کا عکس دکھا دے

جز گلابہ در تنت کو اے مُقِل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟

آب صافی کُن ز گِل اے خصمِ دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرنے

تو برآئی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

---

[1] مُحبّس۔ مصدر بمعنی مفعول قرار دے کر ہم نے قید کا ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتندے۔ لوگوں نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنّت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے، ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

[2] ہر چہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اس کی سب ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تا نماند۔ جب اُس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو برآئی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

سببِ دانستنِ ضمیر ہائے خَلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں دلِ آں آب زینہا خالیست[1] ... عکسِ رُوہا از برُوں در آب جَست
جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے ... تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مُصفّا کُن درونِ خویش را ... تا بدانی سرِ ہر درویش را
تو اپنے باطن کو صاف کرے ... تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفّا ناشُدہ ... خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدہ
تیرا باطن مُصفّیٰ نہیں ہوا ... بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے خرے زاستیزہ ماندہ در خری[2] ... کے ز ارواحِ مسیحا بو بری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا ... حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہوگا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند ... کز کدامیں مکمنے سر بر کُند
اگر کوئی خیال نمودار ہوا، تو کب پہچانے گا ... کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟

چوں خیالے میشود در زہد تن ... تا خیالات از درونہ روفتن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے ... باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کژ برون از اندروں ... تا نگرداند تُرا زاہلِ برُوں
باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے ... تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدنِ مکرِ روباہ بر استعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آجانا

خر بسے کوشید و اُورا دفع گفت ... لیک جوعُ الکلب با خر بود جُفت
گدھے نے بہت کوشش کی اور اُسکی مدافعت کی ... لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب آمد[3] حرص و صبرش شد ضعیف ... پس گلوہا کہ بُرد عشقِ رغیف
حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہوگیا ... روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسولے کش حقائق داد دست ... کاد فقر ان یکون کفر آمدست
اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے ... "فقر قریب ہے کہ کفر بنجائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر ... گفت اگر مکر ست یکرہ مُردہ گیر
وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا ... سوچا اگر مکر ہے، ایکدم سے مُردہ سمجھ لے

[1] چوں۔ جب آپ دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا۔ تا بدانی۔ جب تو اُس کو مُصفّیٰ کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے۔ جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خریت سے نہیں نکلے گا۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ چوں۔ جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ ز اہلِ برُوں۔ یعنی اہلِ برُوں۔ استعصام۔ بچاؤ۔ جوع الکلب یعنی جوع البقر۔

[3] غالب۔ گدھے کی حرص صبر پر غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کاد حدیث شریف ہے کاد الفقر ان یکون کفرا "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا سکتا ہے۔ مجاعت۔ بھوک۔ گفت۔ گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے۔

زیں عذابِ جوُع بارے وارہم — گر حیات این ست من مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا — اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خرِ اوّل توبہ و سوگند خورد — عاقبت ہم از خری خبطے بکرد[1]

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی — انجام کار گدھے پن سے، گڑبڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کند — مرگ را بر احمقاں آساں کند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے — احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں — کہ ندارند آب جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے — کیونکہ وہ اَبدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست — جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ اَبدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے — موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کن تا جاں مخلّد گرددت — تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان اَبدی بن جائے — تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبود — کہ برافشاند بروے از غیب جُود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا — جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بیروزی نداشت — گرچہ گہہ گہہ بر تنش جوعے گماشت

اُس کو اللہ کے فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا — اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

دربیانِ فضیلت جوُع و احتماء

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد[3] جوُع صد رنجِ دگر — از پئے ہیضہ برآرد از تو سر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سینکڑوں بیماریاں — ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جوُع اولیٰ بُود خود زاں عِلَل — ہم بلُطف و ہم بخفت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے — پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے (اعتبار سے بھی)

رنجِ جوُع از رنجہا پاکیزہ تر — خاصہ در جوُع ست صد نفع و ہنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے — خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جوُع خود سلطانِ داروہا ہیں — جوُع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے — بھوک کو جان میں جگہ دے، اُسکو ذلیل نہ سمجھ

[1] خبط۔ گڑبڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیتا ہے اور موت کو آسان کر دیتا ہے جس طرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کرتا ہے۔ جہد کن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[2] اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا جوع۔ بھوک۔ دربیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور اُخروی بھی بہت منافع ہیں مجوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جُملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست ۔۔۔ جملہ خوشہا بے مجاعتہا ردست

سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوشذائقہ ہوگئے ہیں ۔۔۔ تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ ۔۔۔ گفت سائل چوں بدین ستت شرہ

ایک شخص جَو کی روٹی کھا رہا تھا ۔۔۔ سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دوتا شود ۔۔۔ نانِ جو در پیشِ مَن حلوا شود

اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دُھری ہو جاتی ہے ۔۔۔ میرے لئے جَو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم ۔۔۔ چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم

تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں ۔۔۔ جب لامحالہ ضروری صبر کروں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں ۔۔۔ کایں علف زار یست ز اندازہ برُوں

بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے ۔۔۔ کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جوعِ مر خاصانِ حق را دادہ اند ۔۔۔ تا شوند از جوع شیر زورمند

بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے ۔۔۔ تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جوعِ ہر جِلف گدارا کے دہند ۔۔۔ چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند

بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟ ۔۔۔ چونکہ چارہ کم نہیں ہے اُس کے سامنے رکھ دیتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے ۔۔۔ تو نہ مرغِ آب مرغِ نانیے

کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے ۔۔۔ تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے

نبوَد اندر دلِ تو جز فکرِ ناں ۔۔۔ ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں

تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ۔۔۔ تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیستت ۔۔۔ جوعِ مُردن بہ بود زیں زیستت

اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ ۔۔۔ مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایتِ مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیرِ اُو واقف شد و اُورا نصیحت کرد بزبان و در ضمنِ نصیحت قوّتِ توکّل بخشیدش بامرِ حق عزّ و جلّ

اُس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہوگیا اور اُس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دَوران اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُس کو توکل کی قوّت بخش دی

لے جملہ۔ بھوک میں جَو کی روٹی بھی پلاؤ تورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ، بوزنِ مسخرہ، جو شرہ۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جَو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جَو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسّر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اُس میں انسان کچھ نہ کچھ کھاتا ہے۔ جوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصّہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔

ےلے ہر جلف۔ ہر کمینہ گداکو بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی اُس کے لئے عام خوراک مہیّا کر دی جاتی ہے اور اُس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرند ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹ کھا پی کر مرجاتا ہے اور اُس کی لاحاصل زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

سلے حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جارہے تھے جہاں قحط تھا مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ پر اُسکی دلی کیفیت۔۔۔ منکشف ہوئی اور شیخ نے اُس کو

شیخ میشُد با مُریدے بید رنگ
شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے
سُوئے شہرے ناں درانجا بود تنگ[1]
شہر کی جانب ، وہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جوع و قحط در فکرِ مُرید
مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا
ہر دمے میگشت از غفلت مزید
جو غفلت کی وجہ سے ، ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بُود و واقِف از ضمیر
شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے
گفت اُو را چند باشی در زحیر
اُنھوں نے اُس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصّۂ ناں سوختی
تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے
دیدۂ صبر و توکّل دوختی
تو نے صبر اور توکّل کی آنکھ بند کرلی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز
تو اُن پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے
کہ تُرا دارند بے جوز و مویز
کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقّی کے رکھیں

جُوع رزقِ جانِ خاصانِ خداست
بھوک ، خاصانِ خدا کا رزق ہے
کے زبونِ ہمچو تو گیج گداست
وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے!

باش فارغ تو از انہا نیستی
تو مطمئن رہ ، تو اُن میں سے نہیں ہے
کاندریں مطبخ تو بے ناں بایستی
کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] بر کاسہ ست ناں بر ناں مدام
ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے
از برائے ایں شکم خوارانِ عام
اِن عام پیٹوؤں کے لئے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش
جب مرتا ہے ، روٹی آگے آگے جاتی ہے
کز ہمِ بے نوائی کُشتہ خویش
کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر
تو چلا ، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے
اے بکُشتہ خویش را اندر زحیر
اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکّل کُن ملرزاں پا و دست
خبردار! توکّل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا
رزقِ تو بر تو ز تو عاشق ترست
تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند اُو مول مول
وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے ، ٹھہر ٹھہر
کہ ز بے صبریت داند اے فضول
کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر تُرا صبرے بُدے رزق آمدے
اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آجاتا
خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے
عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا

[1] تنگ ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی ۔ از غفلت ۔ یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے ۔ زحیر ۔ ہیچپش ، پیچ و تاب ۔ از برائے ۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے ۔ تو نۂ ۔ تو اُن خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جُوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے اسحار دنیاوی غذا میسّر آجائے گی ۔ گیج ۔ احمق ۔

[2] کاسہ ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے ۔ چوں بمیرد ۔ جب مرجاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کردی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے لے ۔

[3] ہیں ۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کرکے اُس کے پاس پہنچتا ہے ۔ عاشق ست ۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اُس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے ۔

این تپ و لرزہ ز خوفِ جوع چیست   در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟   توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرہ بزرگ را ہر روز پُر کُند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاؤ باشد تا بشب آں گاؤ ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح موٹا ہوجاتا ہے جب رات ہوجاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہوجاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہا ست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہوجاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آپکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں   اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے   اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ صحرا[3] را چرد او تا بشب   تا شود زفت و عظیم و مُنتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے   حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم   گردد او چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟   وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہوجاتا ہے

چوں برآید صبح گردد سبز دشت   تا میاں رُستہ قصیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہوجاتا ہے   سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اِس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ ہرا سبزہ زار ہر بیل اکیلا ہے دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اِس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاؤ با جوعُ البقر[1]
بیل جوعُ البقر کے ساتھ اُس میں گُھس جاتا ہے

تا بشب آں را چَرد اُو سر بسر
رات تک وہ اُس کو چَر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے

آں تنش از پیہ و قوت پُر شود
اُس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے، بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے

تا شود لاغر ز خوفِ منتجع
چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟

سالہا این ست کارِ آں بقر
اُس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نندیشد کہ چندیں سالِ مَن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں

میخورم زیں سبزہ زار و زیں چمن
اِس سبزہ زار اور اِس چمن کو چَر رہا ہوں

ہیچ روزے کم نیامد روزیم[2]
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے

چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
دیکھو! میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاؤ زفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل

میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفسِ آں گاؤ ست وآں دشت ایں جہاں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے

کو ہمی لاغر شود از خوفِ ناں
جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟

لوتِ فردا از کجا سازم طلب
کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد ز خور
تُو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا

ترکِ مستقبل کُن و ماضی نگر
آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوتِ[3] پوتِ خوردہ را ہم یاد آر
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر

منگر اندر غابر و کم باش زار
مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاؤ را یکسُوے نہ
اُس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ

زاں خر و زاں شیرِ نر پیغام دہ
اُس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اُس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

---

[1] جوعُ البقر۔ وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ زفت موٹا۔ فزع گھبراہٹ۔ منتجع چراگاہ۔ سالہا۔ ایک عرصۂ دراز تک اُس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دُبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گذر گئے اور مجھے بہر حال روزخوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیئے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھو کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آکر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا ہے تو وہ تیرے پہلے حملے کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آجاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ

تاکہ پانی پیئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھاگئی

خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و

تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل نہ جگر نہ پایا

جگر نیافت از روبہ بپرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست

لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے!

روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں بیاستے کہ

لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی ہے تھی

دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے

جس سے ہزار حیلے سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ[1]

اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر — پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر

لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اُس بہادر شیر نے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

تشنہ شد از کوششِ آں سُلطانِ دد — رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد

محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہوگیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

روبہک[2] خورد آں جگر بند و دلش — آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش

لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور — جُست در خر دل نہ دل بُد نے جگر

شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

گفت[3] روبہ را جگر کو دل چہ شد — کہ نباشد جانور را زیں دو بُد

لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — کے بدیں جا آمدے بارِ دگر

اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں ز کوہ افتادن و ہول و گریز

اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

---

[1] لَوْ كُنَّا ۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیامت۔ اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے گرا تھا۔

گر جگر بودے ورا یا دل بدے ۱ — بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے

اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا — دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل دل نیست آں — چوں نباشد روح جز گِل نیست آں

جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے — جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں — بول و قارورہ است قندیلش مخواں

وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا — اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست داد ذوالجلال — صنعتِ خلقت آں شیشہ و سفال

چراغ کا نور خدا کی عطا ہے — شیشہ اور دیوالا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجرم ۲ در ظرف باشد اعتداد — در لہب ہا نبود الا اتحاد

لامحالہ ظرف میں تعدد ہے — روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند — نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند

جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا — اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مشرک شدست — نور دید آں مومن و مدرک شدست

یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا — مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر روح افتد مر ورا — پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفےٰؐ

چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے — اِس لئے خلیلؑ اور مصطفیٰؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف افتد روح را — پس دو بیند شیثؑ او نوحؑ را

جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے — وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جو ۳ کہ آبش ہست جو خود آں بود — آدمی آنست کورا جاں بود

جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے — آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرد انند اینہا صورت اند — مُردۂ نانند و کشتۂ شہوت اند

یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں — روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت در میانِ بازار از سرِ حالتے کہ او را بود

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

۱ گر جگر بودے۔ اگر دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے۔ شیشہ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال یعنی مٹی کا چراغ۔

۲ لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا، مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لا نفرق بین احد من رسلہ ہم اُن کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔

۳ جو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں عوام انسان نہیں ہیں مورتیں ہیں اُن کو زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں یکے[1] با شمع بر میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا

گرد بازار و دلش پر عشق و سوز
بازار میں، اور اس کا دل عشق و سوزش سے پر تھا

بو الفضولے گفت او را کاے فلاں
ایک بیہودہ نے اس سے کہا کہ اے فلاں!

ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جویاں با چراغ
ہائیں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟

درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجویم بہر سو آدمے
اس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں

کہ بود حے از حیاتِ آں دمے
جو اس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جویائے انساں گشتہ ام
اس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں

می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے

مرد مانند آخر اے دانائے حر
اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دو رہ
اس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں

در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ
غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟

طالبِ مردے دوانم کو بکو
میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کو دریں دو حال مردے در جہاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟

تا فدائے او کنم امروز جاں
تا کہ آج میں اس پر جان قربان کر دوں

گفت[3] نادر چیز میجوئی ولیک
اس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن

غافل از حکمِ قضائی نیک نیک
تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے

فرع ما ئیم اصل احکامِ قدر
ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گمرہ کند
قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے

صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

چرخ - تقدیر خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

[1] آں یکے - ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا یعنی۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لئے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اس عاشقِ خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اس عاشقِ خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا۔ وقتِ خشم و شہوت اکثر آدمی اس کو نہ جانیے گا جو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ کو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اس پر جان قربان کر دوں۔

[3] گفت۔ اس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیر خداوندی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے

آب گرداند حدید و خارہ را
وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام
اے (وہ کہ) تو نے، قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے

خام خامی خام خامی خام خام
تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے

آبِ جو را ہم ببیں آخر بیا
آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے

در میانِ خاک بنگر باد را
گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے

اندر آتش ہم نظر می کن بہوش
ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوبؑ سے فرمایا

من بہر موئیت صبرے دادمت
میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکن چندیں نظر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر

صبر دیدی صبر دادن را نگر
تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟

سر بروں کن ہم ببیں میر آب را
سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن

دیدِ آں را بس علامتہاست نیک
اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے

حیرتت باید بدریا درنگر
تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سرگویاں بود
جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا

وآنکہ دریا دید او حیراں بود
جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے

وآنکہ دریا دید دل دریا کند
اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

---

[1] تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگِ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم طے کر آئے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چوں بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔

[2] دیگہائی۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے انکو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[3] گردش یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچتا تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور انکو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لاحاصل سعی کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اس کو محمود حیرانی حاصل ہوتی ہے۔

آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وآنکہ دریا۔ جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار ۱؎ — وآنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار

جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہوگیا

آنکہ کف را دید در گردش بود — وآنکہ دریا دید او بے غش بود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کند — وآنکہ دریا دید بردارش کند

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیگار لیتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست او ۲؎ — وآنکہ دریا دید باشد غرق ہو

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا مست بنجاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن — وآنکہ دریا دید شد بے ما و من

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہوجاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود — وآنکہ دریا دید آسودہ شود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہوجاتا ہے

دعوت کردن مسلمان مرمغے را باسلام وجواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مرمغے را گفت مردے کاے فلاں — ہیں مسلماں شو بباش از مومناں

ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں — خبردار! مسلمان ہوجا، مومنوں میں سے بنجا

گفت ۳؎ اگر خواہد خدا مومن شوم — ور فزاید فضل ہم موقن شوم

اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بنجاؤنگا — اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنجاؤنگا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو — تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو

اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے — تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پاجائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت — می کشندت سوئے کفران و کنشت

لیکن منحوس نفس اور بد شیطان — تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالبند — یارِ او باشم کہ باشد زورمند

اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں — میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

ہے۔ تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بت خانے کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

۱؎ آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بود یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بے غش بود۔ یعنی اس کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کند۔ وہ وہ مخلوق کو فنا کرکے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

۲؎ مست او۔ مخلوق میں مست ہوکر خدا سے غافل ہوجاتا ہے۔ غرق ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع
آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ مغ آتش پرست۔

۳؎ گفت۔ اس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤنگا۔ میخواہد مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

یار[1] آں تا نم بدن کو غالب ست　　اں طرف افتم کہ غالب جاذب ست

میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے　　میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدق زفت　　خواستش چہ سود چوں پیشش نرفت

جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے　　اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہش خود پیش برد　　واں عنایت قہر گشت و خرد و مرد

نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی　　وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی　　اندر و صد نقش خوش افراختی

تو نے ایک محل اور سرائے بنائی　　اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر　　دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر

تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے　　دوسرا آیا اُس نے اُس کو بت خانہ بنا لیا

یا[2] تو بافیدی یکے کرباس تا　　خوش بسازی بہر پوشیدن قبا

یا تو نے سوت بنا تاکہ　　پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد　　رغم تو کرباس را شلوار کرد

تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے　　تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارہ کرباس چہ بود جانِ من　　جز زبونِ رائے آں غالب شدن

اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟　　غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

او زبوں شد جرم ایں کرباس چیست　　آنکہ او مغلوبِ غالب نیست کیست

وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟　　جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ او بر وے براند　　خاربن در ملک و خانہ او نشاند

جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا　　اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ[3] خانہ بدیں خواری بود　　کایں چنیں بر وے خلافت میرود

گھر والا اِس ذلت میں ہو　　کہ اِس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم　　چونکہ یارِ ایں چنیں خوارے شوم

میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں　　جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں　　تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں

جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے　　تو "جو اللہ نے چاہا ہوا" مذاق ہے

[1] یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہوا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے۔ چوں خدا۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اُس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اُسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آکر اُس کو بت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

[2] یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اِس لئے بنا کر تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آکر اُسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اِس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُسکا بنانا چاہے بنجائے۔ چوں کسے جب کوئی شخص کسی پر غالب ہوتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

[3] صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

منؔ اگر ننگِ مُغاں یا کافرم — آں نیَم کہ بَر خدا ایں ظن بَرم

میں اگر آتش پرستوں (کے لئے) ننگ یا کافر ہوں — میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو ور غمِ اُو — گردد اندر مُلکتِ اُو حُکم جُو

اگر کوئی اُسکی خواہش کے بغیر اور اُسکی قوت کے ساتھ — اُس کی مِلک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُو را فرو گیرد چنیں — کہ نیارد دَم زدن دَم آفریں

اُس کی مملکت پر اِس طرح قبضہ جمالے — کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش — دیو ہَر دم غُصّہ می افزایدش

وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہیے — شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میبایدشُدن — چونکہ غالب اُوست در ہَر انجمن

اِس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے — جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تامبادا۲ کیں کشد شیطان زِ من — پس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن

تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے — تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شوَد — از کہ کارِ من دگر نیکو شوَد

جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے — پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مَثلِ شیطان بر درِ رحمٰن

رحمٰن کے دَر پر شیطان کی مثال

حاشَ لِلّٰہ ایش شاء اللّٰہ کاں — حاکم آمد در مکان ولامکاں

اللہ پاک ہے، جو اُس نے چاہا ہوا — وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در مُلکِ او بے امرِ اُو — در نیفزاید سَرِ یک تارِ مُو

کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُسکی مِلک میں — ایک بال برابر زیادتی نہیں کرسکتا ہے

مُلک۳ مُلکِ اُوست فرمان آنِ اُو — کمتریں سگ بَر درآں شیطانِ اُو

سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے — اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کُتّا ہے

تُرکماں را گر سگے باشد بدَر — بَر درش بنہادہ باشد رُوے وسَر

اگر ترکمان کے دروازے پر کُتّا ہو — اُس کے دروازے پر منھ اور سر رکھے ہوتا ہے

حفاظت کے لئے یہ عموماً کُتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کُتے نرشیر کی طرح حملہ کردیتے تھے۔

۱ منؔ اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گرکسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کرسکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا ہے۔ بندہ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

۲ تامبادا۔ اِس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے گی تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کرسکے گا۔ آنکہ جب شیطان کا منشاء پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کرسکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

۳ مُلک۔ دنیا اور آخرت اُس کا مُلک ہے شیطان اُس کے در کا معمولی کُتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارتگری اُس کا پیشہ تھا

کودکانِ خانہ دُمش میکشند — باشد اندر دستِ طفلاں خوارمند

گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں — وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ مُعبر کُند — حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند

پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے — نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ[1] اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد — با ولی گُل با عدُو چوں خار شُد

کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا — دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا بنا

زآب تتماجے کہ دادش ترکماں — آنچناں وافی شدست و پاسباں

چھچھڑے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا — ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند — اندرو صد فکرت و حیلت تند

تو شیطان کتّا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے — اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبروہا را غذائے اُو کُند — تا بُرد اُو آبروئے نیک و بد

آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے — تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑالے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوی عام — کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام

عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے — کہ شیطان کتّا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بر[2] درِ خرگاہِ قُدرت جانِ اُو — چوں نباشد حکم را قرباں بگو

اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر — حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید — چوں سگِ باسط ذراعے بالوَصِید

مُرید اور سرکش جماعت در جماعت — کُتّے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیّت چو سگ — ذرّہ ذرّہ امر جُو بر جستہ رگ

الوہیت کے غار کے دروازے پر کُتّے کی طرح — ذرّہ ذرّہ پھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

اے[3] سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا — چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا

اے شیطان کُتّے! امتحان کر کہ کب تک — اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن می نگر — تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر

حملہ کر، روک، دیکھ — کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

---

[1] کہ۔ اُنکے کُتّوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ زآب۔ ترکمان اُس کُتّے کو جو پتلا دلیا پلاتا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کُتّا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

[2] بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا.... گلہ گلہ۔ خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کُتّے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ، صحن۔ مرید۔ سرکش۔ بر در کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کُتّے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

[3] اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لئے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ ہنر شیطان

پس[1] اَعُوذ از بہر چہ باشد چو سگ — گشتہ باشد از تَرفُّع تیز تگ

تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کُتّا — بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اَعُوذ آنست اے تُرکِ خُطا — بانگ بر زن بر سگ و رہ بر کُشا

یہ اَعُوذ اِس لئے ہے کہ اے خُطا کے تُرک! — کُتّے کو دھکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو — حاجتے خواہم ز جُود و جاہِ تو

تاکہ میں تیرے خیمہ کے دَر پر آ جاؤں — تیری سخاوت اور رُتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز است — ایں اَعُوذ و ایں فغاں ناجائز است

جبکہ تُرک (بھی) کُتّے کے حملہ سے عاجز ہے — یہ اَعُوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اَعُوذ از سگ کہ مَن — ہم ز سگ دَر ماندہ ام اندر وطن

تُرک بھی کہے کہ میں کُتّے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں — بھی گھر میں کُتّے سے عاجز ہوں

تو[2] نمی یاری بدیں دَر آمدن — من نمی یارم ز دَر بیروں شُدن

تو اِس دروازے تک نہیں آ سکتا — میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سرِ تُرک و قُنُق — کہ یکے سگ ہر دو را بندد عُنُق

اب تُرک اور مہمان کے سَر پر خاک — کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش للہ تُرک بانگے بر زند — سگ چہ باشد شیرِ نر خوں قے کند

خدا پاک ہے، تُرک ایسی ڈانٹ پلائے گا — کتا کیا ہوتا ہے؛ نر شیر خون کی قے کر دے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندۂ — سالہا شُد با سگے دَر ماندۂ

اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے — سالوں گذر گئے تو کُتّے سے عاجز ہے

چوں[3] کُند ایں سگ برائے تو شکار — چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار

یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟ — جبکہ تو کُھلے بندوں کُتّے کا شکار بن گیا

جوابِ گفتنِ مومنِ سُنّی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنّی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

و دلیل گفتن کہ سُنّت راہے باشد کوفتۂ اقدامِ انبیاء علیہم السلام

اور دلیل بیان کرنا کہ سنّت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا اسلئے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجالانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب بنانا پڑتا ہے اور انکے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بدتر ہیں۔

[1] پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اس لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کُتّا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کُتّے کو راستے سے ہٹا دے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک خود کُتّے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کُتّے سے پناہ مانگتا ہے۔

[2] تو نمی۔ تُرک یہ کہے کہ کُتّے کے ڈر سے تو اندر نہیں آ سکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور جہان کے سر پر خاک ہو.... حاش للہ۔ تُرک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کُتّے سے ڈرے کُتّا تو درکنار اس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کر دے گا۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہو جائے یہ بُری بات ہے۔

[3] چوں کُند۔ جب مالک خود کُتّے سے ڈرے تو کُتّا اُس کے لئے کیا شکار کریگا۔ سُنّت۔ جبر و قدر کے مسائل میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اسکی ایک جانب جبر ہے اس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اسکو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق انہیں تاویل کرنی ہوگی اور پھر ان

وبر یمین آں راہ بیابانِ جبر ست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر و نہی را مُنکِر شود و تاویل کُند و از مُنکِر شُدنِ امر و نہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکارِ بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مُطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے

امر ست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگوییم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ اَلعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ و بر یسارِ آں راہ بیابانِ قدر ست
نکلتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوب قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اِس سے وہ

زاید کہ آں مُغ جبری بر شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گنا رہا تھا

گفت[1] مُومن بشنو اے جبری خطاب
مومن نے کہا اے جبری! بات سُن

آنِ خود گفتی بِک آوردم جواب
تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں

بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی

بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت بر خواندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی

نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
سُنّی کی کتاب بھی (پڑھ کر) تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبریانہ در قضا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کیا

سِرِّ آں بشنو زمن در ماجرا
معاملہ میں مجھ سے اِس کا راز سُن لے

اختیارے[2] ہست ما را بے گماں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے

حِس را منکر نتانی شُد عیاں
تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن

رہ رہا کردی براہ آکج مرو
تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آجا، ٹیڑھا نہ چل

[1] گفت: سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔

[2] اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے، مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[۱] را ہرگز نگوید کس بیا — از کلوخے کس کجا جوید وفا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا — ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں بپر — یا بیا اے کور خوش در من نگر
انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ — یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج — کے نہد بر کس حرج ربُّ الفرج
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے — کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی — یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا — یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[۲] چنیں واجستہا مجبور را — کس نگوید یا زند معذور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں — کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب — نیست جز مختار را اے پاک جیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب — اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم — من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے — میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست — تا ندید اُو یوسفے کف را نخست
تیرے اندر اختیار باقی ہے — جبتک اُسنے یوسفؑ کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بود — روش دید آنگہ پر و بالے کشود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا — اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[۳] بخفتہ اختیارش گشتہ گم — چوں شکنبہ دید جنبانید دُم
سوئے ہوئے کُتّے کا اختیار گم ہو گیا ہے — جب معدہ دیکھا اس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو — چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو
گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے — جب گوشت ہلتا ہے بلّی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار — ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار
دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا — اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اٹھاتا ہے

---

[۱] سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اُڑ۔ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اُس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

[۲] ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار وقدرت سے ہیں، غصہ غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں با اختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے۔ ساکن۔ جبتک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[۳] سگ بخفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلّی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجنبد اختیارت چون بلیس
توتیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان
شد دلالہ آردت پیغام ویس
دلاّل بنتا ہے تیرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد
جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا
اختیار خفتہ بگشاید نبرد
سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغم دیو
فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں
عرضہ دارد میکند در دل غریو
پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجنبد اختیارِ خیرِ تو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے
زانکہ پیش از عرضہ خفتہ است ایں دو خو
کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنیوالے بنے
بہرِ تحریکِ عروقِ اختیار
اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می[2] شود ز الہامہا و وسوسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بنجاتا ہے
اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ
تیرا خیر اور شر کا اختیار دس گردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت
زاں سلام آورد باید بر ملک
اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کز الہام و دعائے خوب تاں
کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے
اختیارِ ایں نمازم شد رواں
اس نماز کا (برا) اختیار ختم ہو گیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے
بر بلیس ایرا کہ ازوے منحنی
شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار
در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے
در حجابِ غیب آمد عرضہ دار
غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائیگا
تو ببینی روئے دلالانِ خویش
تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

وز سخن شاں واشناسی بے گزند
اور تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا
کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند
کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

اُن کے ذریعہ تو اُن کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

[1] پس بجنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلاّل کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کر کے دل میں خلجان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر والا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس۔ غرضیکہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے

[2] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطان کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔

[3] باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اس نے مجبوری اختیار کی ساتھی دو یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پردہ اُن کی باتیں تھیں

دیو گوید اے اسیرِ طبع و تن
شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!
عرضہ میکردم نہ کردم زورِ من
میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت
اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہدیا تھا
کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت
کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں
کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟
کہ ازاں سُو ہست رہ سُوئے جناں
کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما مُحبِّ جان و روح افزای تو
ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری رُوح کو بڑھانے والے ہیں
ساجدان و مخلصِ بابای تو
تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنیوالے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم
میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں
سُوئے مخدومی صلایت میزنم
مخدوم بننے کی جانب تجھے بُلاتا ہوں

آں گرہ بابات را بُودہ عدیٰ
وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا
در خطابِ اُسجُدوا کردہ ابا
اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں گرفتی واں ما انداختی
تونے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کردیا
حقِ خدمت ہائے ما نشناختی
تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں ما را و ایشاں را عیاں
اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے
در نگر بشناس از لحن و بیاں
دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست
جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے
چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست
جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے

ور دو کس در شب خبر آرد ترا [3]
اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں
روز از گفتن شناسی ہر دو را
دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید
رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی
صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید
تونے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند
دن نکلا، پھر جب وہ بولے
پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند
تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

[1] دیو - وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا مگر فرشتہ فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں - فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنیوالے ہیں۔ ایں زمانت - فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گرہ - فرشتے نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

[2] آں - فرشتہ کہہ دے گا کہ تونے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں - پہلے تونے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی، اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب - اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

[3] ور دو کس - رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں اُنکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سُنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

مُخلص[۱] اینکہ دیو و روحِ عرضہ دار / ہر دو ہستند از تتمۂ اختیار

خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے / دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اِختیارے ہست در ما ناپدید / چوں دو مطلب دید آید در مزید

ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے / جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اُوستاداں کودکاں را میزنند / آں ادب سنگِ سیہ را کے کُنند

استاد بچوں کو پیٹتے ہیں / یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا / ور نیائی من دہم بد را سزا

تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا / اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقل مر کلوخے را زند / ہیچ با سنگے عتابے کس کند

عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے / کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رُسواتر ست / زانکہ جبری حسِّ خود را منکرست

عقلاً، جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے / کیونکہ جبری اپنے حِس کا منکر ہے

مُنکرِ حس نیست آں مردِ قدر[۲] / فعلِ حق حِسّی نباشد اے پسر

قدری انسان حِس کا منکر نہیں ہے / اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حِس میں نہیں آتا

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل / ہست در انکار مدلولِ دلیل

خداوندِ جلیل کے فعل کا منکر / دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے

آں بگوید دُود ہست و نار نے / نورِ شمعے بے ز شمع روشنے

وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے / شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے

وِیں[۳] ہمیں بیند معیّن نار را / نیست میگوید پئے انکار را

اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے / انکار کے لئے، نہیں ہے، کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست / جامہ اش دوزد بگوید تار نیست

اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے / اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسط آمد ایں دعوئ جبر / لاجرم بدتر بود زیں رُوز گبر

یہ جبر کا دعوے سوفسطائیت ہے / اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔

پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

---

[۱] مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں با اختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں طاقت آجاتی ہے۔ اُوستاداں۔ استاد بچہ کو مختار سمجھ کر عملی پڑھاتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اسکو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اسکو حکم دیتا ہے نہ اسکو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ در خرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[۲] مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے بہرکیف قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[۳] ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے

گبر گوید ہست عالم نیست رب ۔ یاربے گوید کہ نبود مستجب

دہریہ کہتا ہے، عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے ۔ یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ ۔ ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ

یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے ۔ سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملۂ عالم مُقر در اختیار ۔ امر و نہی ایں بیار و آں میار

اختیار کا سارا جہاں مُقر ہے ۔ حکم دینا اور منع کرنا یہ لاؤ اور وہ نہ لا

او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست ۔ اختیارے نیست ایں جملہ خطاست

وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے ۔ کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مُقر است اے رفیق ۔ لیک ادراکِ دلیل آمد دقیق

اے دوست! حس کا حیوان مُقر ہے ۔ لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست ما را اختیار ۔ خوب می آید برو تکلیفِ کار

کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے ۔ اسی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و

باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق

پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے

کند و خُرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مُشک از سرگیں و درشت

اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس

کو نرم سے، سرد کو گرم کو اور جلانے والے کو گنگنے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس حنت در پس مُنکر وجدانی منکر حس باشد و زیادہ

کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حس ظاہر تر ست زیرا کہ حس را تواں بستن و

اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات

اور روکا جاسکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

ےا گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے جملۂ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

ےا او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حس۔ حیوانات تک حس کے قابل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

ےا لیک۔ قدری جو بندہ کو مختارِ مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حسی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

راممکن نیست والعاقلُ تکفیہِ الاشارۃُ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درکِ[1] وجدانی بجائے حِس بُود
باطنی احساس حِس کی جگہ ہے
ہر دو دریک جدول اے عم میرود
اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کُن یا مکُن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر
امر و نہی و ماجراہا در سخن
حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا
ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی
اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اٹھائی
زاختیارِ خویش گشتی مُہتدی
اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے
امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید
سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کُند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے
با کلوخ و سنگ خشم و کیں کُند
ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا
چوں نکر دید اے موات و عاجزاں
اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کُند بر چوب و سنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟
مردِ جنگی کے زند بر نقشِ چنگ
چنگ بجانیوالا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دستِ اشکستہ پا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!
نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کُند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا
امر و نہیِ جاہلانہ چوں کُند
جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[1] درک۔ علم وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور اس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے زمانے کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقے سے زیادہ احمق ہے۔ جدول۔ گول۔ یعنی کہ۔ انسان کا یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں جس قدر امر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے ان کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ ان کو کسی کام سے منع کرتا ہے۔

[3] عقل۔ جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے ان کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا امکان نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔ کاے۔ جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ خالقے۔ اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

اِحتمالِ عجز از حق راندی
تونے اللہ (تعالےٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہو اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بد تر بود
جہالت ، عجز سے بدتر ہے

ترک میگوید قنق را از کرم
مہربانی سے تُرک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آ سُوی درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کُتّے اور گدڑی کے آجا

وز فلاں سُو اندر آ ہیں با ادب
خبردار! فلانے دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا

تا سگم بندد ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کُتّا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکسِ آں کنی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی
لامحالہ کُتّے کے زخم سے خستہ ہوجاتا ہے

آنچناں رُو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گردد حلیم و مہر مند
تاکہ اُس کا کُتّا بُردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کُتّا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشورد از بُنِ ہر خرگہے
ہر خیمہ میں سے کُتّا بھڑک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہو

خشم چوں می آیدت بر جرم دار
تو تجھے مجرم پر غصّہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے

بر تو اُفتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کردے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصّہ آتا ہے؟

ہیچ اندر کینِ اُو باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح تُرک کے خیمہ میں آئے گا تو کتّا اُس کو نہ کاٹے گا۔ توسگے۔ انسان غلط روی اختیار کرکے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر خطاوار پر غصّہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصّہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصّہ نہیں آتا ہے۔

لہ احتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیتِ خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑیگی یعنی انسان کو مجبور قرار دیکر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اِس سے بھی بدتر ہے۔

لہ۲ تُرک۔ مولانا نے تُرک اور کُتّے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالےٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتادیئے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہوجاتی ہے اِس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کُتّا ہے اور وہ انکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں

لہ۳ آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا

که چرا بر من زد و دستم شکست — یا چرا بر من فتاد و کرد پست

کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟ — یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

اُو عدو و خصمِ جانِ من بُدست — قاصداً در بندِ خونِ من شُدست

وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی — قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکان[1] خُرد را چون میزنی — چوں بزرگاں را منزّہ میکنی

تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟ — جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دُزدد مالِ تو گوئی بگیر — دست و پایش را ببر سازش اسیر

جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑو — اُسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اُسکو قید کرے

وانکہ قصدِ عورتِ تو می کُند — صد ہزاراں خشم از تو میدمد

جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے — (اُس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[2] سیل و رختِ تو بُرد — ہیچ با سیل آورد کینے خرد

اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان بہا لے جائے — کوئی عقل سیلاب سے کینہ دری کرتی ہے

وَر بیاید باد و دستارت رَبود — کے تُرا با باد دل خشمے نمُود

اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اڑا) لیجائے — تیرا دل، ہوا پر کب غصہ کرتا ہے

خشم در تو شُد بیانِ اختیار — تا نگوئی جبریانہ اعتذار

تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا — تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے

گر شتربان[3] اُشترے را میزند — آں شتر قصدِ زنندہ میکند

اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے — تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اُشتر نیست باآں چوبِ اُو — پس ز مختاری شتر بُرد ست بُو

اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے — تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگایا ہے

ہمچنیں سگ گر برو سنگے زنی — بر تو آرد حملہ گردد منثنی

اسی طرح کُتا اگر تو اُس کے پتھر مارے — تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را اگر گیرد از خشمِ تو است — کہ تو دوری و ندارد بر تو دست

وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کیوجہ سے — کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار — ایں مگو اے عقلِ انساں شرم دار

حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا — اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

---

۱ کودکاں۔ جبری انسان بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے منزہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑوا تا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بد نظر ڈالتا ہے تو اُس کو غصہ آتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اُس بد نظر کو مختار سمجھتا ہے۔

۲ گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اِس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اِس کی دلیل ہے کہ وہ اُس کو مختار سمجھتا ہے۔

۳ گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اُس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کُتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کُتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اِس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

روشن ست ایں لیک از طمعِ سحور　　آں خورندہ چشم می بندد ز نور

یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں　　وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلی میلِ اوناں خوردنیست　　رو بتاریکی کند کہ روز نیست

چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے　　اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کند　　چہ عجب گر پشت بر برہاں کند

لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے　　کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کرے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں　　اختیارِ خویش را در امتحاں

یہ مثل سن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن　　امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایتِ دزد کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بود و

حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کر جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور

جوابِ شحنہ و ہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ

کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کر

تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیار ست و سلب کنندہ اختیار نیست

تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانیوالے ہیں اور اختیار کو سلب کرنیوالے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ　　آنچہ کردم بود آں حکمِ اِلٰہ

ایک چور نے کوتوال سے کہا اے حاکم!　　جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم　　حکمِ حق ست اے دو چشم روشنم

کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں　　اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دکانے گر کسے ترّبے برد　　کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد

کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے　　کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ　　حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ

دو تین گھونسے اس کے سر پر مار کر اے نالائق!　　خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چو ایں عذر اے فضول　　می نیاید پیشِ بقالے قبول

اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر　　سبزی فروش کے لئے قابل قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کنی　　گردِ مار و اژدہائے میتنی

تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے　　سانپ اور اژدہے کے گرد چکر لگاتا ہے

---

۱ روشن - جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑے۔ حرص - انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

۲ حکایت - اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ - کوتوال - تقدیر - تقدیر خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ - یعنی کوتوال۔ حکم آلہ - یعنی تقدیر خداوندی۔ روشنم - یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب - مولی۔

۳ بر سرش - اس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ رکھ دے۔ ترہ - ترکاری۔ در یکے - جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس پر بھروسہ کر کے گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال - سبزی فروش۔ مار - یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

ازچنیں عذرائے سلیم[1] نانبیل — خون ومال وزن ہمیکردی سبیل

اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے — تونے جان اور مال اور بیوی کو قربان کردیا

ہر کسے پس سبلتِ تو برکند — عذر آرد خویش را مضطر کند

پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا — عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عذر می شاید تُرا — پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا

اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے — تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست — دستِ من بستہ زبیم وہیبت ست

کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں — خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کُن عذر را تعلیم دہ — برکشا از دست وپائے من گرہ

تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے — مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردہ تو پیشۂ — کاختیارے دارم واندیشۂ

تونے ایک پیشہ اختیار کیا ہے — (اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدہ آں پیشہ را — ازمیانِ پیشہا اے کدخدا

ورنہ تونے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟ — اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس وہوا — بیست مردہ اختیار آید تُرا

جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے — تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آجاتا ہے

چوں برد یک حبہ از تو یار سود — اختیارِ جنگ در جانت کشود

جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھالیجاتا ہے — تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکر ونعم — اختیارت نیست از سنگے توکم

جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے — تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں — کاندریں سوزش مرا معذور بیں

تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے — کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت — وزکفِ جلاد ایں دورت نداشت

اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا — اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیئے۔

---

[1] سلیم۔ احمق۔ نانبیل۔ کمینہ۔ خون۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جاسکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرکے بری ہوسکتا ہے۔ حکمِ حق یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکمِ حق کہہ کر عذر کیا جاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کرسک رہا ہوں۔

[2] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہوجائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ۔ جبری انسان خواہش نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اس میں آجاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کردیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[3] چوں بیاید جس وقت خدا کی اطاعت وعبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ دوزخت۔ جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی یہی کہے گا کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کس حق۔ جبری

پس بدیں داور جہاں منظوم شد | حالِ آں عالم ہمت معلوم شد
تو اِس مُنصف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا | اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و در بیانِ آنکہ عذرِ جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و موجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس[1] بداں کہ گفت رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ وَالْقَلِيْلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيْرِ

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اِس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی مِلّت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اِس قول کی وجہ سے کہ "خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت | می فشاند او میوہ را دُزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا | چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دنی | از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے! | خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[2] از باغِ خدا بندہ خدا | گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ | اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اُسکو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی | بُخل بر خوانِ خداوندِ غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے | بے نیاز خدا کے دستر خوان پر بخل (کر رہا ہے)

گفت[3] اے ایبک بیاور آں رسن | تا بگویم من جوابِ بوالحسن
اُس نے کہا اے غلام! رُسی لے آ | تاکہ میں (اِس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آندم بر درخت | میزد او بر پشت و ساقش چوبِ سخت
پھر اُسوقت اُس نے اُسکو درخت سے کس کر باندھ دیا | اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار | می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر | تو اِس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے

[1] ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ دُزدانہ چوروں کی طرح۔ دَنی۔ کمینہ۔

[2] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دستر خوان پر بخل کرتا ہے۔

[3] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رُسی لے آ، میں اِس کا جواب اِس کو دے دوں گا اور رُسی سے اُس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چُرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا ایں بندہ اش
اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ
میزند بر پُشتِ دیگر بندہ خوش
دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پُشت و پہلو آنِ اُو
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا
من غلامِ آلت و فرمانِ اُو
میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار
اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی
اختیار ست اختیار ست اختیار
اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد
تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا
اختیارش چوں سوارے زیر گرد
اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کُند
اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے
امر[2] شُد بر اختیارے مُستند
حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا
ہست ہر مخلوق را در اقتدار
قادر ہونے میں ہر مخلوق کو حاصل ہے

تا کَشد بے اختیارے صَید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیجاتا ہے
تا بَرد بگرفتہ گوشِ اُو زید را
حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صَمَد
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلے کے
اختیارش[3] را کمندِ او کُند
اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش زید را قیدش کُند
زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے
بے سگ و بے دام چوں صَیدش بُود
وہ بغیر کُتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں دروگر حاکمِ چوبے بُود
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے
واں مُصوّر حاکمِ خوبے بُود
مصوّر، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیّمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے
ہست بنّا ہم بر آلت حاکمے
معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار
عجب بات ہے کہ اِس قدر اختیار
ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنے والے ہیں

کسی حسین کی تصویر۔ جتّار۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اِس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں بھی اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اِس میں کیا بُرائی ہے۔ گفت۔ یہ وہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْن" یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار پر بغیر کسی آلے کے خود اُس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلے کے شکار کر لیتا ہے۔ دروگر۔ بڑھئی۔ خوبے۔ یعنی

قدرتِ[1] تو بر جمادات از نبرد — کے جمادی را از آنہا نفی کرد

خصوصیت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را ازاں

اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشاء ہے — تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[2] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشاء کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نپرد شد زنند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑے تو وہ عاجز ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول — صاحبِ گاو از چہ معذور ست و دول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں[3] نہ رنجوری سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند

جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اڑا

جہد کن کز جامِ حق یابی نوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار

تب اُس شراب کو پورا اختیار ہوگا — تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

---

[1] قدرت - جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے اسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔ خواستش - انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیتِ خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ - جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہو جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا۔

[2] زانکہ - اپنے ارادے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ امر عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاو - بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے نہ اڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاو - لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] چوں نہ - جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کن - ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تے۔ جب[4] وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

ہر چہ گوئی گفتہ مے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہوگا

ہر چہ روبی رُفتہ وے باشد آں
تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہوگا

کے کُند آں مست جز عدل و صواب
وہ مست انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟

کہ ز جامِ حق کشید ست او شراب
کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہو

جادواں فرعون را گفتند بیت
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا

مست را پروائے دست و پا نیست
مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست و پائے ما مئے آں واحد ست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب اجتماع ہو

دستِ ظاہر سایہ است و کاسد ست
ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر بر شد ز جامِ او مُدام
جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے

خانۂ دل را فرو گیرد تمام
دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیِ ماشاء اللہ کان یعنی خواستِ اوست و رضا
جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے او واز خشم و ردِّ دیگراں دل تنگ نباشید کان
اُسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رَدّ سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل
اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ
کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہو

قولِ بندہ ایش شاء اللہ کاں
بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا

بہرِ آں نبود کہ منبل شو دراں
اس لئے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِد
بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے

کاندراں خدمت فزوں شو مستعِد
کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد
اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے

کار کارِ تست بر حسبِ مُراد
کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

---

۵۱ کے کند، لیکن شراب معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادوان - فرعون کے جادوگر شراب معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست - جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شراب معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں - جب شراب معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

۵۲ معنی - جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیت خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ کان - ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی، مضارع کی بحث نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گزرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

۵۳ قول بندہ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش ما شئی و، جو چیز۔ منبل - کاہل۔ تحریض - برانگیختہ کرنا۔ خدمت - یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر بگوید

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد — کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شوَد

اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا — کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا

چوں بگویند ایش شاءَ اللہ کان — حکم حکمِ اُوست مُطلق جاودان

جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا — ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے

پسؔ چرا صد مردہ اندر وِردِ اُو — بر نگردی بندگانہ گِردِ اُو

تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اُسکے گھاٹ میں — غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر — خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر

اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے — پکڑ دھکڑ میں وہ مختار کا مالک ہے

گِردِ اُو گرداں شوی صد مردہ زُود — تا بریزد بر سرت احسان و جود

تو سو انسانوں کی طاقت سے اسکے گرد چکر کاٹے گا — تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو — ایں نباشد جُستجوی و نصرِ اُو

یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا — یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی

بازؔ گونہ زیں سخن کاہل شُدی — مُنعکسِ اِدراک و خاطر آمدی

تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا — تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اَمر اَمرِ آں فلاں خواجہ است ہیں — چیست یعنی با جُز اُو کم تر نشیں

خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے — کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گِردِ خواجہ گرد چوں اَمر آنِ اُوست — کو کُشد دشمن رہاند جانِ دوست

خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اسکی ملکیت ہے — کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑا دیگا

ہر چہ اُو خواہد ہماں یابی یقیں — یاوہ کم رَو خدمتِ اُو بر گزیں

جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا — بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کرلے

نےؔ چو حاکم اُوست گِردِ اُو مگرد — تا شوی نامہ سیاہ و رُوی زرد

نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ — تاکہ تو سیاہ اعمال نامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اُوست اُو را گیر و بس — غیر اُو را نیست حکم و دسترس

چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس — اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بُوَد تاویل کاں گرمت کُند — پُر اُمید و چُست و باشرمت کُند

وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے — تجھے پُر امید اور چُست اور باحیا بنا دے

لہ پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ وِرد۔ گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

لہ باز گونہ۔ جبری نے اِس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادات میں سُست پڑ گیا۔ امر امرِ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر اُس کا چکر کاٹ وہ تجھے دشمن سے بچائے گا جو وہ چاہیگا تجھے ملے گا۔

لہ نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔ حق بُوَد۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرم عمل بنائیں اگر وہ معنی سُست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کند سُستت حقیقت ایں بدا (۱) — ہست تبدیل و نہ تاویلست آں

اور اگر تجھے سُست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے — وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں (۱) برائے گرم کردن آمدست — تا بگیرد ناامیداں را دو دست

یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے — تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس — وز کسے کاتش زدست اندر ہوس

قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس — اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست — تاکہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ ست

جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو — حتّیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گُل بکُل — خواہ روغن بُوئے کُن خواہی تو گُل

جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے — (اب) تو خواہ تیل کو سُونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں — تا بتابد بر دلت آں راعیاں

اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اُسکا مصداق تلاش کرے — تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں (۲) قد جف القلم و کتب ان لا یستوی

اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلمِ (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

الطّاعۃ والمعصیۃ ولا یستوی الامانۃ والسرقۃ جف القلم ان لا

اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر

یستوی الشکر والکفران جف القلم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جف القلم — بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم

اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل — اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس (۳) قلم بنوشت کہ ہر کار را — لائقِ آں ہست تاثیر و جزا

قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی — تاثیر اور جزا اُس کے مناسب ہے

کژ روی جف القلم کژ آیدت — راستی آری سعادت زایدت

تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (دیکھ کر قلم خشک ہو گیا) — تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

(۱) ایں یعنی ما شاء اللہ کان، سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ معنی قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرنا چاہئے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیش قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ زو تجھے اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سُونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُن کی تلاش کر۔

(۲) وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جف القلم بما ہو کائن قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنّت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنّت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنّم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھدی بر ایں طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

(۳) پس قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اُسکی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا اور سچائی اختیار کرے گا تو اُس سے سعادت پیدا ہوگی قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے شراب پینے کا نتیجہ مستی ہے۔

ظلم آری مُدبری جَفَّ القلم
تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہو

عَدل آری بَرخوری جَفَّ القلم
تو انصاف کریگا پھل کھائیگا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہو

چوں بدزدد دست شد جَفَّ القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہو

خوردہ بادہ مست شُد جَفَّ القلم
شراب پی کر مست ہو گیا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے

تو[1] روا داری روا باشد کہ حق
تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

ہمچو معزول آید از حکمِ سبق
ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ ز دستِ من بروں رفتست کار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا

پیشِ من چندیں میا چندیں مزار
میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ[2] معنی آں بوَد جَفَّ القلم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے

نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم
میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے

فرق بنہادم ز بد ہم از بتر
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرہ گر در تو فزاید ادب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری

باشد از یارت بداند فضلِ رب
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرہ ترا افزوں دہد
اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا

ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رُونما ہوگا

پادشا[3] ہے کہ بہ پیشِ تختِ او
وہ بادشاہ کہ اُس کے تخت کے رُوبرو

فرقِ نبود از امین و ظلم جو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد ز بیمِ ردِّ او
وہ شخص جو اُس کے جواب سے لرز رہا ہو

وانکہ طعنہ میزند بر جدِّ او
اور وہ شخص جو اُس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اُسکے نزدیک دونوں یکساں ہوں

شاہ نبود خاکِ تیرہ بر سرش
وہ بادشاہ نہ ہوگا اُس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے

در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے

بیخبر ایشاں ز غدر و روشنی
وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

[1] تو روا داری۔ اگر جَفَّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اُس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

[2] بلکہ۔ جَفَّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اُس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہوگا۔

[3] بادشاہ ہے جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اُس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے گا۔ پیشِ۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

گفتِ غمّازے کہ بَد گوید تُرا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے
ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[1] شاہے کو سمیع ست و بصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
گفتِ غمّازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جُملہ غمّازاں ازو آیس شوند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں
سُوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں
کہ برو جَفَّ القلم کم کُن وفا
کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جَفَّ القلم کے آں بُود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں!
کہ جفاہا با وفا یکساں بُود
کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جَفَّ القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہو قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے
واں وفا را ہم وفا جَفَّ القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہو

عفو باشد لیک کُو فرِّ اُمید
معافی ہو گی لیکن امید کی وہ شان شوکت کہاں؟
کہ بُود بندہ ز تقویٰ رُو سپید
کہ بندہ پرہیز گاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دُزد را گر عفو باشد جاں بَرد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے
کے وزیر و خازنِ مخزن شود
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے[3] امین الدینِ ربّانی بیا
اے امین الدین، اللہ والے! آجا
کز امانت رُست ہر تاج و لوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہو

پورِ سُلطاں گر بَرُو خائن شود
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے
آں سرش از تن بداں بائن شود
اُس کی وجہ سے اُس کا سر تن سے جدا ہو جائے

ور غلامے ہندوے آرد وفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے
دولت اُورا میزند طالَ بقا
نصیبہ اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بردرے سگ باوفاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے
در دلِ سالار اُورا صد رضاست
آقا کے دل میں اُسکی جانب سینکڑوں رضا مندیاں ہیں

تو وہ گردن زدنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اُس کا نصیبہ اُسکو مبارکباد دیتا ہے غلام تو در کنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اُس کے لئے سینکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آکر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنیِ۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جَفَّ القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکاروں کو ملیں گے۔ دُزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُسکی جان بچ گئی لیکن اس کو وزیر اور خزانچی کا رُتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اے امین الدین۔ یعنی شیخ حُسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا موعو نا کے وزیر کا ایک وزیر۔ پور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد — گر بُوَد شیرے چہ پرورزش کند

اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتھنی چومتا ہے — اگر وہ شیر ہو تو اُس کو کس قدر کامیابی عنایت کریگا!

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند — صدقِ اُو بیخِ جفا را بر کَند

سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے — اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چوں فُضیلِ رہزنے کو راست باخت — زاں کہ دہ مُردہ بسُوئے تو بتاخت

جیسا کہ ڈاکو (حضرت فضیلؒ) جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی — کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وآنچناں[2] کہ ساحراں فرعون را — رُو سیہ کردند از صبر و وفا

اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا — مُنہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرم و قوَد — آں بصد سال عبادت کے شوَد

قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے — وہ سَو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ — کے چنیں صِدقے بدست آوردۂ

تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے — ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتِ[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عمیدِ خُراسانی را

اُس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قباہائے زربفت و کلاہ ہائے

بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکرھائی سے ڈھی

مُغرق وغیرہ آں پُرسید کہ اینہا کدام امیرانند و چہ

ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہانند گفتند اُو را کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ

ہیں؟ لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عمیدِ خُراسان اند رُو باسمان کرد کہ اے خداوند غلام

ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش

پَروردن از عمید بیاموز آنجا مُستوفی را عمید گویند

کرنا عمید سے سیکھ لے، وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہرے — چوں بدید اُو غلامِ مہترے

ایک منہ پھٹ نے ہرات میں — جب اس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

[1] زیں ۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اُس کا منہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اُس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اُس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اُس سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ چوں فضیلؒ۔ حضرت فضیل بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیا اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

[2] وآنچناں ۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام سَو سال عبادت سے بھی کم حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[3] حکایت ۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید۔ مستوفی خراسان ایک ملک ہے جس کا پایۂ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا۔ گستاخ۔ بے ادب

جامۂ اطلس کمر زریں رواں ۔۔۔ رُوئے کردے سُوئے قبلہ آسماں

اطلس کا لباس سونے کی پیٹی پہنے ہوئے، جا رہا ہے ۔۔۔ اُس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! ازیں خواجہ صاحب مِنَن ۔۔۔ چوں نیاموزی تو بندہ داشتن

کہ اے خدا! اِس احسانوں والے آقا سے ۔۔۔ تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا ۔۔۔ زیں رئیس و اختیار شہرِ ما

اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے ۔۔۔ ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا ۔۔۔ در زمستاں لرز لرزاں از ہوا

وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا ۔۔۔ جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

انبساطے کرد آں از خود بری ۔۔۔ جُراَتے بنمُود اُو از لمترے

اُس بے خود نے بے تکلفی برتی ۔۔۔ اور پھکڑپن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش بر ہزاراں موہبت ۔۔۔ کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت

ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا) ۔۔۔ کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کند ۔۔۔ تو مکُن چوں تو نداری آں سند

اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے ۔۔۔ تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر ۔۔۔ گر کسے تاجے دہد اُو داد سر

اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پیٹی سے بہتر ہے ۔۔۔ اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

تا یکے روزے کہ شاہ آں خواجہ را ۔۔۔ مُتّہم کرد و بہ بستش دست و پا

یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر ۔۔۔ تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

آں غلاماں را شکنجہ می نمُود ۔۔۔ کہ دفینہ خواجہ بنمائید زُود

اُن غلاموں کو سزا دی ۔۔۔ کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سرِ اُو با من بگوئید اے خساں ۔۔۔ ورنہ بُرّم از شما حلق و لساں

اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو ۔۔۔ ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد ۔۔۔ روز و شب اشکنجہ و افشار و درد

ایک مہینہ تک اُن کو ستایا ۔۔۔ دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام ۔۔۔ رازِ خواجہ وانگفت از اہتمام

انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ایک غلام نے (بھی) ۔۔۔ ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

۱۵ کمر زریں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ مِنَن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمتر۔ قوی، مراد اُس درویش کی حالت ہے۔

۲۵ اعتمادش۔ بعض مقربین بارگاہ، خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اِس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم۔ مصاحب۔ حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

۳۵ تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس درویش کو اُس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتفِ غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اِس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش[1] اندر خواب ہاتف کے کیا

غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!

بندہ بُودن ہم بیاموز و بیا

غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ[2] پوستینِ یوسفاں

اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!

گر بدرّد گرگت آں از خویش داں

اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے تو وہ اپنے سبب سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش

کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن

زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش

تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ[3] تُست ایں غُصہائے دمبدم

یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے

ایں بُود معنیِ قَد جَفَّ القلم

قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد[4] سُنتِ ما از رَشد

کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے

نیک[5] را نیکی بُود بد راست بد

نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے

کار کُن[6] ہیں کہ سلیماں زندہ است

کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے

تا تو دیوی تیغِ اُو بُرندہ است

جب تک تو دیو ہے اُس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن است

جب فرشتہ بن گیا تلوار سے محفوظ ہے

از سُلیماں فارغ و از خوفِ رَست

سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پاگیا ہے

از سُلیماں ہیچ اُو را خوف نیست

سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے

دشمنِ دیو است و از وے ایمن است

کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اُس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ[7] اُو بر دیو باشد نے مَلک

سزا کا حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر

رنج در خاک است نے فوقِ فلک

تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک[8] کُن ایں جبر را کہ بس تہیست

اس جبر کے عقیدے کو چھوڑ کیونکہ خالی (الحصول) ہے

تا بدانی سِرِّ سِرِّ جبر چیست

تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ منبلاں

کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے

تا خبر یابی ازاں جبرِ چو جاں

تاکہ تجھے اُس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی

معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر

اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی

اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

ہوگا کہ تجھے اختیارِ خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیارِ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ منبلاں، کاہل لوگ۔ چو جاں۔ جبرِ محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کُن۔ معشوقوں کا سا ناز ——— چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

[1] گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اُس درویش کو جواب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے توحید سے غلام پروری کیا سیکھے گا توحید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔

[2] اے دریدہ۔ انسان جیسا کریگا ویسا بھرے گا۔ زانکہ۔ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔

[3] فعلِ تُست۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے۔

[4] کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔

[5] نیک۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔

[6] کار کُن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفسِ امّارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآنِ پاک میں ہے إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن ہے۔

[7] حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

[8] ترک کُن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اُس کو چھوڑ کر خدا کا دیا اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم

اے۵۱ کہ در معنیٰ زِ شب خامُش تری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے

گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں

رفت در سودائے ایشاں عمرِ تو
اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ

چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بار سوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا

ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کن عشق و نظر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے

کاں بُوَد کالنقش فی جرم الحجر
کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو با تُست شاگردِ وفا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکرگزار ہے

غیر فانی شد کجا جوئی کجا
غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تا۵۲ کنی مر غیر را حبر و سنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بنا تا رہیگا

خویش را بد خو و خالی میکنی
اپنے آپ کو بد عادت اور خالی کرتا رہے گا

متّصل چوں شد دلت باآں عدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا

ہیں بگو مہراس از خالی شدن
ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں
قل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راستباز!

کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
کہیے، کم نہ ہو گا، یہ دریا ہے

انصتوا۵۳ یعنی کہ آبت را بلاغ
ہم تم خاموشی سے سنو یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں کے

ہیں تلف کم کن کہ لب خشک ست باغ
خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر
اے بابا! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ایں سخن را ترک کن پایاں نگر
اِس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

آسمہے یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امرِ قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي آپ کہہ دیجئے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اِس سے پہلے ختم ہو جائیگا کہ خدا کے کلمات ختم ہوں ——— ۵۳ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا "اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو۔ لاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن یعنی پچھے دار تقریروں کی بُرائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

---

۵۱ اے کہ۔ تو اپنی پچھے دار تقریروں پر نازاں ہے۔ جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی اِن تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو اُن کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے اِن پچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان پچھے دار تقریروں کے حاصل نہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ وا کرانا مٹی کے ڈھیلے پر بایک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

۵۲ تا کنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ سنی۔ بلند۔ متّصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مُریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اُنہیں سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ اُن کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے، اقامت اسی سے جنّات عدن یعنی اقامت کی جنّتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق

غیرتم آید کہ پیشت بیستند — بر تو می خندند عاشق نیستند

مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں — تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم — بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم

تیرے عاشق کرم کے پسِ پردہ — ان کو تو لمحہ بہ لمحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش — عاشقانِ پنج روزہ کم تراش

تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن — چند روزہ عاشق نہ بنا

کہ بخوردندت زخدعہ و جذبہ — سالہا زیشاں ندیدی حبّہ

دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا — سالوں تو نے انکی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام — گام خستی بر نیامد ہیچ کام

عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟ — تو نے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف — وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف

تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں — درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس — دستِ تو گیرد بجز فریاد رس

دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت کوئی شخص — تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار — چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار

تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ — ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است — کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست

پوستین تیرے درد کی حالت ہے — جو اس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سنّی را کہ باسلام و ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب را نبرد الا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے آں نماند و ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سنی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اس کو اسکی پرواہ نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کرتا ہے

۱ غیرتم۔ اے مجھے دور تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو ان عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

۲ کہ بخوردندت۔ ان چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے ان سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

۳ فریاد رس۔ اللہ تعالےٰ۔ درد۔ یعنی اس درد کے وقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پرانی پوستین کو پیشِ نظر رکھتا اور اس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستیں۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرے۔ کہ۔ جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافرِ جبری جواب آغاز کرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا،
کہ ازاں حیراں شد آں منطیقِ مرد[1]
جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جوابات و سوال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال
جملہ وا گویم بمانم زیں مقال
سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں
ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں
کہ بداں فہمِ تو بہ یابد نشاں
جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عتل
اے سنگدل! اس بحث میں سے ہم نے تھوڑا سا کر دیا
زاندکے پیدا بود قانونِ کُل
تھوڑے سے سب قاعدہ کُھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر
جبری اور قدریوں کے درمیان
ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے
مذہبِ ایشاں بر افتادے ز پیش
تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب
اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا
پس رمیدندے ازاں راہِ تباب
تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بُد دوامِ آں روش
چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا
میدہدشاں از دلائل پرورش
تو ان کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا نگردد[2] ملزم از اشکالِ خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے
تا بود محجوب از اقبالِ خصم
تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام
تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ
در جہاں ماندے الیٰ یوم القیام
قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت ست و غیب ایں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے
از برائے سایہ می باید زمیں
سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں
کم نیاید مبتدع[3] را گفتگو
بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بود اندر بہا
قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے
کہ برو بسیار باشد قفلہا
جس پر بہت سے قفل ہوں

---

۱ منطیق - بہت بولنے والا - زیں مقال - یعنی نصیحت کی باتیں - کہ بداں - ان نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہوگی - عتل - سنگدل - زاندکے - تھوڑے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے - درمیان مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں - بروں شو - نکلنے کا راستہ، مخرج - تباب - ہلاکت، تباہی - مقضی - یعنی قضا و قدر کا فیصلہ -

۲ تا نگردد - ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آ جائے - ملزم - یعنی لاجواب - از اقبال - یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے - زمیں - جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رخ سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے

۳ مبتدع - یعنی باطل فرقہ - عزت مخزن - جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اس پر باطل فرقوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزتِ[1] مقصد بُوَد اے مُمتَحَن — پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے — گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ — دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ
وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے — (اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر رَوِش ہر رہ کہ آں محمود نیست — عقبہ و مانع و رہزن ست
جو روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے — وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[2] رَوِش خصم و حقودِ آں شدہ — تا مقلّد در دو رہ حیراں شدہ
یہ روش اس کی مخالف اور کینہ ور بنی — یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدق ہر دو ضد بہ بیند در رَوِش — ہر فریقے در رہِ خود خوش مَنِش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے — ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بند دستیز — بر ہماندم تا بروزِ رستخیز
اگر اس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے — اسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

کہ مِہانِ ما بدانند ایں جواب — گرچہ از ما شُد نہاں وجہِ صواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں — اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس — ورنہ کے وسواس را بست ست کس
وسوسے کے لئے مچکا عشق ہی ہے اور بس — ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[3] شو شاہدِ خوبے بجو — صیدِ مُرغابی ہمی کن جو بجو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر — نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت بَرَد — کے کُنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے؟ — تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھالے؟

غیرِ ایں معقولہا معقولہا — یابی اندر عشق با فرّ و بہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں — تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیرِ ایں عقلِ تو حق را عقلہاست — کہ بداں تدبیر اسباب سماست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں — جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را — زاں دگر مفرش کُنی اطباق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا — تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائیگا

---

[1] عزتِ مقصد ..... جسقدر عزیز ہوگا اسیقدر اس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر رَوِش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستے کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[2] ایں رَوِش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہوجاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا جواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہ۔ وہ یہ کہدے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشق خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

[3] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہ عشق اختیار کر اور اسکا رہبر تلاش کرلے۔ کے بری۔ جن دلائل عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائلِ عقلیہ سے جو

عُشرِ[۱] امثالت دہد تا ہفت صد — چوں بہ بازی عقل در عشقِ صمد

تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کرے — جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا در باختند — بر رُواقِ عشقِ یوسف تاختند

ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں — وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عمر — سیر گشتند از خرد باقیِ عمر

عمر کے ساقی نے ایکدم اُن کی عقل لے لی — باقی عمر کے لئے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسف جمالِ ذوالجلال — اے کم از زن شو فدائ آں جمال

سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے — اے عورت سے کم! اُس حسن پر قربان ہو جا

عشق بُرّد بحث را اے جاں و بس — کو ز گفت و گو شود فریاد رس

اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس — کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بنجاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را — زہرہ نبود کہ کند اُو ماجرا

عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے — اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ[۲] بترسد گر جوابے وا دہد — گوہرے از لُنجِ اُو بیروں جہد

کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے — موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بندد سخت اُو از خیر و شر — تا نباید کز دہاں اُفتد گہر

بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے — تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ — چوں نبیؐ بر خواندے بر ما فصول[۳]

جیسا کہ اُن صحابی نے فرمایا ہے — جب نبیؐ ہم ناکاروں کو سُناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار — خواستے از ما حضور و صد وقار

نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ — ہم سے سینکڑوں وقار اور حضور (قلب) چاہتے

آنچناں کہ بر سرت مرغے بود — کز فواتش جانِ تو لرزاں شود

جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو — جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جنبیدن ز جا — تا نگیرد مرغِ خوبِ تو ہوا

تو جگہ سے ہل نہ سکے گا — تاکہ تیرا حسین پرندہ، ہوا نہ پکڑے

دم نیاری زد بہ بندی سرفہ را — تا نباید کہ بپرّد آں ہما

تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لیگا — تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے

---

۱ عشر۔ عقل معاد نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رُواق۔ محل، چھجہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرّد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آجاتی ہے۔

۲ کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لَنج۔ لام کے زبر کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو ہونٹ بعض نسخوں میں "لُنج" لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنی بھی ہونٹ ہیں بعض... نسخوں میں "کلام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہؓ خاموشی اور سکون سے اس طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے کہ گویا انکے سروں پر کوئی پرندہ ہے اور انکو ڈر ہے کہ اگر وہ بولے یا ہلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

۳ فصول۔ بعض لوگوں نے اسکو ۱۰ کا بیان قرار دیا ہے کہا اقتباسے ہے۔ نبیؐ نے ۱۰ کارہ کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے

ور کَسَت شیریں بگوید یا تُرش — بر لب[1] انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھے کوئی شخص میٹھی بات کہے یا کڑوی — تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چُپ رہ

حیرت آں مُرغ است خاموشت کُند — بر نہد سر دیگ و پُر جوشت کُند
حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کر دیتا ہے — دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی با چارق

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل

و پوستین کہ جماد است بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد و

اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے

سوالِ سلطان ازو

اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے ایاز[2] ایں مہرہا بر چارقے — چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے
اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں — آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بُت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش — کردۂ تو چارقے را دین و کیش
مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو — تُو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

با دو[2] کہنہ مہرِ جاں آمیختہ — ہر دو را در حُجرہ آویختہ
دو پُرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر دی ہے — دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی با دو کہنہ تو سُخن — در جمادے می دمی سِرِّ کُہن
تو دو پُرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟ — تو پُرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے

چوں عرب[3] با رَبع و اطلال اے ایاز — میکشی از عشق گفتِ خود دراز
اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے — عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت رَبع کدامیں آصف است — پوستیں گوئی قمیصِ یوسف است
تیری چپل کرنے آصف کی منزل ہے؟ — گویا پوستین یوسف کی قمیص ہے

ہمچو ترسا کو شمارد با کشش — جُرمِ یکسالہ زنا و غِل و غِش
عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے — ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

---

[1] بر لب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چُپ کرنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پرسید۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا نامکمل قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کو ٹھری میں جاکر اپنے پرانے جوتوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

[2] اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنا لیا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دو کہنہ۔ یعنی پرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی غربت اور بے کسی کے سابق واقعات دھراتا تھا۔

[3] چوں عرب۔ عربی شعراء اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اُس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ رَبع۔ موسمِ ربیع گذارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔

تا بیامرزد کشش[1] آں گناہ — عفوِ اُورا عفو داند از آلہ
تاکہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے — اس کے معاف کردینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم و داد — لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں — لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم صد یوسف تند — اَسحر از ہاروت ماروت ست خود
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے — وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بر یادِ او — جذبِ صورت آردت در گفتگو
وہ (عشق)، اس کی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے — صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

راز[2] گوئی پیشِ صورت صد ہزار — آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے — جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے — زادہ از وے صد الست و صد بلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بت — اس (عشق) سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بُردہ — پیشِ گورِ بچۂ نومُردہ
جیسا کہ غمگین ماں — نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

رازہا گوید بجدّ و اجتہاد — می نماید زندہ اُو را آں جماد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے — وہ بے روح اس کو زندہ نظر آتا ہے

حیّ و قایم داند اُو آں خاک را — خوش نگر ایں عشقِ ساحر ناک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے — اس جادوگر عشق پر غور کرے

پیشِ[3] اُو ہر ذرہ آں خاکِ گور — گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
اس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ — شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے

مستمع داند بجد آں خاک را — چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ واقعی طور پر اس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے — وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو — دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح — لمحہ بہ لمحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہو

کہ بوقتِ زندگی ہر گز چناں — رُوی نہادہ است بر پور چو جاں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی — جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

---

[1] کشش، کشیش، قسیس نصرانی عالم نیست۔ نصرانی عالم سے گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا، لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اس سے کراتا ہے۔ دوستی، عشق، محبت عابد کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے سوگنا حُسن دکھا دیتا ہے۔ اَسحر۔ زیادہ جادوگر۔ صورتے۔ عشق، معشوق کی فرضی تصویر سامنے کر لیتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اس فرضی تصویر سے اس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ کوئی دوست دوست سے بیان کرے۔ گو نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق کی فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ الست یعنی عہد۔ بلی یعنی اقرار۔ آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حیّ۔ ماں کا عشق اس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیشِ او۔ ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر آہ و فغاں کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سن رہا ہے۔ چشم۔ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر سے اس طرح چمٹتی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چمٹی ہو گی۔

ازعزا[1] چوں چند روزے بگذرد | آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود

جب سوگ کے چند روز گزر جائیں | اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار | عشق را بر حیّ جاں افزای دار

مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے | زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش | از جمادے ہم جمادی زایدش

اس کے بعد خود اس کو اس قبر سے نیند آنے لگتی ہے | اس بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بربود و رفت | ماند خاکستر چو آتش رفت تفت

کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا | جب آگ تیزی سے چلی گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئینہ | پیر اندر خشت بیند آں ہمہ

جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے | پیر اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر[2] عشقِ تست نے ریشِ سپید | دستگیرِ صد ہزاراں نا امید

عشق تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی | جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صورتہا بسازد در فراق | تا مصوّر سر کند وقتِ تلاق

عشق، جدائی میں تصویریں بناتا ہے | یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رُونما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصل اصلِ ہوش و مست | بر صُورہا عکسِ حُسنِ ما بدست

کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں | صورتوں پر ہمارے ہی حُسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں بر داشتم | حُسن را بے واسطہ بفراشتم

اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں | میں نے حُسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ[3] بس با عکسِ من در بافتی | قوتِ تجرید ذاتم یافتی

کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے | (اب) تو نے میری ذات کو مجرد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سُو جذبۂ من شد رواں | او کشش را می نہ بیند درمیاں

جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا | وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

[1] ازعزا: سوگ، مصیبت، صبر یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہاں جگی قبر کے پاس آکر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اُس کی حالت عشق کی جادو گری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک نہ پہنچا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق کا کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے فرمایا تھا کہ عشق حی و قیوم سے کرو اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اُس کو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اُس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جو بے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اُس کو وہ بے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔

[2] پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُس کی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید داڑھی والا مراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحبِ تصویر سامنے آ جاتا ہے ابتداءً سالک صورتوں سے دو چار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم۔ جب ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں سب کی اصل ہوں اور صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ہے۔

[3] زانکہ۔ صورتوں میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ فنا میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کر سکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ صوفیاء کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی نہ رہا بلکہ فانی بن گیا تو اس ذات کو دیکھے گا وہ بیشک تجھے دیکھتی ہے جو وہ آگے تو تیری ہی ذات کا ہے۔ چوں ازیں سُو۔ عبادت کے ابتدائی مراتب بھی جذب و کشش خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش اُس عابد کی

مغفرت[1] میخواہد از جرم و خطا — از پسِ آں پردہ از لطفِ خدا

وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے — خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود — سنگ اندر چشمہ متواری شود

جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے — پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر — زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر

اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا — کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہا[2] داں ایں صُوَر را واندرو — آنچہ حق ریزد بداں گیرد غلو

ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں — حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اُس سے وہ سربلندی حاصل کر لیتے ہیں

گفتنِ خویشاوندانِ مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست،

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے

چنداں نیست از و نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو و دہ

شہر میں اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس

بر تو عرضہ کنیم اختیار کُن و ما را و خود را وا رہاں و جواب

تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو اُن میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے

گفتنِ مجنوں ایشاں را

اور اُن کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل — حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں ہست سہل

بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا — لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر از وے صد ہزاراں دلربا — ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما

اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق — ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[3] تر زو ہزاراں حور وش — ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش

ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ نازو انداز والے — موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین یار منتخب کر لے

وا رہاں خود را و ما را نیز ہم — از چنیں سودائے زشتِ متہم

اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے — ایسے بُرے متہم عشق سے

گفت صورت کوزہ است و حُسن مے — مے خدا ایم میدہد از ظرفِ وے

اُس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے — مجھے اُس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

[1] مغفرت۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیک لوگوں کے حسنات، مقربین بارگاہ کے اعتبار سے سیئات ہیں۔ پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اس لئے مشاہدہ کے بعد اس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں ز سنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

[2] کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صُوَر کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کے سمجھائیں ہیں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذبہ کی پرورش ہے گفتن۔ مجنوں کی اس گفتگو سے یہی سمجھایا ہے کہ مظاہر، ظاہر کے حُسن کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے تو اس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔

[3] نازنیں۔ دوسرے معشوق ناز و انداز اور حُسن میں لیلیٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وا رہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک

مرشمارا سرکہ داد از کوزہ اش[۵۱] — تا نباشد عشقِ اُو تاں گوش کش

اُس کے پیالے سے تمہیں سرکہ دیا ہے — تاکہ اُس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے

از یکے کوزہ دہد زہر و عسل — ہر یکے را دستِ حق عزّ و جل

ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد — اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی ولیکن آں شراب — رُوی ننماید بچشمِ ناصواب

تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب — غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قاصراتُ الطَّرف باشد ذوقِ جاں — جز بخصمِ خویش ننماید نشاں

طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قاصراتُ الطَّرف باشد آں مُدام[۵۲] — ویں حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام

وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ در وَے حیات — بط را، لیکن کلاغاں را ممات

دریا ایک خیمہ ہے، اُس میں زندگی ہے — بطخ کی، لیکن کووں کی موت ہے

زہر باشد مار را ہم قُوت و برگ — غیرِ اُو را زہرِ اُو درد ست و مرگ

زہر سانپ کی روزی بھی ہے اور ساز و سامان بھی — اُس کے غیر کے لئے اُس کا زہر درد اور موت ہو

صورتِ ہر نعمتے و محنتے — ہست ایں را دوزخ آنرا جنّتے

ہر نعمت اور محنت کی صورت — اِس کے لئے دوزخ ہے، اُس کے لئے جنت ہے

پس[۵۳] ہمہ اجسام اشیا تبصِرُون — اندرو قُوت ست و سم لا تبصِرُون

پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو — اُن کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسہ و کوزۂ — اندرو ہم قُوت و ہم دل سوزۂ

ہر جسم پیالے اور کٹورے کی طرح ہے — اُس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رَغَد — طاعمش داند کزاں چہ می خورد

پیالہ، ظاہر ہے اُسمیں خوش عیشی پوشیدہ ہے — اُس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اُسمیں سے کیا کھاتا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بود خوب — زاں پدر می خورد صد بادہ طرو

(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی — باپ اُس سے سیکڑوں مست کرنیوالی شرابیں پیتے تھے

[۵۱] مر شمارا۔ اسی پیالہ سے تمہیں سرکہ میسر آرہا ہے تاکہ تمہیں اُس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ آگے کے۔ یہ عجائب قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالہ سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آرہا ہے چونکہ تمہاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمہیں وہ شراب نظر نہیں آرہی ہے...... قاصراتُ الطرف۔ جنتی حوریں کے بارے میں مذکور ہے... فیہنّ قاصراتُ الطَّرف اور مذکور ہے حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام یعنی وہ حوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کیطرف متوجہ ہوتا ہے خصم۔ یعنی صاحب، اہل۔

[۵۲] مُدام یعنی شرابِ عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں اس شرابِ عشق کے لئے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مفید ہے کسی کے اعتبار سے مضر ہے، دریا بطخ کے لئے ذریعہ حیات ہے اور کوے کی موت کا سبب ہے۔ تو تم۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے زندگی کا اور دوسروں کی موت کا سبب ہے۔ صورتِ ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔

[۵۳] پس۔ دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اُس میں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو۔ ہر جسم۔ ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اُس کے باطن میں نعمت ہے جس کا نتیجہ استعمال کرنیوالا سمجھے گا۔ رغد۔ وسعتِ عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک

بازِ اخواں را ازاں زہراب بُود
پھر بھائیوں کے لئے اس میں زہریلا پانی تھا

کاندرایشاں زہرِ کینہ میفزُود
جو ان کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

بازا ز وے مر زلیخا را شکر
پھر اس میں سے زلیخا کے لئے شکر

می کشید از عشق افیونِ دگر
عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیرِ آں چہ بُود مر یعقوبؑ را
اس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی

بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را
اس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے
طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے

تا نماند در مئے غیبت شکے
تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے

بادہ از غیب ست و کوزہ زیں جہاں
شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے

کوزہ پیدا بادہ در وے بس نہاں
پیالہ ظاہر ہے اس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[2] نہاں از دیدۂ نامحرماں
نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے

لیک بر محرم ہویدا و عیاں
لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یا الٰہی سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا
اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دی گئی ہیں

فَاعْفُ عَنَّا اُثْقِلَتْ اَوْزَارُنَا
ہمیں معاف کر ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہو گئے ہیں

یَا خَفِیًّا قَدْ مَلَاْتَ الْخَافِقَیْن
اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے

قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْن
تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنْتَ[3] سِرٌّ کَاشِفٌ اَسْرَارَنَا
تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے

اَنْتَ فَجْرٌ مُفْجِرٌ اَنْہَارَنَا
تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

یَا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحْسُوْسَ الْعَطَا
اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے

اَنْتَ کَالْمَاءِ وَ نَحْنُ کَالرَّحَا
تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنْتَ کَالرِّیْحِ وَ نَحْنُ کَالْغُبَار
تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں

یَخْتَفِی الرِّیْحُ وَ غَبْرَاہٗ جِہَار
ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش
تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں

اُو نہان و آشکارا بخشش
وہ پوشیدہ اور اس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا
تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں

قبض و بسط دست از جان شد روا
ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[1] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسفؑ سے شراب ملی وہ اس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گزشتہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

[2] بس نہاں پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِّرَتْ۔ بند کر دی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ اَبْصَار۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اَوْزَار۔ وِزْر کی جمع ہے، بوجھ گناہ۔ یَا خَفِیًّا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ اَلْخَافِقَیْن۔ مشرق و مغرب۔ اَلْمَشْرِقَیْن۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[3] اَنْتَ۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اَنْتَ فَجْرٌ۔ فجر صبح کا سفیدہ۔ پانی کو جاری کرنا۔ رَحَا۔ پن چکی۔ غَبْرَاء۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار و بقا موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہان۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰلَاءِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔ اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔ تو چو جانے جس طرح جان اور روح مخفی ہو لیکن ہاتھ پاؤں کے لئے وہ محرک ہے یہی صورت

تو[1] چو عقلی ما مثالِ ایں زباں
تو عقل کی طرح ہے، ہم اِس زبان جیسے ہیں

ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں
اِس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم
تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں

کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم
کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہدست
ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے

کو گواہِ ذو الجلالِ سرمدست
کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب
پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں

اشہد آمد بر وجودِ جوئے آب
نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے[2] بروں از وہم و قال و قیلِ من
اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے

خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من
میری سَر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت
تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے

ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت
ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا
اُس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا!

پیشِ چوپان محبِّ خود بیا
اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آ جا

تا شپش جویم من از پیراہنت
تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں

چارقت دوزم ببوسم دامنت
تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس[3] نبودش در ہوا و عشق جفت
محبت اور عشق میں کوئی اُس جیسا نہ تھا

لیک قاصر بود از تسبیح و گفت
لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ او خرگاہ بر گردوں زدہ
اُس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا

جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ
جان، اُس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد
جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا

بر دلِ او زد ترا بر گوش زد
اُس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور

حرکتے کرد زنے او را بشناخت کہ مردست و نعرہ بزد

اُس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اُس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اُس نے نعرہ مارا

[1] تو چو عقلی - زبان کو عقل گویا بناتی ہے - تو مثال - جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح، ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی شئوں کے مظاہر ہیں - جنبش - ہماری حرکات حضرت حق تعالےٰ کے وجود کی گواہ ہیں - گردش - پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے - اشہد - زیادہ گواہ -
[2] اے بروں - حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم و قیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اُس کی کوئی مثال اُس کے مطابق نہیں ہو سکتی - بندہ - مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا ہے مزید وضاحت چاہتا ہے - ہمچو - حق تعالےٰ کے لئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جس طرح گڈریے نے حق کی ذات کی تعبیر کی تھی شپش - جوں - چارق - چپل -
[3] کس نبودش - اُس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالےٰ سے اُس کا عشق بے مثال تھا - عشق - اُس کے عشق کا مقام عالمِ بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اُس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی - چونکہ - عشق کا اثر اُس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے - حکایت - اِس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے - جوحی - ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت سے پُرمذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اُردو ادب میں ملا دو پیازہ یا شیخ چلی -

واعظے بُد بس گزیدہ در بیاں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا

زیرِ منبر جمع مردان و زناں
(اسکے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحی چادر و رُوبند ساخت
جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا

در میانِ آں زناں شد ناشناخت
اُن عورتوں میں اَن جان ہوگیا

سائلے پرسید واعظ را براز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا

مُوی عانہ ہست نقصانِ نماز
زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں

گفت واعظ چوں شود عانہ دراز
واعظ نے کہا جب زیرِ ناف کے بال بڑھ جائیں

پس کراہت باشد از وے در نماز
تو اُس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بُسترہ بسترش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے

تا نمازت کامل آید خوب و خوش
تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تاچہ حد
سوال کرنے والے نے کہا، لمبائی کس حد تک

شرط باشد تا نماز اکمل بُود
مناسب ہے؟ تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول
اُس نے کہا، اگر جَو کی بقدر لمبے ہو جائیں

پس ستُردن فرض باشد اے سئول
اے بھکّو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جوحی یک زنے بنشستہ بُود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی

ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود
جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جوحی زود اے خواہر ببیں
جوحی نے کہا، اے بہن! جلد دیکھ لے

عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہونگے

بہرِ خوشنودیِ حق پیش آر دست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہاتھ بڑھا

کاں بمقدارِ کراہت آمدست
کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں!

دستِ زن در کرد در شلوارِ مرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈالدیا

کیرِ اُو بر دستِ زن آسیب کرد
اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرہ زد سخت اندر حال زن
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا

گفت واعظ بر دلش زد گفتِ من
واعظ نے کہا میری بات نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

صدق را زیں زن بیاموزید ہیں
ہاں، تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو

چونکہ بر دل زد ورا گفتِ چنیں
جبکہ ایسی گفتگو نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

١ گزیدہ۔ منتخب۔ رُوبند۔ نقاب۔ مُوی عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ یعنی جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ ستُرہ۔ اُسترہ۔ تاچہ حد۔ درازی کو متعین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

٢ گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری متوجّہ تھی۔ خرد۔ یا خلوار کا مضاف الیہ یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

٣ آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اُس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لئے اُس نے نعرہ مارا ہے۔۔۔ صدق۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کرلو۔

گفت[1] نے بر دل نزد بر دست مند
اُس (جوحی) نے، کہا دل پر نہیں، ہاتھ پہ اثر کیا ہے

ولے گر بر دل زدے اے پُر خرد
اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بر دلِ آں ساحراں زد اندکے
اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا

شد عصا و دست ایشاں را یکے
اُن کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گر ز پیرے در رُبائی تو عصا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اڑا لے

بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا
وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا کہ وہ ہاتھ اور پاؤں سے

نعرۂ[2] لا ضَیر بر گردوں رسید
کوئی ہرج نہیں، کا نعرہ آسمان پر پہنچا

ہیں بُبر کہ جاں زجان کندن رہید
ہاں کاٹ لے، جان جاں کنی سے نجات پا گئی

چوں بدانستیم ما کیں تن نہ ایم
چونکہ ہم جان گئے، کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں

از ورائے تن بیزداں میزییم
جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں را کہ ذاتِ خود شناخت
قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا

اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت
ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و مویز
بچہ جس اخروٹ اور منقٰی کے لئے روتا ہے

پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز
عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد
دل کے لئے، جسم، اخروٹ اور منقٰی ہے

طفل کے دَر دانشِ مرداں رسد
بچہ، مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

ہر کہ[3] محجوب ست اُو خود کودکیست
جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے

مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے
اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے

ہر بُزے را ریش و خصیہ است بسے
تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے

پیشوائے بد بُود آں بُز شتاب
وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد

میبرد اغنام را پیشِ قصاب
بکریوں کو قصاب کے آگے لیجاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سابقم
داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں راہنما ہوں

سابقی لیکن بسوئے درد و غم
تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں رَوِش بگزین و ترکِ ریش کُن
خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ

ترکِ ایں ما و منی و تشویش کُن
اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

[1] گفت۔ جوحی نے کہا دل پر نہیں لگا، ہاتھ پر اثر ہوا ہے اپنے کہ اُس کا ہاتھ جوحی کی شرمگاہ پر لگا تھا۔ بر دل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا، عشقِ الٰہی میں اُن کے لئے ہاتھ پاؤں کا کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اُس کو اس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

[2] نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انھوں نے جواب میں کہا تھا۔ لاضیر۔ کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچے کے لئے اخروٹ اور منقٰی عزیز ہیں عقلمند کے لئے وہ حقیر ہیں۔ پیش دل۔ اہلِ دل کیلئے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقٰی کی جگہ ہیں۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر بریش۔ اگر مرد ہونا داڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے اسی لئے ذبح جاتے وقت وہ بکریوں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ ریشی۔ بناوٹی پیر

ریشِ خود را خندہ زارے کردہ | نازکم کُن چونکہ ریش آوردہ
تونے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے | جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے، نخرے نہ دکھا

تا شوی چوں بوئے گُل بر عاشقاں | پیشوا و رہنمائے گلستاں
تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کیلئے بن جائے | باغ کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئے گُل دمِ عقل و خرد | خوش قلاؤزِ رہِ باغِ ابد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات | جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستین را

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا

آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند

تاکہ تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کرلیں

گیرند کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

چونکہ دین نصیحت ہے

سِرِّ چارق را بیاں کُن اے ایاز | پیشِ چارق چیست چندیں نیاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا | چپل کے سامنے تیری اسقدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سُنقر و بگیارقت | سِرِّ سِرِّ پوستین و چارقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں | تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت | نورت از پستی سُوئے گردوں شتافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا | تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شد بندگی | بندگی را چوں تو دادی زندگی
غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت بن گئی | جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی

مومن آں باشد کہ اندر جزر و مد | کافر از ایمانِ او حسرت خورد
مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں | کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہٗ گفتندش

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہٗ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا

کہ مسلمان شو و جواب او ایشان را

کہ مسلمان ہو جا اور اس کا ان کو جواب دینا

ا۔ ریش۔ تو نے تو اپنی داڑھی کا بھی مذاق اُڑوا لیا ہے، تیرے داڑھی نکل آئی ہے اب ناز و انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کرو ورنہ داڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تا شوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن جائیگا۔ چیست۔ خوشبو سے مراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاؤز۔ رہنما۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔ دین اخلاص ہی ہے۔ سِرِّ چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا چارق کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

۲۔ سنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے غلامی کو منور کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تو نے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

۳۔ مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزید کا ایمان تھا، یہ کہ اس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ مولانا تھا۔

بود گبرے در زمانِ بایزیدؒ — گفت اُو را یک مسلمانِ سعید
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا — اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری — تا بیابی صد نجات و سروری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو — تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرلے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مرید — آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
اُس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے — جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں — کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
میں اُس کی طاقت اُسکی قوت نہیں رکھتا ہوں — کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم — لیک در ایمانِ اُو بس مومنم
اگرچہ میں اسلام کے، ایمان اور دین پر اعتقاد نہیں رکھتا ہوں — لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم ایماں کاں ز جملہ برتر است — بس لطیف و با فروغ و با فر است
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں — بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے ہیں

مومنِ ایمانِ اُویم در نہاں — گرچہ مہرم ہست محکم بر دہاں
میں پوشیدہ طور پر اُن کے ایمان کا مومن ہوں — اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست — نے بداں میلستم و نے اشتہاست
پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے — نہ اُسکی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سوی ایماں بود — چوں شما را دید آں فاتر شود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں — جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سست پڑ گیا

زانکہ نامے بیند و معنیش نے — چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اُسکی حقیقت کچھ نہیں — جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما اُو بنگرد — عشقِ اُو ز آوردِ ایماں بفسرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا — اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش — صورتش بگذار و معنی را نیوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کرلے — اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

حکایتِ آں موذنِ زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس بھدی آواز والے موذن کی حکایت جس نے نماز کے لئے کفرستان میں اذان

لہ گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اُس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

لہ دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پہ ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ باز۔ اور اگر ایمان سے مراد تمہارا والا ایمان ہے تو بجے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اُس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ سست پڑ جائے گا۔

لہ زانکہ۔ اسلئے کہ تمہارا ایمان تو برائے نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیابان جنگل درحقیقت ہلاکت کی جگہ ہے لیکن اُس کو لوگ مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتاتا ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ کافر

برای نماز و مرد کافر اُو را ہدیہ ہا داد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کو بہت سے تحفے دیئے

یک مؤذن داشت بس آوازِ بد — شب ہمہ شب میدرید ے حلقِ خود
ایک مؤذن کی بُری آواز تھی — وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مردماں کردہ حرام — در صداع افتادہ از وے خاص و عام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی — اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں از و در جامہ خواب — مرد و زن زآوازِ اُو اندر عذاب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے — مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را — بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے — دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کیلئے

پس طلب کردند اُو را در زماں — اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انھوں نے اُس کو فوراً طلب کیا — نقدیاں دیں، اور انھوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جملہ آسودیم ما — بس کرم کردی شب و روزے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی — اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے — خوابِ فت از ما کنوں ہم مدتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آگئی ہے — اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کن — در عوض ما ہمتے ہمراہ کن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے — اِس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمائیے

قافلہ می شد بکعبہ از وَلَہ — اُقچہ بستد شد رواں با قافلہ
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا — اُس نے نقدی لے لی، قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا

شبگہے کردند اہلِ کارواں — منزل اندر موضعِ کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا — کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مؤذن عاشقِ آوازِ خود — درمیانِ کافرستاں بانگ زد
اُس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے — کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز — کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا نماز کی اذان نہ دے — ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی

لہ حلقِ خود۔ چونکہ اُس کو اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اللہ ذکر باواز بلند کرتا ہو گا۔ صُداع۔ دردِ سر۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ اُقچہ۔ سکہ۔

لہ آسودیم۔ اُن لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اِس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اُس کے بدلے میں ہمارے لئے دل سے دعائیں کر دینا۔

لہ وَلَہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اُس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر دنگا کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے اذان دیدی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز
اُس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے

گفت در کافرستاں بانگِ نماز
کفرستان میں اذان دے دی

خلقؔ[1] خائف شُد ز فتنۂ عامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے

خود بیامد کافرے با جامۂ
ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

شمع و حلوا و یکے جامہ لطیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس

ہدیہ آورد و بیامد چوں اَلیف
تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس پُرساں کایں موذّن کو کجاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ موذّن کہاں ہے؟

کہ صَلای و بانگِ اُو راحت فزاست
جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت
ائیں، اُس بھدّی آواز سے کیا راحت ملی؟

کُو فتاد از وَے بناگہ در کُنشت
جو اچانک اُس سے مندر میں پہنچی۔

دخترے دارم لطیف و بس سَنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت

آرزو می بُود اُو را مُومِنی
اُس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچؔ[2] ایں سودا نمیرفت از سَرش
یہ جنون اُس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا

پند ہا می داد چندیں کافرش
بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

در دلِ اُو مہرِ ایماں رُستہ بُود
اُس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی

ہمچو مجمر بُود ایں غم من چو عُود
یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اشکنجہ بُدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا

کہ بجُنبد سلسلۂ اُو دمبدم
کیونکہ اُس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچؔ[3] چارہ می ندانستم دراں
میں اُس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا

تا فرو خواند ایں مُوذّن آں اذاں
یہاں تک کہ اِس موذّن نے وہ اذان دی

گفت دُختر چیست ایں مکروہ بانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟

کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت
میں نے تمام عمر اِس طرح کی بھدّی آواز

ہیچ نشنیدم دریں دَیر و کُنشت
اِس مندر اور بُت خانہ میں کبھی نہیں سُنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں
اُس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز

ہست اِعلام و شعارِ مُومناں
مومنوں کا اِعلان اور علامت ہے

---

[1] خلق ۔ یہ لوگ تو کافروں کے حملے سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے، درحلوہ وغیرہ لے آرہا ہے۔ اَلیف ۔ دوست۔ پرُس ۔ اُس موذّن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ موذّن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ ہیں چہ ۔ اُس کافر سے کسی نے کہا کہ اِس بھدّی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے......
دخترے ۔ اُس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔

[2] ہیچ ۔ ہم لوگوں نے اسکو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آرہی تھی۔ مجمر ۔ انگیٹھی۔ عود ۔ اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ در عذاب ۔ اُس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اِس ارادہ میں پختہ ہوتی جارہی تھی۔

[3] ہیچ ۔ اُس کو اِس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اُس موذّن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے میں نے ایسی بھدّی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سُنی۔ خواہرش ۔ اُس لڑکی کی بہن نے اسکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اِعلام ۔ اِعلان تھا۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے ہم اسکو بہن کی بات

باورش نامد بپرسید از دگر
اس کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے سے پوچھا
آں دگر ہم گفت آرے اے قمر
دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوں[1] یقین گشتش رخِ او زرد شد
جب اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا
از مسلمانی دلِ او سرد شد
مسلمانی سے اس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا
دوش خوش خفتم دراں بیخوف خواب
گذشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بود از آوازِ او
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی
ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو
میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوں[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر
جب اس نے اسکو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کیجیے
کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر
کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی با من از احسان و بر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی
بندۂ تو گشتہ ام من مستمر
میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و ملک و ثروت فردمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا
من دہانت را پُر از زر کردمے
میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے
راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز
اسی طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایتِ گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے
چند حسرت در دل و جانم رسید
میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید
اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی
گفت آوہ چیست ایں فحلِ فرید
بولی، آہ کیسا یکتا نر ہے

گر جماع این ست کاید از خراں
اگر جفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں
بر کُسِ ما میرینداں شوہراں
تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جملہ دادِ ایماں بایزیدؒ
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا
آفرینہا بر چنیں شیرِ فرید
ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے

---

[1] چوں یقین۔ جب اسکو یقین آ گیا تو مایوسی سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سویا مؤذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اس کے لئے تحفہ لایا ہوں۔

[2] چوں بدیدش۔ جب اس کافر نے اس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ بر نیکی۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منہ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمہارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

[3] لیک۔ اس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ ہمچو۔ اس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہیچ ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرۂ زایمانش در بحر ار رود — بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود

اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرہ در بیشہا — کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا

جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے در دلِ شہ با سپاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ

جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک ستارہ در محمد رو نمود — تا فنا شد کفرِ ہر گبر و جہود

ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمد شد سطرب — تا فنا شد کفرِ جملہ شرق و غرب

ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں — کفر ہائے باقیاں شد در گماں

جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر شکوک ہو گیا

کفرِ صرفِ اولیں بارے نماند — یا مسلمانی و یا بیمے نشاند

اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کرد نیست — ایں مثلہا کفوِ ذرہ نور نیست

یہ تدبیر سے پانی اور تیل بلاتا ہے — یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرہ نبود جز زِ چیزِ منجسم — ذرہ نبود شارقِ لاینقسم

ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرہ مرادے داں خفی — محرمِ دریا نہ ایں دم کفی

ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ — تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہو تو جھاگ ہے

آفتابِ نیرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رُخ زِ شرقِ جانِ شیخ

شیخ کے ایمان کا روشن سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے — جملہ بالا خُلد گردد اخضرے

تمام پست حصہ تا ثری تحت الثریٰ خزانہ بن جائے — تمام بالائی حصہ سر سبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر — اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر

وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

لہ قطرہ۔ اُن کے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگل پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح شاہ کا ایک معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

ٹلہ یک ستارہ۔ آنحضورؐ کی تائید کے لئے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر فنا ہو گیا۔ آنکہ۔ سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں متشکک ہو گئے اور خالص کفر بالکل مٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرے کی جو مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

سلہ ذرہ۔ شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ منجسم۔ جسم اختیار کرنے والا۔ شارق۔ روشن۔ لاینقسم۔ جو چیز جو تقسیم نہ ہو سکے۔ کفی۔ تو جھاگ ہے۔ نیر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصہ خزانہ بن جائے اور بالائی حصہ

ا ے عجب اینست اُو یا آں بگو — کہ بماندم در شکال و جستجو

تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا — کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گر وے اینست اے برادر چیست آں — پُر شدہ از نورِ اُو ہفت آسماں

اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟ — کہ جس کے نُور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں

ور وے آنست ایں بدن اے دوست چیست — اے عجب زیں دو کدامیں ست و کیست

اور اگر وہ وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟ — اے تعجب! اِن دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد

اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی

شوہر گربہ را بتراز و بر کشید گربہ نیم من بر آمد گفت اے

شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اُس سے

زن گوشت نیم من بُود و افزوں اگر ایں گوشت ست

کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو

گربہ کُو و اگر ایں گربہ ست گوشت کُو

بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بُود مردے کدخدا او را زنے — سخت طنّاز و پلید و رہزنے

ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی — سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری

ہر چہ آوردے تلف کردیش زن — مرد مضطر بُود اندر تن زدن

وہ جو کچھ لاتا بیوی اُسکو برباد کر دیتی — شوہر چُپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا

بہرِ مہماں گوشت آورد آں مُعیل — سوئے خانہ با دو صد جہدِ طویل

وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا — گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ

زن بخوردش با شراب و با کباب — مرد آمد گفت دفعِ ناصواب

بیوی نے اُس کو شراب و کباب کیساتھ کھا لیا — شوہر آیا، اُس نے اُس کو غلط جواب دیا

مرد گفتش گوشت کُو مہماں رسید — پیشِ مہماں لُوت می باید کشید

شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا — مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را — گوشتِ دیگر خر گرت باید ترا

بیوی نے کہا یہ بلی وہ گوشت کھا گئی — اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

---

۱ اے عجب - اب ہم حیران ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست - یعنی شیخ اگر جسم ہے چیست آں - تو روح کیا ہے۔ آنست - یعنی شیخ روح ہے۔

۲ حکایت - جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اُس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

۳ کدخدا - صاحب خانہ۔ تن زدن - یعنی شوہر چپ رہتے رہتے عاجز آ گیا تھا۔ معیل - بال بچوں والا۔ دفع ناصواب - غلط جواب۔ لُوت - عمدہ کھانا۔ گفت زن - بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا

گربہ را من بر کشم اندر عیار
میں بِلّی کا وزن کروں گا

بر کشیدش بود گربہ نیم من
اُس نے اُسکو تولا، بِلّی آدھا من تھی

پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بد شش اُوقیہ افزوں از آں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا!

گربہ ہم شش اُوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بِلّی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک اِستار بڑھا ہوا تھا

ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین: بِلّی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بِلّی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟

ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو
اور اگر یہ گوشت ہے، تو تُو بِلّی دکھا

بایزیدؒ ار ایں بود آں روح چیست
بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟

ور وے آں روح ست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟

حیرت اندر حیرت ست اے یارِ من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے

ایں نہ کارِ تست نے ہم کارِ من
یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو او باشد ولیک از ریع و زرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں

دانہ باشد اصل و آں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت[3] ایں اضداد را باہم بہ بست
حکمت (خداوندی) نے اِن دو ضدّوں کو باہم باندھ دیا ہے

اے قصاب ایں گرد راں با گردن ست
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی ہے

قالبِ بیجاں فسردہ بود و سرد
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالبِ بے جاں کم از خاک ست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے

روح چوں مغز ست قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کیطرح ہے

قالبِ بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے

سعی کن جانے بدست آر اے غبی
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کرلے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے

راست شد زیں ہر دو اسبابِ جہاں
دنیا کے کام اِن دونوں سے دُرست ہوئے ہیں

[1] ایبک۔ غلام۔ من۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا۔ محتال۔ حیلہ گر۔ اُوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اُوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں اِستار کے معنی میں ہے اِستار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

[2] ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بِلّی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بِلّی کہاں گئی اِس لئے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزیدؒ۔ اگر ہم بایزیدؒ جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزیدؒ کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزیدؒ کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

[3] حکمت۔ اللہ تعالےٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کیلئے ملا دیا ہے۔ تعنی۔۔۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مُردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اُس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیئے۔ قالبت۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاکؔ[1] را بر سر زنی سر نشکند | آب را بر بر زنی بر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی | تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی | آب را و خاک را برہم زنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے | پانی اور مٹی کو آپس میں ملالے

چوں شکستی سر رود آبش باصل | خاک سوی خاک آید روزِ فصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے | جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آجاتی ہے

حکمتے کہ بود حق را ز ازدواج | گشت حاصل از نیاز و از لجاج
باہم ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی | وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی

باشدؔ[2] آنگہ ازدواجاتِ دگر | لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَّلَا عَیْنٌ بَصَرْ
وہاں دوسرے ملاپ ہوں گے | جن کو نہ کان نے سنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شنیدے اذن کے ماندے اذن | یا کجا کردے دگر ضبطِ سخن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟ | یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف و یخ خورشید را | از یخی بر داشتے امید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا | یخ پن سے امید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بے گرہ | کز لطف از باد میگشتے زرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا | جو ہوا کی لطافت سے زرہ کی طرح، بن جاتا ہے

پسؔ[3] شدے درمانِ جانِ ہر درخت | ہر درختے از قدومش نیکبخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا | اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسردہ در خود ماندہٗ | لَا مَسَاسے با درختاں خواندہٗ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے | "نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَیْسَ یَاْلَفْ لَیْسَ یُوْلَفْ جِسْمُہٗ | لَیْسَ اِلَّا شُحَّ نَفْسٍ قِسْمُہٗ
اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہو | اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع زو شود تازہ جگر | لیک نبود پیکِ سلطانِ خضر
وہ بیکار نہیں ہے، اس سے جگر تازہ ہوتا ہے | لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

---

[1] خاک۔ آمیزش سے مقصد برابری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اس میں پانی کی آمیزش کر کے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دیگی۔ بَر۔ پہلو، سینہ، بغل۔ روز فصل یعنی جب روح جسم سے جدا ہوگی، قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا۔ بیشک جدائی کا دن مقرر ہے "ازدواج۔" یعنی روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اسکی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور مغروروں کا امتیاز ہو جائے۔

[2] باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اس کی حقیقت سن لے تو فنا ہو جائے یا اگلی قوت سماعت جاتی رہے گر بدیدے۔ کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اس کو برف کہتے ہیں اور ایک گاڑھی چیز اولے کی طرح کی ہے اس کو تگرگ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں بنتی ہیں۔ ز لطفِ باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجدار کر کے زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

[3] پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ تخم یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شُحّ۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ سمجھے اس سے ٹھنڈا کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اے[1] ایاز استارہ تو بس بلند — نیست ہر برجے عبورش دلپسند

اے ایاز! تیرا استارہ بہت بلند ہے — ہر برج اُس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا را کے پسندد ہمتت — ہر صفا را کے گزیند صفوتت

تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ — تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے

اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب

مے آورد در راہ زاہدے بود امرِ معروف کرد سنگے بزد و سبو

کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا

را بشکست امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد زاہد

اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سُنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز

زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اُس وقت تک

مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذرے[2] میکرد و از لذت

شراب حرام نہیں ہوئی تھی، لیکن زاہد گھِن کرتا تھا اور مزے اُڑانے اور

و تنعم منع می کرد

عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوش دلے مے بارۂ — کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارۂ

ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا — ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مشفقے مسکیں نوازے عادلے — گوہرے زر بخشے و دریا دلے

مہربان، غریب پرور، مُنصف تھا — سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المؤمنین — راہ[3] بان و رازدان و دوربین

بہادروں کا شاہ، مؤمنوں کا امیر تھا — راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دوربین تھا

دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیح — خلق دلدار و کم آزار و ملیح

حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیح کا زمانہ تھا — لوگ دلدار اور کم ستانے والے اور خوش مزاج تھے

آمدش مہماں بناگاہاں شبے — ہم امیرِ جنسِ او خوش مذہبے

ایک رات اچانک اُس کے پاس مہمان آیا — جو اُسی جیسا حاکم اور دیندار تھا

[1] اے ایاز۔ یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ برج۔ ستارے کا محور۔ ہر وفا۔ ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا۔ حکایت۔ جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت کو یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔

[2] تقذر۔ گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم۔ عیش پرستی۔ مے بارہ۔ شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف۔ غار، ملجا و ماوا۔ گوہر۔ سخی۔ شاہِ مرداں۔ بہادر۔

[3] راہ بان۔ راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ مسیح کا دلنشیں پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم۔ یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ میزبان تھا۔

بادہ میبایست شاں در نظمِ حال ¹
اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی

بادہ بُود آنوقت ماذون و حلال
اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام
اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام!

رَو سبو پُر کُن بما آور مُدام
جا، ٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص
فلاں راہب کے پاس سے کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے

تا ز خاص و عام یابد جاں خلاص
تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعۂ زاں جامِ راہب آں کند
اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے

کہ ہزاراں جرّہ و خمداں کند
جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست
اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے

ہمچناں کاندر عبا سلطانی ست
جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلقِ ² پارہ پارہ کم نگر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ

کہ سیہ کردند از بیرونِ زر
کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برائے چشمِ بد مردود شُد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے

وز بروں آں لعل دُود آلود شُد
اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہاست
خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے!

گنجہا پیوستہ در ویرانہاست
خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں
(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا

گشت طینش چشم بندِ آں لعیں
اُس کی مٹی اُس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

او نظر میکرد در طیں سُست سُست ³
وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا

جاں ہمی گفتش کہ طینم سدِّ تُست
روح اُس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دو سبو بستد غلام و خوش دوید
غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا

در زماں در دیرِ رہباناں رسید
فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادہ چوں زر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی

سنگ داد و در عوض گوہر خرید
پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادہ کاں بر سرِ شاہاں جہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے

تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد
ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

¹ بادہ - وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کرتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون - جس کو اجازت حاصل ہو۔ مدام - شراب۔ راہب - نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں سکونت کر لی ہو، رہبان اُس کی جمع ہے۔ خلاص - یعنی اور دوسری خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ - ایک گھونٹ۔ جرہ - ٹھلیا۔ اندراں - اُس خانہ کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

² تو بدلق - فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے۔ فقراء کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کہ سیہ - سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اُسکو کوئی نہ چرائے۔ مردود - نظرِ بد سے بچانے کے لئے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے۔ لعل - لعل کو بھی دھوئیں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج - حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

³ او نظر - شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی۔ سُست - روک۔ دیر - یعنی گرجا گھر۔ زر بداد - اشرفیوں سے عمدہ قسم کی شراب خرید لی۔ سنگ داد - سونا پتھر ہی سے نکلتا ہے۔ بادہ - شاہ جب اِس قسم کی شراب سے مست

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ — بندگان و خسرواں آمیختہ

فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے — غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شدہ — تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ

ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بنجاتا ہے — اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہشیاری چو آب و روغن اند — وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند

(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں — مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم — ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم

جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں — انہیں کوئی دوڑ نہیں، نہ انہیں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست — نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست

جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے — کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں چنیں[2] بادہ ہمی برد آں غلام — سوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام

وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا — نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہ — خشک مغزے در بلا پیچیدہ

ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آ گیا — جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہائے دل بگداختہ — خانہ از غیرِ خدا پرداختہ

جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا — اس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر دیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار — داغہا بر داغہا چندیں ہزار

بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے — داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد — روز و شب چفسیدہ او بر اجتہاد

وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اٹھاتا تھا — وہ دن رات مجاہدے سے چپٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ — صبر و حلمش نیم شب بگریختہ

سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا — اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چلی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے — در شتابش او زمیں میکرد طے

اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا — وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں — گفت بادہ گفت آں کیست آں

زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟ — اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ یعنی پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ پیچیدہ یعنی جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیئے تھے۔ گزیدہ۔ اس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب یعنی اس کو بیتہ نہ چلا اور اس میں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھی کا

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اجل — گفت طالب را چنیں باشد عمل

اُس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے — اُس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے!

طالبِ یزداں وآنگہ عیش ونوش — بادۂ شیطان وآنگہ تیز ہوش

خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا — شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی!

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است — ہوشہا باید براں ہوشِ تو بست

تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے — تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں

تا چہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر — اے چو مرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر

پھر نشے کے وقت تجھے ہوش کہاں ہوگا؟ — اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشے کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود و برادرش شیخ الاسلام

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بود و ایں شیخ الاسلام از

تاجِ بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام کو اپنے

برادرش ننگ داشت روزے ضیا درآمد بدرسِ او و ہمہ

بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بودند بدرسِ او ضیا خدمتے کرد و بگذشت

اور بلخ کے تمام صدور اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری ضیا گفت آرے

شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہوگئے ضیا نے کہا بیشک آپ

سخت درازی پارہ در دزد از خود

بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چُرالیا

آں ضیائے بلخ خوش[3] الہام بود — دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بود

ضیا بلخی خوش طبع تھے — تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

از برائے علم خلقے پیشِ او — گشتہ دائم در ملازم دَرسِ جو

علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے — ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

تاجِ شیخ اسلام دار الملکِ بلخ — بود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ

دار الخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج — پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

[1] گفت ایں۔ غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر عظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں؟ اس کو تو نا و نوش سے بچنا چاہیئے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔

ہوش۔ انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جیسے کہ بیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی بدہوش ہے، شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا محدود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہوگیا۔

[3] خوش الہام۔ خوش مزاج۔ دادر۔ برادر۔ ملازم۔ لازمت۔ دار الملک۔ دار الخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

گرچہ فاضل بود و فحل و ذوفنون | ایں ضیا اندر ظرافت بد فزوں

اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے | یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

او بسے کوتہ ضیا بے حد دراز | بود شیخ اسلام را صد کبر و ناز

وہ بہت ٹھگنے، ضیاء بہت لمبے | شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے | آں ضیا ہم واعظے بد باہدے

ان بھائی سے، ان کو عار اور ذلت آتی | وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا | بارگہ پُر قاضیان و اصفیا

مجلس کے دن ضیاء اندر آئے | دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام | ایں برادر را چنیں نصف القیام

شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا | اس بھائی کے لئے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش | انفعالے داد حالے در خورش

جب ضیاء نے ان کے سر میں غرور دیکھا | ان کے مناسب فوراً ان کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہر مزد | اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد

انھوں نے کہا: جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کیلئے | اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس ترا خود ہوش کو و عقل کو | تا خوری مے اے تو دانش را عدو

پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے! | تاکہ تو شراب پیئے، اے عقل کے دشمن!

روت بس زیباست نیلی ہم بکش | ضحکہ باشد نیل بر روی حبش

تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگالے | حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے درآمد اے غوی | تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی

اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے! | کہ تو شراب پیئے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جستن قاعدہ | در شبِ ابرے تو سایہ جو شدہ

سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے | تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قوتِ عوام | طالبانِ دوست را آمد حرام

اگر وہ (شراب)، عوام کی خوراک کیلئے حلال ہے | دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے

لہ گرچہ۔ تمام شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحبِ علم تھے لیکن ضیاء خوش طبعی میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ آں ضیا۔ ضیاء باہدایت واعظ تھے، شیخ الاسلام کو ان کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اصفیاء۔ برگزیدہ۔

ٹ نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لئے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیاء۔ چونکہ ضیاء کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لئے فوراً ان کو شرمندہ کرنا چاہا۔ بجز مزدوری لوگوں کو مستعد بنا کر مزدوری وصول کرنے کے لئے۔ قد سروت۔ طنز کیا۔

سے پس ترا۔ زاہد کے غلام کی طرف رجوع کیا ہے۔ روت۔ حسین چہرے پر نظر بد سے بچانے کے لئے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اس کا مزید مذاق بنے گا۔ ضحکہ۔ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کے لئے حلال چیز بھی پرہیزگار کے لئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں را بادہ خونِ دل بُوَد ۔۔۔ چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُوَد

عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے ۔۔۔ اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف ۔۔۔ اے قلاوزِ خرد با صد کسوف

ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں ۔۔۔ (اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہن میں

خاک در چشمِ قلاوزاں زنی ۔۔۔ کارواں را ہالک و گمرہ کنی

تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے ۔۔۔ قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جو حقا حرام ست و فسوس ۔۔۔ نفس را در پیش نہ نانِ سبوس

جو کی روٹی (بھی)، حرام اور باعث، افسوس ہے ۔۔۔ نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار ۔۔۔ دزد را منبر منہ بر دار دار

اللہ (تعالٰی) کے راستے کے دشمن کو ذلیل کر ۔۔۔ چور کے لئے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دزد را تو دست بریدن پسند ۔۔۔ از بریدن عاجزی دستش بہ بند

تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر ۔۔۔ (اگر) تو کاٹنے سے عاجز ہے اُسکے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست ۔۔۔ گر تو پایش نشکنی پایت شکست

اگر تو اُسکے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا ۔۔۔ اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دیگا

تو عدو را مے دہی و نیشکر ۔۔۔ بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور

تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے ۔۔۔ کس لئے! کہہ دے زہر پیجئے اور خاک پھانکئے

زد ز غیرت بر سبو سنگ و شکست ۔۔۔ اُو سبو انداخت از زاہد بجست

اُسنے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا ۔۔۔ اُس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برای گوشمالِ زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو ۔۔۔ ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو

وہ (غلام) امیر کے پاس پہنچا امیر نے کہا شراب کہاں ہے؟ ۔۔۔ اُس نے ایک ایک کر کے اُسکے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شد و بر جست راست ۔۔۔ گفت بنما خانۂ زاہد کجاست

امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اٹھا ۔۔۔ بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تا بدیں گرزِ گراں کوبم سرش ۔۔۔ آں سرِ بے دانشِ مادر غرش

تاکہ میں اِس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں ۔۔۔ وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

۱ؔ عاشقاں۔ عاشق شراب کی بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ درچنیں۔ راہِ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کر سکتی ہے.... خاک مدہوش کی عقل کیا راہنمائی کرے گی وہ تو قافلہ کو گمراہ کر دے گی۔ نانِ جو۔ اگر جو کی روٹی سے بھی حقا نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیے۔

۲ؔ دشمن۔ نفس، راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت زیر رکھو اس کی عزت نہ کرو، پھانسی پر چڑھا دے۔ دزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیے لیکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ گرنہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کر دے گا۔ بہرچہ۔ اس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے؟

۳ؔ زد۔ زاہد کو غیرت آئی تو اس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ رفت۔ غلام بھاگا بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو سارا قصہ سنا دیا۔ مادر غر۔ زانیہ ماں۔

اُو چہ داند اَمرِ معروف از سگی ؎۱ | طالبِ معروفی ست و شہرگی

وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے | نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدیں سا کو کسی خود را جا کند | تا بچیزے خویشتن پیدا کند

تاکہ اِس مکر سے اپنی جگہ بنائے | تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کُو ندارد خود ہنر اِلّا ہماں | کہ تسلّس می کند با این و آں

وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اُس کے | کہ ہما شما سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ است و فتنہ کاو | دارُوی دیوانہ باشد کیرِ گاو

وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز | دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تا کہ شیطاں از سرش بیروں رود | بے لتِ خر بندگاں خر چوں رود

تاکہ اُس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے | گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے!

میر ؎۲ بیروں جست و دَبّوسے بدست | نیم شب آمد بزاہد نیم مست

امیر باہر نکلا، اور گُرز ہاتھ میں تھا | زاہد کے پاس آدھی رات کو ادھورے نشے میں پہنچا

خواست کشتن مردِ زاہد را ز خشم | مردِ زاہد گشت پنہاں زیرِ پشم

غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا | زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مردِ زاہد می شنود از میرِ آن | زیرِ پشمِ آں رسن تاباں نہاں

زاہد انسان، امیر سے وہ سن رہا تھا | رسّی بٹنے والوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رُو گفتنِ زشتیٔ مرد ؎۳ | آئینہ تاند کہ رُو را سخت کرد

بولا انسان کی بُرائی منہ در منہ | آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

رُوی باید آئینہ وار آہنیں | تات گوید رُوی زشتِ خود ببیں

آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہیئے | تاکہ تجھ سے کہے اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایتِ ؎۴ مات کردنِ دلقک سیّد شاہِ ترمذ را

ایک مسخرے کی سیّد شاہِ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت | مات کردش زُود خشمِ شہ بتاخت

بادشاہ نے مسخرے کے ساتھ شطرنج کی بازی لگائی | اُس نے اُس شاہ کو مات دیدی بادشاہ کا غصہ جلد ہی چڑھا

گفت شہ شہ واں شہِ کبر آورش | یک یک آں شطرنج می زد بر سرش

اُس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ | شطرنج کا ایک ایک مہرہ اُس کے سر پر ملتا تھا

؎۱ اُو چہ۔ امیر نے غصہ سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اُس کو اَمر بالمعروف سے کیا واسطہ وہ محض شہرت کا طالب ہے۔ جا کند۔ مرتبہ بنائے۔ کُو۔ اُس کا ہنر صرف دکھاوے کا کرنا ہے۔ فتنہ کاو۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیرِ گاو۔ بیل کا تعضیب سکھا کر اُس کا کوڑا بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

؎۲ میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبّوس۔ تازیانہ۔ زیرِ پشم۔ زاہد بھاگ کر اُون کی رسّی بانٹنے والوں کی اُون میں چھپ گیا اور وہاں میر کی بُری بھلی باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کسی کے منہ پر بُرائی کرنے کے لئے آئینہ کا سا لوہے کا چہرہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ کہہ سکے آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔

؎۳ حکایت۔ اِس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمدوں میں لپٹ کر اپنا سر ڈھک لیا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک مسخرہ۔۔۔۔ مات کردش۔ مسخرے نے بادشاہ کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ ہرنے والے کی تحقیر کے لئے لفظ شہ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے شطرنج یعنی شطرنج کے مہرے۔

۲۳

کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں
کہ اے دیّوث! لے یہ تیری شہ ہے
صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں
اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا
او چناں لرزاں کہ عور از زمہریر
وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شد
اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی
وقت شہ شہ گفتن و میقات شد
شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

بر جہید آں دلقک و در کنج رفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا
شش نمد بر خود فگند از بیم تفت
فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے
خفت پنہاں تا ز زخمِ شہ رہد
چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں
بادشاہ نے کہا، ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا، یہ کیا ہے؟
گفت شہ شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں
بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف
حق بات، لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟
با چو تو خشم آورِ آتش سجاف
آپ جیسے غصیلے آگ کے استر والے کے سامنے

اے تو مات و من ز زخمِ شاہ مات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا
می زنم شہ شہ ز زیرِ رختہات
میں کپڑوں کے نیچے سے آپکو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانۂ زاہد و بہ لگد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلہ پر شد از ہیہائے میر
جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا
و ز لگد بر در زدن و ز دار و گیر
دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زودی از چپ و راست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے
کاے مقدم وقتِ عفوست و رضاست
کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ او خشک ست و عقلش ایں زماں
اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل
کمترست از عقل و فہمِ کودکاں
بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ
زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی
و اندراں زہدش کشادے نا شدہ
اور اس زہد میں اس کو بسط حاصل نہ ہوا

لہ کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتبان۔ دیّوث۔ دستِ دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقتِ شہ۔ اب مسخرے کے لئے شہ کہنے کا وقت آ گیا۔ بر جہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

لہ گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ شہ کہنے کے لئے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

لہ چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہو گئے.... مقدم۔ پیشرو۔ مغز او۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اسکو مزید کمزور کر دیا اور پھر اس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنجِ[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار — کارہا کردہ ندیدہ مزدِ کار
اُس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا — کام کئے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبود آں کارِ اُورا خود گہر — یا نیامد وقتِ پاداش از قدر
یا تو اُس کے کام میں خود جوہر نہ تھا — یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بود آں سعی چوں سعیِ جہود — یا جزا وابستۂ میقات بود
یا اُس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی — یا بدلہ، وقتِ مقررہ سے وابستہ تھا

مر ورا درد و مصیبت ایں بس است — کاندریں وادیِ پُرخوں بیکس است
اُس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے — کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشمِ[2] پُر درد و نشستہ او بہ کنج — رو تُرش کردہ فرو افگندہ لنج
آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے — منھ بنائے ہوئے ہے ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نے یکے کحال کو را غم خورد — نیش عقلے کو بہ علّے پے برد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہو کہ اُس کی فکر کرے — نہ اس کو عقل ہے، کہ وہ شربت کی تلاش کرے

اجتہادے میکند با وہم و ظن — کار در بوک ست تا نیکو شدن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے — معاملہ ٹھیک ہونے تک "ہو" وہم میں ہے

زاں رہش دور ست تا دیدارِ دوست — کہ نجوید مغز سر از عشق پوست
اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اُس کے لئے دور ہے — کیونکہ چھلکے کے عشق سے اُس کے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے[3] او با خدا اندر عتاب — کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے — کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے با بختِ خود اندر جدال — کہ ہمہ پرّاں و ما بُریدہ بال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے — کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس ست اندر بو و رنگ — گرچہ در زہد ست باشد خوش تنگ
جو شخص بُو اور رنگ میں مقید ہے — اگرچہ وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا

تا بروں نایدازیں تنگیں مناخ — کے شود خو ہیش خوش و صدرش فراخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے — اُس کی عادت بھلی اور اُس کا سینہ فراخ کب ہوگا؟

زاہداں را در خلا پیش از گشاد — تیغ و استرہ نشاید ہیچ داد
(اسی لئے)، زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں — تلوار اور اُسترہ کبھی نہ دینا چاہیئے

---

[1] رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اُٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر یعنی اُس کی عبادت میں خلوص نہ تھا... یا نیامد۔ اعبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعیِ جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے مر ورا۔ اُس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کوئی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ وادیِ پُرخون راہِ عشق۔

[2] چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لنج ہونٹ۔ کحال۔ معالجِ چشم۔ بوک۔ بُوَد کہ "ہوسکتا ہے کہ" یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں رہ چونکہ ابھی اُس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لئے مشاہدہ کی منزل اُس سے دُور ہے ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔

[3] ساعتے کسی وقت خود اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ۔ جس میں خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تا بروں جب تک خودی کے تنگ مقام کو فنا نہ کریگا اُسکو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے لہٰذا اُسکو تنہائی میں کبھی تلوار اور اُسترہ نہ دینا چاہیئے

کز[1] ضجر خود را بدراند شکم | غصۂ آں بے مرادیہا و غم
کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ دیگا | اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مرادی ہای ایں دنیا خوش ست | با مرادی تند خوی و سرکش ست
اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں | مراد مندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہ حرا از وحشت و دیر نمودن دیدار و نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ مینداز کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کرنا کہ نہ گرایئے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں۔

مصطفےٰ را ہجر[2] چوں بفراختے | خویش را از کوہ می انداختے
حضرت مصطفےٰ ؐ پر جب فراق غلبہ پاتا | اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن | کہ ترا بس دولت ست از امر کن
حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے | کیونکہ امر کُن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں

مصطفےٰ ساکن شدے ز انداختن | باز ہجراں آوریدے تاختن
حضرت مصطفےٰ ؐ گرانے سے رُک جاتے | پھر، فراق حملہ کرتا

باز خود را سرنگوں از کوہ او | میفگندے از غم و اندوہ او
پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا | غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شدے آں جبرئیل | کہ مکن ایں اے تو شاہِ بے بدیل
پھر وہ جبرئیل ؑ خود رونما ہوتے | کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہمچنیں[3] می بود تا کشفِ حجیب | تا بیابید آں گہر را او ز جیب
پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا | یہانتک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پایا

بہر ہر محنت چو خود را می کشند | اصلِ محنتہاست ایں چونش کشند
جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپکو مار ڈالتے ہیں | یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اُسکو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مرد ماں را حیرتیست | ہر یکے از ما فدائے سیرتیست
قربان ہونے پر، لوگوں کو حیرت ہے | (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

---

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لئے بہتر ہے۔ بامراد، بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن آنحضور سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی۔ آنحضور ؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیل ؑ آکر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذاتِ اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امرکن یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل بے نظیر۔

[3] ہمچنیں۔ آنحضور ؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہر مقصود جیب میں سے نہ پا لیتے یہی کیفیت رہتی۔ بہر ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہِ حق میں فدا ہوتے ہیں اُس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اُس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کرد ست تن — بہر آں کار ز د فدای آں شدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا — اس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدای ایں فن ست — کاندر و صد زندگی در کشتن ست

بہر حال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے — جس میں فنا ہو جانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام — در دو عالم بہرہ مند و نیک نام

عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ — دونوں جہان میں نصیب ور اور نیکنام ہیں

در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست — کاندراں رہ صرفِ عمر و کشتنے ست

دنیا میں ہر شخص اس فن پر قربان ہے — کہ اس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مرجانا ہے

کشتنی اندر غروبی یا شروق — کہ نہ شائق ماند آنجائے مشوق

غروب یا شروق میں مرجانا (بجا ہے) — کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یا کرامی ارحموا[2] اہل الہوی — شانہم ورد التوی بعد التوی

اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو — انکی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر آتا ہے

عفو کن اے میر بر سختیِ او — در نگر در درد و بد بختیِ او

اے امیر! اس کی سختی کو معاف کر دے — اس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تا ز جرمت ہم خدا عفوے کند — زلتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے — تیری لغزش کو معافی سے بھر دے

تو ز[3] غفلت بس سبو بشکستہ — بر امیدِ عفو دل در بستہ

تونے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں — معافی کی امید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کن تا عفو یابی در جزا — می شگافد مو قدر اندر سزا

معاف کر تاکہ بدلے میں تو معافی حاصل کرے — تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

موشگافانِ قدر را ہوش دار — قصہ ما را تو نیکو گوش دار

تقدیرِ (خداوندی) کے نکتہ چینوں کیلئے ہوش کر — تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے

باز بشنو قصہ میراں دگر — تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے — تاکہ تجھے اس قصہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی جو ایک ذرہ خیر کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سن کر عبرت حاصل کرے۔

---

[1] اے خنک۔ راہِ حق میں فنا ہو جانا قابلِ مبارکباد ہے۔ یہ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔۔۔ مردِ حق۔ اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق یعنی حق تعالیٰ۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر لیا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو قربانی یعنی ہجرِ حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے وصل میں فنا کر دیگا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق یعنی ذاتِ باری معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہیگی بجز ذاتِ حق باقی رہیگی۔ غروبی یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہوی۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شانہم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے۔۔۔۔ عفو کن۔ محل والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تاکہ اور کیا سزا دیتا ہے۔ تا ز جرمت۔ حدیث شریف ہے ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] تو ز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے تصور کئے ہیں۔ می شگافد۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

جواب گفتنِ امیر مرآں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کردو

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی مارا چرا بشکست من دریں باب شفاعت قبول

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم

نہ کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند
امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے

بر سُبوی ما سبُو را بشکند
ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد ز کویم شیرِ نر
جب میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے

ترس ترساں بگذرد با صد حذر
سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را
بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے

مور گردد پیشِ قہرم اژدہا
اژدھا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بنجاتا ہے

بندۂ ما را چرا آزرد دل
اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟

کرد ما را پیشِ مہماناں خجل
اُس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتِ[2] کاں بہ ز خونِ او ست ریخت
وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اُس نے بہادی

ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت
اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دستِ من او کے برد
لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟

گرچہ ہمچوں مُرغ بر بالا پرد
اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بر پرش زنم
میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا

پرّ و بالِ مُردہ ریگش بر کنم
اُس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا

ور شود چوں ماہی اندر آب در
اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے

از نہیبِ من شود زیر و زبر
میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد برد از شمشیرِ من
وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا

ور کند صد حیلہ و تدبیر و فن
خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کرلے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم
اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا

از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم
اُس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اُس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری مٹکی پھوڑی، میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدھا بھی چیونٹی بن جاتا ہے۔ بندہ۔ اُس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اُسکے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے نہ بچیگا اگر یہ پرندہ بن کر اُڑے گا تو بھی تیر چلا کر خاک کردونگا۔ ور شود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اُس کو تہ و بالا کردے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچا سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اُس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

مَن بَرانَم بَر تَنِ اُو ضَربتے[1] | کہ بُوَد مَر دیگراں را عبرتے

میں اُس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا | جو دوسروں کے لئے (باعث) عبرت ہوگی

کارِ اُو سالوس و زَرق و حیلت ست | لیک مقصودش بیانِ شہرت ست

اُس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے | لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

با ہمہ سالوس و با ما نیز ہم | دادِ اُو و صد چو اُو ایں دم دہم

سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی | میں اُس کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کرونگا

بر سَرش چنداں زنم گُرزِ گراں | کز تنش بیروں رود جان و رواں

بھاری گرز اُس کے سر پر اتنے ماروں گا | کہ اُس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شدہ بد سرکشے | از دہانش می بر آمد آتشے

اُس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا | اُس کے مُنہ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ زاہد

اُس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعاں[2] از دَمِ ہیہایِ اُو | چند بُوسیدند دست و پایِ اُو

اُن سفارشیوں نے اُسکے شور و غوغا اور دعوے کی وجہ سے | اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کَشی | گر بشُد بادہ تو بے بادہ خوشی

کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے | اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سرمایہ ز لُطفِ تو بَرَد | لُطفِ آب از لُطفِ تو حسرت خورد

شراب آپکے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے | پانی کا لُطف آپ کے لُطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کُن بہ بخشش اے رحیم | اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم

اے رحم کرنیوالے! بادشاہی کر اسکو بخش دے | اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قد و خد | جُملہ مستاں را بُوَد بر تو حسد

ہر شراب اِس قد اور رُخسار کی غلام ہے | تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مے گلگوں نہ | ترک کُن گلگونہ تو گلگونہ

تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے | تو گلگوں کو چھوڑ، تو خود گلگوں ہے

---

[1] ضربتے۔ الخ۔ کہ بُوَد۔ اُس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اور اُن کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ کارِ اُو۔ اُس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اور یہ طریقہ اُس نے اپنی شہرت کا تلاش کیا ہے سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اُس کو اور اُس جیسے سینکڑوں کو سزا دونگا۔ خشم۔ اُس امیر کو اس قدر غصہ آرہا تھا کہ اُس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

[2] آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بشُد۔ امیر سے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

[3] ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہے کہ مست اُس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپ کا رنگ خود گلگون ہے آپ کو گلگوں شراب کی اور گلال کی کیا ضرورت ہے۔

اے[1] رُخِ چوں زُہرہ ات شمسُ الضحٰی — اے گدای رنگِ تو گلگونہا

تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے — گال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں — ز اشتیاقِ رُوی تو جوشد چُناں

چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے — تیرے چہرے کے شوق میں اِس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا، چہ خواہی کرد، نم — وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم

اے مجسّم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟ — اے مجسّم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد — اے کہ خور در پیشِ رُویت رُوی زرد

اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟ — اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی — تو چرا خود منّتِ بادہ کشی

تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے — تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ[2] کرّمناست بر فرقِ سرت — طوقِ اَعطیناک آویزِ برت

تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے — "ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہرست انسان و چرخ اُو را عرض — جملہ فرع و سایہ اند و اُو غرض

انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے — سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش — چوں چنینی خویش را ارزاں فروش

اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں — تو اپنے آپ کو اِتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے!

خدمتت[3] بر جملہ ہستی مفترض — جوہرے چوں مزد خواہد از عرض

تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے — جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

علم جوئی از کُتبہا اے فسوس — ذوق جُوئی تو ز حلوای سبوس

ہائے افسوس تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہو — تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شدہ — در سہ گز تن عالمے حیراں شدہ

تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے — تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع — تا بجوئی زو نشاط و انتفاع

شراب، یا جماع یا سماع کیا ہوتا ہے؟ — کہ تو اُس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

انسان کو علم کثرتِ حاصل کرنا چاہیئے۔ حلوایِ سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحرِ علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اُس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیئے۔ نم۔ قطرہ۔ در سہ۔ صوفیا کے نزدیک انسان عالمِ اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیاوی لذتیں فانی ہیں۔ اِنتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

[1] اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منوّر ہے اور گال آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گال۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ۔ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ وے۔ آپ مجسّم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی۔ آپ خود مجسّم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے۔

[2] تاجِ کرّمنا۔ کائنات پر انسانی فضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے" قرآن پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر "بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے" اگرچہ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت ہے لیکن یہ فضیلت آنحضورؐ کو انسانِ کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر۔ سینہ، بغل۔ جوہرست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا "جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے" چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اُس کو اپنے آپ کو رائیگاں نہ کرنا چاہیئے۔

[3] خدمتت۔ کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ ترجمہ۔

آفتاب[1] از ذرہ کے شُد وام خواہ
سورج، ذرے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟

زُہرہ از خمرہ کے شُد کام خواہ
زُہرہ، انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟

جان بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف
بے کیف جاں، کیف میں مُقید ہو گئی

آفتابے حبسِ عُقدہ اینت حیف
سورج عُقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں مَیَم
اُس نے کہا نہیں نہیں میں اُس شراب کا دوست ہوں

من بذوقِ ایں خوشی قانع نِیَم
میں اِس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں

کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید
بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

من[2] چُناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں
میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح

کژ شوم گاہے چُناں گاہے چُنیں
جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں

کہ ز بادش گونہ گونہ رقصہاست
جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کردست با شادیِ مے
جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو

ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے
اِس خوشی کو کب پسند کرتا ہے! اے صاحب کب!

انبیا زاں زیں خوشی بیروں شُدند
انبیاء اِس خوشی سے اسی لئے علیحدہ ہو گئے

کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے

زانکہ جانِ شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود
کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے

ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمود
یہ خوشیاں اُن کے لئے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کرا نورِ حقیقی رُو نمود
جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو

کے شود قانع بتاریکی و دُود
وہ اندھیرے اور دھوئیں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوعُ اطعام اللہ خورد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے

کے زنان و شوربا حسرت برَد
وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ باشد خُفتہ اندر گلستاں
اور جو شخص گلستاں میں سویا ہوا ہو

میلِ گلخن کے کند چوں ابلہاں
وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

[1] آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمکدار ہے۔ جاں۔ روح مجرد وہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عُقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اُس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شرابِ معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اِس شراب سے مستی کیوں حاصل کریگا۔ انبیا۔ انبیاء کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کہ۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُرْزَقُ بِہٖ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیا جاتا ہے۔" گلستان۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں کند مستسقی از آب اجتناب — چوں کند مخمور دوری از شراب
استسقا کا مریض، پانی سے کیسے پرہیز کرے؟ شرابی، شراب سے کیسے دور ہو؟

سیر نبود ہیچ عاشق از حبیب — صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے — کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

با بتِ زندہ کسے چوں گشت یار — مردہ را چوں در کشد اندر کنار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو — وہ مردے سے بغل گیر کب ہو گا؟

مردہ را کس در کنار آرد مگر — کو ندارد در جہاں از دل خبر
ہاں، مردے کو وہ بغل میں لے گا — جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ

اس آیت کی تفسیر کہ اور بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے،

کہ در و دیوار و عرصہ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت

ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدُّنیا جیفۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں

اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے جیفہ
اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی، مردار کو

را از برائے مردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوئی زشت
اس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ اند — نکتہ دانند و سخن گویندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرہ ذرہ زندہ ہے — وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مردہ شاں آرام نیست — کایں علف جز لائقِ انعام نیست
مردہ جہان میں اُن کو راحت نہیں ہے — کیونکہ یہ چارہ چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بود بزم و وطن — کے خورد او بادہ اندر گولخن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو — وہ بھٹی میں شراب کب پیئے گا؟

---

۱ چوں کند۔ جس طرح استسقا کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

۲ با بتِ زندہ۔ یعنی عالم آخرت کا عاشق۔ مردہ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اس آیت میں عالم آخرت کی زندگی اور دنیا کی مردگی بتائی ہے۔

۳ جیفۃ۔ مردار۔ لاش۔ یعنی اہل آخرت۔ علف چیونٹا، چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک علیّیں[1] بُوَد ‏ ‏ جایِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُوَد
پاک روح کا مقام علیین ہے ‏ ‏ ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے

جایِ بُلبل گُلبن و نسریں بُوَد ‏ ‏ کِرم را باشد کش وطن سرگیں بُوَد
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے ‏ ‏ کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طہور ‏ ‏ بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے ‏ ‏ اِن اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے

ہر کرا عدلِ عمرؓ ننمود دست ‏ ‏ پیشِ اُو حجّاجِ خونی عادل ست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا ‏ ‏ اُس کے لئے خونی حجاج منصف ہے

دختراں را لُعبتِ مُردہ دہند ‏ ‏ کز لعبِ زندگاں بے آگہند
لڑکیوں کو مُردہ گڑیاں دیتے ہیں ‏ ‏ کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فتوّت زورِ دست ‏ ‏ کودکاں را تیغِ چوبیں بہتر ست
جب کہ جوانی کی قوتِ بازو نہیں رکھتے ہیں ‏ ‏ بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا ‏ ‏ کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
کافر انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں ‏ ‏ جو کہ انھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں[2] جہاں مارا چو روزِ روشنے ست ‏ ‏ ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے ‏ ‏ ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ در جہاں ‏ ‏ واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے ‏ ‏ اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس ‏ ‏ واں دگر با حق بگفتار و انیس
اُن کا یہ مُنہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے ‏ ‏ اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

گوشِ[3] ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن ‏ ‏ گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن
ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے ‏ ‏ اُنکی جان کا کان کُن کے رازوں کو جذب کرنے والا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حلیہ بشر ‏ ‏ چشمِ سر حیرانِ مازاغ البصر
ظاہری آنکھ انسان کے حُلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے ‏ ‏ باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکند داد و ستد ‏ ‏ دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے ‏ ‏ باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے دَر پر ہے

[1] علیّین۔ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجّین۔ جہنم کا بُرا مقام ہے۔ کِرم۔ کیڑا۔ سرگین۔ گوبر۔ بہر۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شراب طہور پیتے ہیں۔ مُرغانِ کور۔ دنیا دار۔ حجّاج۔ یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لُعبت۔ کھلونا گڑیا۔ لعبِ زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فتوّت۔ جوانی۔ نقش یعنی بت تصویر۔

[2] واں جہاں۔ چونکہ ہمارے لئے عالم آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ۔ تصویر نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالم بالا پر ہوتا ہے۔ ایں دہاں۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرت حق کے ساتھ معروف رہتے ہیں۔

[3] گوشِ ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر۔ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حُلیے دیکھتے ہیں۔ مازاغ البصر۔ حضورؐ کے بارے میں ہے کہ آپکی آنکھ نے نہ کجی برتی اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیاء مشاہدۂ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صوافؔ[1] — پایِ معنیٰ فوقِ گردوں در طواف

ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے — باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں — ایں دُرونِ وقت و آں بیرونِ حِیں

تو اُس کے جزو جزو کو اسی طرح گِن لے — یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل — واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل

یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے — اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہستؔ[2] یک نامش ولیُّ الدولتین — واں دِگر نامش امامُ القبلتین

اُس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے — اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند — ہیچ غیمے مر وُرا غامّم نماند

تنہائی اور چلّہ کشی، اُس کے لئے ضروری نہ رہی — کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قرصِ خورشید ست خلوت خانۂ اش — کے حجاب آرد شبِ بیگانۂ اش

اُس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیہ ہے — اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

علّتؔ[3] و پرہیز شُد بُحراں نماند — کفرِ اُو ایماں شُد و کفراں نماند

بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بُحران نہ رہا — اُس کا کفر ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں الف از استقامت شُد بہ پیش — اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش

الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا — اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خوہائے خویش — شُد برہنہ جاں بجاں افزای خویش

وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا — ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانیوالے کیجانب روانہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہِ فرد — شاہ ہش از اوصافِ قُدسی جامہ کرد

جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا — شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ — بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ

اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا — کنوئیں سے رُتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

اینچنیں باشد چو دُرد صاف گشت — از بُنِ طشت آمد اُو بالائے طشت

یہی ہوتا ہے جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے — طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آ جاتی ہے

لہٰذا اُس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ اینچنیں۔ جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آ جاتی ہے۔

[1] صوّاف۔ صف بندی کرنیوالے۔ آیں۔ یعنی جسمِ ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے۔ واں۔ یعنی جسمِ علوی قیدِ زمان اور مکان سے پاک ہے۔ اینکہ۔ یعنی جسمِ عنصری۔ اجل۔ موت۔ قرن۔ قرین ساتھی یعنی جسمِ علوی اَبدی اور ازلی ہے۔
[2] ہست۔ جس طرح اُس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ ولیُّ الدولتین۔ دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی۔ امامُ القبلتین۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔ خلوت۔ اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلّہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے رات اُس کے لئے حجاب نہیں بن سکتی۔ شبِ بیگانہ۔ یعنی اُس کے لئے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اُس کے لئے حجاب نہیں ہے۔
[3] علّت۔ یعنی نہ اُس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔ بُحران۔ مرض کی شدت۔ پیشی۔ درگاہ اُلوہیت۔ گشت۔ وہ اپنے اوصافِ بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اُس کو پہنا دیا۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔ خلعتے۔ اب چونکہ وہ اوصافِ خداوندی سے متصف ہے

ذرِّ بنِ طشت ارچہ بُود اُو دردناک
طشت کی تہ میں وہ دردمند کیوں تھی ؟

شومیِ آمیزشِ اجزایِ خاک
خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) ہے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تو

ورنہ اُو در اصل بس برجستہ بُود
ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِھْبِطُوا انگیختند
جب انھوں نے " نیچے اترو " کا عتاب برپا کیا

ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
اس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُود ہاروت از ملائک بیگماں[2]
ہاروت یقیناً فرشتوں میں سے تھا

از عتابے شُد معلّق ہمچناں
وہ عِتاب کی وجہ سے اِس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شُد کہ از سر دور ماند
وہ اوندھا اِس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دُور ہوگیا

خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
اس نے اپنے آپ کو سر بنایا ، تنہا آگے چلدیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا

کرد استغنا و از دریا بُرید
اس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جُدا ہوگئی

در جگر چوں قطرہ آبش نماند
جب اس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا

بحرِ رحمت کرد اُو را باز خواند
سمندر نے رحم کیا ، اُس کو واپس بُلا لیا

رحمتِ بے عِلّتے بے خدمتے
بغیر سبب ، بغیر تکلیف کے رحمت

آید از دریا مبارک ساعتے
دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اَللہ اَللہ گردِ دریا باز گرد[3]
خدا کے لئے ، دریا کی جانب واپس ہو

گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد
اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لطفِ بخشایش گری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے

سُرخ گردد رُوی زرد از گوہری
جوہر بننے سے زرد چہرہ سُرخ ہوجائے

زردیِ رُو بہترینِ رنگہاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے اچھی ہے

زانکہ اندر انتظارِ آں لِقاست
کیونکہ وہ اُس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست
لیکن اُس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے

بہرِ آں آمد کہ جانش قانعست
اس لئے آئی ہے کہ اُس کی جان قانع ہے

جو غم واندوہ سے زرد ہے اُس میں جوہر پیدا ہو جائے گا اور وہ سُرخرو ہو جائے گا۔ زردی ۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد ، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیک سُرخی ۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اُس کا چہرہ سُرخ رہتا ہے۔

[1] ذرِّ بنِ ۔ طشت کی تہ میں اُس وقت تنگ ہے جب تک کہ اُس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش ۔ جسمانی علائق نے اُس روح کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب ۔ حضرت آدم کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ہوا اسی لئے روح کو جسم کے کنوئیں میں آویزاں کر دیا گیا۔

[2] بُود ہاروت ۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالےٰ کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنوئیں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں ۔ وہ اِس لئے سرنگوں ہوا کہ اُس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آں سبد ۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہو گئی اُس پر سمندر نے رحم کیا اور اُس کو دوبارہ بُلا لیا۔ روح کو جب ذلّتِ افتقار بدرجۂ اتم محسوس ہوئی اور شائبۂ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اُس کو واپس بُلا لیا۔

[3] اللہ اللہ ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیئے۔ اہلِ دریا ۔ یعنی اہل اللہ ۔ بار ۔ کثرت کے لئے ہے جس طرح رنگہا ، رود بار ۔ سُرخ ۔ وہ چہرہ

کہ[1] طمع لاغر کند زرد و ذلیل — نے ز درد و علت آید آں علیل
کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے — وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند روی زردِ بے سقم — خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم
جب بغیر بیماری کا زرد چہرہ دیکھتی ہے — جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو — مُصطفےٰ گوید کہ ذلّت نفسہٗ
جب تو نے اللہ تعالیٰ کے انوار سے طمع وابستہ کر دی — مصطفےٰ فرماتے ہیں کہ اُس کا نفس ذلیل ہو گیا

نُورِ بے سایہ لطیف و عالیست — آں مُشبّک سایۂ غربالیست
بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے — جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں[2] عُریاں ہمی خواہند تن — پیشِ عِنّیناں چہ جامہ چہ بدن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں — نامردوں کے لئے کیا کپڑا، کیا بدن؟

روزہ داراں را بُود آں نان و خواں — خر مگس را چہ ابا چہ دیگ داں
وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لئے ہے — بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا، کیا چولھا؟

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں و طاعناں را حل کن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروت نیست

شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حدّ و اندازست بیش — اے ایازا کنوں بگو احوالِ خویش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے — اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوالِ[3] خود را اے ایاز — گرچہ تصویرِ حکایت شد دراز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا — اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی — تو بدیں احوال کے راضی شوی
تیرے احوال، نئی کان کے ہیں — تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کُن ازاں احوالِ خوش — خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر — پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

[3] احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو چکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا۔ شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

[1] کہ طمع۔ جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رُو رہتے ہیں۔ نے ز درد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطبا ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کر دیتا ہے تو اُسکے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ۔ جب بشری صفات بالکل فنا ہو جاتی ہیں تو سالک کو نور بے سایہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نورِ بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اُس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔ [2] عاشقاں۔ جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے خالی ہونا چاہتے ہیں نامرد کو اِس کی کوئی پروا نہیں ہوتی روزہ دار جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہو جاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے دنیادار جو بڑی مکھی جیسے ہیں اُنکے لئے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاٹتے ہیں۔ بتاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔

حالِ باطن گر نمی آید بگفت — حالِ ظاہر گویمت در طاق و جفت

باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آسکتا — میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لطفِ یار تلخیہای مات — گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات

کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے — جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہوگئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود — تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود

اگر اُس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے — سمندر کا کھاراپن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں — باز سوی غیب رفتند اے امیں

اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال — اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ ہر روزے بہ دی مانند نے — ہمچو جو اندر روش کش بند نے

ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے — جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر — فکرتِ ہر روز را دیگر اثر

ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے — ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں مہماناں و عارفِ صابر در آں اندیشہا چوں مرد مہمان دوست غریب نوازی از خلیل وار

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف، صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کیطرح ہے

ہست مہمان خانہ ایں تن اے جواں — ہر صباحے ضیفِ نو آید دواں

اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے — ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دم بدم — ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم

نہیں میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے — خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رو شو اے خلیل — در مبند و منتظر شو در سبیل

اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن — دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہر چہ آید از جہانِ غیب وش — در دلت ضیف است اورا دار خوش

غیب جیسے جہان سے جو آئے — وہ تیرے دل میں مہمان ہے اُسکو خوش رکھ

لہ حالِ باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال نا قابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خاص اور تشبیہات کیساتھ بتائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خاص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سناتا۔ کہ ز لطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں۔ زاں۔ اُن تلخیوں کا اسقدر شیریں ہوتی ہے کہ اگر اُسکا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھاراپن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالم غیب کیطرف چلے جاتے ہیں۔

۲ حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آجاتا ہے جسطرح نہر کا پانی گزرتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی مسافر مہمان کو نوازتا ہے۔

۳ ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بنکر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم

هین مگو کیں ماند اندر گردنم — کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم

خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا — کیونکہ وہ ابھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائیگا

حکایتِ آں مہمان و زنِ خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

و مہمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قنق — ساخت اُو را ہمچو طوق اندر عنق

ایک میزبان کے یہاں بے وقت مہمان آ گیا — اُس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُو را کرامتہا نمود — آں شب اندر کوئ ایشاں سور بود

اُسکے لئے دسترخوان بچھایا، تواضع کی — اُس رات میں اُن کی گلی میں شادی تھی

مرد زن را گفت پنہانی سخن — کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا — اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ ما را بگستر سوئ در — بہرِ مہماں گستراں سوئ دگر

ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا — مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم — سمع و طاعت اے دو چشمِ روشنم

بیوی نے کہا خدمت بجالاؤنگی، خوش ہونگی — اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن — سوئ خانۂ سور کرد آنجا وطن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی — شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش — نُقل بنہادند از خشک و تَرش

مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے — خشک اور کھٹا چبینا اُنھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتجب — سرگذشت نیک و بد تا نیم شب

دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا — آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں زخواب و از سمر — شد دراں بستر کہ بُد آں سوئ در

اُسکے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان — اُس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت — کہ ترا ایں سوست اے جان جائ خفت

شوہر نے شرمندگی کیوجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا — کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے

ملہ ہین۔ کبھی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار بنایا غذا دے کر۔ خانہ۔ گھر والا۔ بیگہاں بے وقت قنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ سور۔ شادی بیاہ۔

ملہ مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ بسترِ ما را۔ میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔ سمع و طاعت۔ سُننا اور کرنا۔

ملہ خانۂ سور۔ شادی والا گھر۔ نُقل۔ چبینا۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتجب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لئے دوسرا بستر ہے۔

کہ برای خوابِ تو اے بُوالکرم[1] — بستر آں سوئے دگر افگندہ ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن اُو دادہ بوُد — گشت مبدل واں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سوگیا

آنشب آنجا سخت باراں در گرفت — کز شکوہِ ابر شاں آمد شگفت

اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہوگئے

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو — سوئے در خفتہ است و آنسو آں عمو

بیوی آئی، اِس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن ننگی ہوکر فوراً لحاف میں گھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں — خود ہماں آمد ہماں آمد ہماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں — وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ[2] مہماں را گل و باراں نشاند — بر تو چوں صابونِ سُلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا — تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہوگیا

اندریں باران و گل اُو کے رود — بر سر و جانِ تو اُو تاواں شود

اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا — آپ کے سر اور جاں پر وہ تاوان بنے گا

زود مہماں جست و گفت اے زن بہل — موزہ دارم من ندارم غم ز گل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے — میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رواں گشتم شمارا خیر باد — در سفر یکدم مبادا روح شاد

میں چل دیا، تم سلامت رہو — خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کیلئے بھی روح خوش نہ ہو

تا کہ زُوتر جانبِ معدن رود — کایں خوشی اندر سفر رہزن شود

تاکہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے — کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بنجاتی ہے

زن پشیماں شد ازاں گفتارِ سرد — چوں رمید و رفت آں مہمان فرد

عورت اُس سرد (بے مہری کی) بات سے شرمندہ ہوگئی — جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر — گر مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اُس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر — میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی۔ آنشب۔ اُس رات ایسی بارش ہوئی کہ اُسکے ابر کو دیکھکر ڈر لگتا تھا۔ عریاں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھکر اُسکے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھکر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[2] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کیوجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لئے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا۔ گل نہ کچھ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[3] من رواں گشتم۔ چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ وہ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ و زاریِ زن سودے نداشت ۔۔۔ رفت و ایشاں را دراں حسرت گذاشت

عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا ۔۔۔ وہ چلا گیا ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا

جامہ[1] اَزرق کردزاں پس مردوزن ۔۔۔ صورتش دیدند شمع بے لگن

میاں بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کرلئے ۔۔۔ انھوں نے اُسکی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشد و صحرا از نورِ شمعِ مرد ۔۔۔ چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد

وہ جارہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے ۔۔۔ بہشت کی طرح، رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را ۔۔۔ از غم واز خجلت ایں ماجرا

اُس نے اپنے گھر کو، مہمان خانہ بنا دیا ۔۔۔ اِس قصّہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو از راہِ نہاں ۔۔۔ ہر زماں گفتے خیالِ میہماں

مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں ۔۔۔ ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ[2] بدم یارِ خضر صد گنجِ جود ۔۔۔ می فشاندم لیک روزی تاں نبود

کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے ۔۔۔ میں نے بکھیرے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روز بینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اوّل روز در خانہ فرود آید و تحکّم و بدخوی کُند و فضیلتِ مہمانداری و نازِ مہمان کشیدن

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اُس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن، گھر میں آتا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بد مزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز ۔۔۔ آید اندر سینہ ہر روز نیز

ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر ۔۔۔ ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں ۔۔۔ زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں

اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ ۔۔۔ کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند ۔۔۔ کارسازیہائے شادی میکند

غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے ۔۔۔ وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ می روبد بہ تُندی اُو ز غیر ۔۔۔ تا در آید شادیِ نو ز اصلِ خیر

وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے ۔۔۔ تاکہ اصلِ خیر سے، نئی خوشی آئے

[1] جامہ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورتت۔ اُس مہمان سے جنگل روشن ہو رہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اُس میزبان نے اِس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ بدم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمہیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمہارے مقدر میں نہ تھا۔ یارِ خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خار کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بد مزاج مہمان سمجھ جس کی بہرحال خدمت کرنی ہے تحکّم۔ حکم چلانا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اسی لئے ہے کہ اُس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکرِ غم۔ غم کا فکر بہت سی خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خانہ۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصلِ خیر۔ اللہ تعالیٰ۔

میفشاند برگِ زرد از شاخِ دل [۱]
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے
تا بروید برگِ سبزِ متصل
تاکہ مسلسل سبز پتے اُگ آئیں

می کَنَد اُو بیخ سَروِ کُہنہ را
وہ پُرانے سرو کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے
تا خرامد سروِ نو از ما ورا
تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرو جھومے

غم کَنَد بیخِ کژِ بوسیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے
تا نماید بیخ رُو پوشیدہ را
تاکہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کر دے

غم ز دل ہر چہ بریزد یا بَرَد
غم، دل سے نکالتا یا لاتا ہے
دَرعوض حقّا کہ بہتر آوَرَد
یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں
خصوصاً اس کے لئے جس کو یہ یقین ہو
کہ بُوَد غم بندۂ اہلِ یقیں
کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر تُرش رُوئی نیارَد اَبر و بَرق [۲]
اگر ابر اور بجلی بد مزاجی نہ کرے
رَز بسوزد از تبسمہای شرق
مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سَعد و نحس اندر دلت مہماں شَوَد
تیرے دل میں اچھا اور بُرا مہمان ہوتا ہے
چوں ستارہ خانہ خانہ میرَوَد
ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ اُو مقیمِ بُرجِ تُست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے
باش ہمچوں طالعش شیریں و چُست
تو اس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن

تا کہ با مہ چوں شود اُو متصل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے
شُکر گوید از تو با سُلطانِ دل
دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایّوبؑ با صبر و رضا [۳]
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کیساتھ سات سال
در بلا خوش بُود با ضیفِ خدا
خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلای سخت رُو
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو
پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ اُو
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اسکا شکریہ ادا کرے

کز محبت با منِ محبوب کُش
کہ محبوب کُش کے ساتھ محبت سے
رُو نکرد ایوبؑ یک لحظہ تُرُش
(حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خُدا
وفاداری اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے لحاظ سے
بُود چوں شیر و عَسَل اُو با بلا
وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

---

[۱] می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ آورد عالمِ غیب سے۔ غم پرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر آورد یعنی روح کی صفائی و طبعی کا خیال۔ اہلِ یقین۔ غم ان کی رضامندی سے ان کے پاس آتا ہے۔

[۲] گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی تُرش روئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ مسکنے سے خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ آو۔ یعنی خیال۔ برج میں دل۔ تاکہ۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شکر گذاری کا ذکر کرے۔

[۳] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ ضیفِ خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔۔ محبوب کُش۔ بلکہ وہ غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ یعنی حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینہ در آید نو بنو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے

خند خنداں پیشِ اُو تو باز رو
تو ہنستا ہنستا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذْنِی خَالِقِی مِنْ شَرِّہٖ
کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اسکے شر سے پناہ دے

لَا تُحَرِّمْنِی اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ
مجھے محروم نہ کر، مجھے اُس کی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِی اَنِ اشْکُرْ مَا اَرٰی
اے رب! جو کچھ دل میں خیال کروں میں جو دیکھتا ہوں اُس کا شکر ادا کروں

لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّی اِنْ مَّضٰی
اگر وہ چلا جائے، اُس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرش را پاسدار
تُرش رو خیال کا تو لحاظ کر

آں تُرش را چوں شکر شیریں شمار
تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو تُرش
ابر اگرچہ بظاہر تُرش رُو ہے

گلشن آرندہ ست ابر و شورہ کُش
وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو ختم کرنے والا ہے

فکرتِ[2] غم را مثالِ ابر داں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ

با تُرش تو رو تُرش کم کُن چُناں
اِس طرح تو تُرش رو کے ساتھ تُرش روئی نہ کر

بُو کہ آں گوہر بدستِ اُو بُوَد
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اُس کے ہاتھ میں ہو

جہد کُن تا از تو اُو راضی رَوَد
کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

ور نباشد گوہر و نبود غنی
اگر گوہر (بھی) نہ ہو اور وہ مالدار بھی نہ ہو

عادتِ شیریں خود افزوں کُنی
تو تو اپنی شیریں عادت بڑھالے گا

جای دیگر سُود دارد عادتت
تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہوگی

ناگہاں روزے بر آید حاجتت
اچانک، کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکرتے[3] کز شادیت مانع شود
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو

آں بامر و حکمتِ صانع شود
وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بناء پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں
اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ

بُو کہ نجمے باشد و صاحبقراں
ہو سکتا ہے، کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرع ست اُو را اصل گیر
تو (اُس کو) شاخ نہ کہہ اُس کو جڑ سمجھ

تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر
تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

ور تو آں را فرع گیری و مُضِر
اگر تو اُس کو شاخ اور مُضر سمجھے گا

چشمِ تو در اصل باشد مُنتظر
تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی

---

[1] فکر۔ جو نئے نئے افکار دل میں آئیں انکو ہنسی خوشی قبول کرو۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالےٰ اِس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اُس کی بھلائی سے محروم نہ کر جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اسکے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اُس پر صبر کیوں نہ کیا۔ اَبر۔ زمین کے لئے ابر تُرش رو ہے لیکن وہی چمن پیدا کرتا ہے اور اُس کے شور پن کو زائل کر دیتا ہے۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اسکے فوائد پر غور کر۔ بُو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ اُس فکر میں تیری خیر مُضمر ہو۔ ور نباشد۔ اگر خیر بھی مُضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں لامحالہ اضافہ کا سبب ہے۔ جای دیگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور اُس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار دانگ یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زُحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اُس فکر کو اصل سمجھ اور اُسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد رسی ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اسکا منتظر رہیگا۔

زہر آمد[1] انتظار اندر چشش | دائما در مرگ باشی زاں رَوِش

انتظار ذائقہ میں زہر ہے | اس روش سے تو ہمیشہ موت میں رہیگا

اصل داں آنرا بگیرش در کنار | باز رہ دائم ز مرگِ انتظار

اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے | موت کے انتظار سے، ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختنِ سلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش | صدقِ تو از بحر و از کوہ ست بیش

اے نیاز مند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! | تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عِثار | کہ رود عقلِ چو کوہت کاہ وار

نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے | کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نے[2] بوقتِ خشم و کینہ صبر ہات | سُست گردد در قرار و در ثبات

نہ غصہ اور کینے کے وقت تیرے صبر | ٹھکاؤ اور جماؤ میں سُست ہوتے ہیں

ہست مردی این نہ آں ریش و ذکر | ورنہ بودے میرِ میراں کیرِ خر

مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ | ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال | کے بود ایں جسم را آں جا مجال

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے | وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

روحِ حیواں را چہ قدر ست اے پسر | آخر از بازارِ قصاباں گذر

اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ | آخر قصائیوں کے بازار سے گزر

صد ہزاراں[3] سر نہادہ بر شکم | ارزشاں از دُنبہ و از دُم کم

لاکھوں سریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں | جن کی قیمت چکتی اور دُمچی سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو | در پئے شہوت مکن دل را گرو

جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن | شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت بر کند | زندہ ات در گورِ تاریک افگند

ورنہ شہوت تیرا گھر بار اُکھاڑ دے گی | تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

روسپی باشد کہ از جولانِ کیر | عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر

رنڈی ہوگی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے | اُسکی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

---

[1] زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کسی وقت سے آگاہ ہو اُس کو علماء کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے یہی اسماء و صفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنا لیا ہو۔ عِثار۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

[2] نے کے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پائے۔ داڑھی اور آلۂ تناسل پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجالٌ ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح متقی ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوانی نہیں ہے۔

[3] صد ہزاراں۔ روح حیوانی کی ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جا کر دیکھے۔ ارزی۔ قیمت۔ شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ رکیبی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیتؔ پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اِس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بُود ست اُو را دُخترے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی

زُہرہ خدّے مہ رُخے سیمیں برے
زُہرہ جیسے رخسار والی، چاند جیسے چہرے والی، چاندی کے جسم والی

گشت بالغ داد دُختر را بشو
وہ بالغ ہو گئی اُس نے وہ شوہر کو دے دی

شو نبُود اندر کفایت کُفو اُو
شوہر حیثیت میں اُس کا ہمسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شُد آبناک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے

گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
اگر تو اُس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائیگا

چوں ضرورت بود دُختر را بداد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی

او بنا کُفوے ز تخویفِ فساد
اُس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفتؔ دُختر را کزیں داماد تو
اُس نے لڑکی سے کہا کہ تو اِس داماد سے

خویشتن پرہیز کُن حامل مشو
اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بُود عقدِ ایں گدا
اِس لئے کہ اِس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی

ایں غریبِ خوار را نبُود وفا
اِس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہو گی

ناگہاں بجہد کُند ترکِ ہمہ
اچانک بھاگ جائیگا، سب کو چھوڑ دے گا

بر تو طفلِ اُو بماند مظلمہ
اُس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دُختر اے پدر خدمت کُنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی

ہست پندت دلپذیر و مُغتنم
آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر
ہر دوسرے اور تیسرے دن، وہ باپ

دُخترِ خود را بفرمودے حذر
لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایںؔ چنیں قومے بعالم ہم بُدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے

کز چنیں نوعے نصیحت گر شُدند
کہ اِس طرح کی نصیحت کرنیوالے ہوئے ہیں

حاملہ شُد ناگہاں دُختر ازو
اچانک لڑکی اُس سے حاملہ ہو گئی

چونکہ بُد ہر دو جواں خاتون و شو
چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش
اُس نے اُس کو باپ سے چھپائے رکھا

پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا

لہ وصیت پدر۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہو گئی تھی۔ سیمین بر۔ چاندی جیسے جسم والی۔ کفو۔ ہمسر۔ آبناک۔ پانی والا۔ تخویف فساد یعنی جوان لڑکی سے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

لہ گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ عقد یعنی نکاح۔ بجہد یعنی چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔ مظلمہ ظلم کی پاداشت۔ بچاؤ۔

لہ ایں چنیں۔ مولانا کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی بیہودہ نصیحتیں کرتے ہیں۔ کودک۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔

گشت پیدا گفت بابا چیست ایں
وہ ظاہر ہو گیا، باوا نے کہا یہ کیا ہے؟
من نہ گفتم کہ ازو دوری گزیں
میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر

آں وصیتہای من خود باد بود
وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوئیں
کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کنم پرہیز من
اس نے کہا آبا! میں کیسے بچتی؟
آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟
یا در آتش کے حفاظست و تقاست
یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سوی او مرو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اسکے پاس جا؟
تو پذیرای منی او مشو
یہ کہا تھا، تو اسکی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمان حال و انزال و خوشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت
خویشتن باید کہ ازوے در کشی
چاہئے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت کے دانم کہ انزالش کیست
اسنے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اسکو انزال کب ہوگا؟
ایں نہانست و بغایت دور دست
یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلاپیسہ شود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں
فہم کن کاں وقت انزالش بود
سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلاپیسہ شدن
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک
کور میگردد ز شہوت چشم من
شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقل حقیرے پایدار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے
وقت حرص و وقت جنگ و کارزار
حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصف ضعف دلی و سستی صوفی سایہ پروردہ مجاہدہ

اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے

ناکردہ، درد و داغ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بوس
ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی

عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودن ایشاں کہ
اور احترام سے دیکھنے، اور ان کی انگلی اٹھانے سے

لہ باد۔ یعنی میری نصیحت ہوا تھی جو اڑ گئی۔ گفت۔ لڑکی نے باپ سے کہا پنبہ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظ۔ نگہداشت۔ تقا۔ بچاؤ۔ گفت۔ باوا نے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ منی۔ یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو علیحدہ کر لینے کو کہا تھا۔

لہ گفت۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دست۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلاپیسہ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفت۔ لڑکی نے کہا اس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوتی تھی۔ وقت حرص۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔

لہ وصف۔ ان صوفی صاحب کے قصہ سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت ان کی عقل بیکار ہو گئی تھی یہ صوفی صاحب، خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشت۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست غرہ شُدہ و لُو ہم بیمار شد چو[۱]

کہ آجکل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آگیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا

آں مُعلم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری و بایں وہم کہ من مجاہدم

اُس اُستاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں

مرا دریں راہ پہلوان میدانند باغازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر

لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہ میں ظاہری

نیز بنمایم جہاد کہ در جہادِ اکبر مُستثنیٰ اَم جہادِ اصغر خود پیشِ

جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا

من چہ محل دارد و خیالِ شیر دَر دیدہ و دلیریہا کردہ و مست

وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جماکر اور ان

ایں دلیریہا شُدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیر و

بہادریوں میں مست ہوکر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور

شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ[۲] ثُمَّ

شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے پھر

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا	ناگہاں آمد قطار یق و وغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا	اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہوگئی
ماند صوفی با بُنہ و خیمہ و ضعاف	فارساں راندند تا صفِ مصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کیساتھ رہ گیا	شہسواروں نے میدانِ جنگ کی صف کیطرف گھوڑے دوڑا دیے
مُثقلانِ خاک بر جا ماندند	سابقُونَ السَّابِقُونَ در راندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے	سبقت کرنیوالے پیش قدم آگے دوڑ گئے
جنگہا[۳] کردہ مُظفر آمدند	باز گشتہ با غنائم سُودمند
جنگ کرکے کامیاب واپس آگئے	مالدار ہوکر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے
ارمُغاں دادند کاے صوفی تو نیز	اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے)	اُس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

۱ چوں مُعلم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ مکتب کے بچوں نے اُستاد کو بلاوجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ یعنی نفس کے ساتھ جہاد۔ مُستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر کافروں سے جہاد کرنا۔

۲ کلا سوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور و غل۔ وغا۔ جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مصاف۔ صف کی جگہ، میدانِ جنگ۔ مُثقلان۔ سُست، بوجھل۔

۳ جنگہا۔ جہاد جہاد میں کامیاب ہوکر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ ارمغان۔ یعنی مالِ غنیمت میں سے تحفہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا
پھر انہوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟
گفت من محروم ماندم او غزا
اس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا
کو میانِ غزو خنجر گش نشد
کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر
تو انہوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں
آں یکے را بہرِ کشتن تو بگیر
اس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے

سر ببرش تا تو ہم غازی شوی
اس کا سر قلم کر دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے
آمدے خوش گشت صوفی دل قوی
صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب را گر در وضو صد روشنی ست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں
چونکہ آں نبود تیمم کرد نیست
جب وہ نہ ہو تو تیمم کرنا ہی ہے

برد صوفی آں اسیرِ بستہ را
اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا
در پسِ خرگہ کہ آرد او غزا
خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر ماند[2] آں صوفی آنجا با اسیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا
قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر
لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافرِ بستہ دو دست او کشتنی ست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے
بسملش را موجبِ تاخیر چیست
اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

رفت آں یک در تفحص در پئش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا
دید کافر را ببالای ویش
اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالای مادہ آں اسیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا
ہمچو شیرے خفتہ بالای فقیر
وہ فقیر پر، شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا بستہ[3] ہمی خائید او
ہاتھ بندھے ہوئے، وہ چبا رہا تھا
از سرِ استیزہ صوفی را گلو
صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید بادنداں گلوش
کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا
صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش
صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہ
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح
خستہ کردہ حلقِ او بے حربہ
بغیر نیزے کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا

[1] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے۔ اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[2] دیر ماند۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کیا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[3] دستہا بست۔ وہ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم کُشتش کرد با دنداں اسیر
قیدی نے دانتوں سے اُس کو ادھ موا کر دیا

ریشِ اُو پُر خوں ز حلقِ آں فقیر
اُس فقیر کے حلق کے خون سے اسکی داڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تو کز دستِ نفسِ بستہ دست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے

ہمچو آں صُوفی فتادستی بہ پست
اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شُدہ عاجز ز تلِّ کیشِ تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے

صد ہزاراں کوہہا در پیشِ تو
تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زیں قدر خرپشتہ مُردی از شکوہ
تو ڈر سے، اِس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مرگیا

چوں روی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کُشتند کافر را بہ تیغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مارڈالا

ہمدراں ساعت ز حمیت بیدریغ
بے دریغ اُسی وقت غصہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آب و گلاب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا

تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آجائے

چوں بخویش آمد بدید آں قوم را
وہ جب ہوش میں آیا، اُس نے قوم کو دیکھا

پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا
تو اُنھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟

اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہوگیا؟

از اسیرِ نیم کُشتہ بستہ دست
ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے

اینچنیں بیہوش اُفتادی و پست
اِس طرح بے ہوش اور پست ہوکر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم
اُسنے کہا جب میں نے غصہ سے اُسکے سر کا ارادہ کیا

طرفہ در من بنگریدآں شوخ چشم
اُس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہن اُو سوئے من
اُس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں

چشم گردانید و شُد ہوشم ز تن
آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اُڑ گئے

گردشِ چشمش مرا لشکر نمود
اُس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا

می ندانم گفت چوں پُر ہول بُود
میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا

رفتم از خود اُوفتادم بر زمیں
بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

لہ نیم کُشتش۔ اُس کافر نے صوفی کو نیم مُردہ بنا دیا اور اُس کی داڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اُس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو حال ہوا وہی نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خرپشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلواں ہوں۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔

ےه چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اُس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اُس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور اُن کو گھمایا تو میں بے ہوش ہوگیا۔

ےه گردش۔ اُس کی آنکھیں گھمانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں اُس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کرسکتا ہوں۔

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزہ[1] گراں ... رفتم از خود او فتادم من دراں

فتنہ کو مختصر کر، کہ اس کی تیکھی نظروں سے ... میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُورا کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری

اُس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلاپیسہ شدنِ چشمِ کافرِ اسیرِ دست بستہ بیہوش و دشنہ

ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخ خانقاہ

ہاتھ سے گرا دیا، خبردار، خبردار، کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش و سوی پیکار مرو تا رسوا نشوی

اور جنگ کی طرف نہ جا تاکہ رسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد ... باچنیں زہرہ کہ تو داری مگرد

لوگوں نے اُس سے کہا لڑائی اور جنگ میں ... اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گردِ مطبخ گرد و اندر خانقاہ ... تا دگر رسوا نگردی در سپاہ

مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ ... تاکہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو

چوں زچشمِ آں اسیرِ بستہ دست ... غرقہ گشتی کشتیِ تو در شکست

جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے ... تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر ... کہ بود با تیغِ شاں چوں گوی سر

تو نر شیروں کے حملہ کے دوران ... جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ ز طاقا طاق[2] گردنہا زدن ... طاق طاقِ جامہ کوباں ممتہن

کہ اُن کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے ... دھوبیوں کی چھُوا چھُو کمتر ہے

کہ ز فشافاشِ تیرِ جانستاں ... ابرِ آذاری خجل در امتحاں

کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے ... موسمِ بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا ... چوں نہ با جنگِ مرداں آشنا[3]

تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ ... جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب ... بس سرِ بے تن بخوں بر چوں حباب

بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں ... بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

---

[1] غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتہ۔ کلاپیسہ شدنِ چشم آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کر، تاکہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بود۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر تیجے کی گیند کی طرح ہیں۔

[2] طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کو پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشافاش۔ تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل۔ شرمندہ۔

[3] آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی تیرنا اور دوسرے مصرع میں بمعنی واقف ہے۔ بس۔ بہت سے دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور بہت سے سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اسپاں در غزا[۵۱] — صد فنا کُن غرقہ گشتہ در فنا

جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے — سینکڑوں قاتل، فنا میں غرق ہیں

اینچنیں ہوشے کہ از مُوشے پرید — اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید

ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا — اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں خمر خوردن نیست ایں — تا تو بر مالی بخوردن آستیں

یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے — تاکہ تو پینے کے لئے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں — حمزۂ باید دریں صف آہنیں

یہ جگہ تر و تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ — اِس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لوتِ چرب تیغ و خنجر ست — جاں بباید باختن چہ جایِ سر ست

لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار، در خنجر ہے — سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیے

کارِ ہر نازک دلے نبود قتال[۵۲] — کہ گریزد از خیالے چوں خیال

ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے — جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ تُرکان ست نے ترکاں برو — جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو

بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا — بُزدلوں کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں — رفتی از دست و فتادی بر زمیں

قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے اِس طرح — تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[۵۳] رحمۃ اللہ علیہ کہ نود بار بغزوہ رفتہ بود سینہ

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کردہ نوّے بار جہاد میں گئے تھے کھلے

برہنہ و غزا ہا کردہ، بامیدِ شہید شُدن، و چوں نومید شُد از

سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر

جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ

سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، انہوں نے

طبلِ غازیاں شُنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سُوی غزا

اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا

و متہم داشتنِ او نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

اور اُن کا نفس کو اِس رغبت کے بارے میں متہم بنانا، اُس نے کی

[۵۱] غزا - جہاد - فنا کُن - فنا کر دینے والا - چالش - رفتار یعنی جنگی رفتار - بر مالی آستین - تو آستین چڑھائے - حمزہ - مصرع اوّل میں تر و تازہ کا پتہ دوسرے مصرع میں آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[۵۲] کار - جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے - ترکان - ترک کی جمع ہے، بہادر - ترکان - عورت۔

[۵۳] عیاضی - مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابو بکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں - مولانا نے اُن کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو اُن صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے - جہادِ اصغر - کافروں سے جہاد - جہادِ اکبر - نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نود بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا

تن برہنہ بو کہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا

تا یکے تیرے خورم من جایگیر
تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا

در نیابد جز شہیدے مقبلے
سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

بر تنم یک جایگہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے

ایں تنم از تیر چوں پرویزنیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیرہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہونچے

کارِ بخت است ایں نہ چلدی و دہا
مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں شہیدی روزیِ جانم نبود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی

رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا

در ریاضت کردن و لاغر شدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی

کہ خرامیدند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہوگیا

نفسم از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی

کہ بگوشِ حس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو
اٹھ جہاد کا وقت آگیا، جا

خویش را در غزو کردن کن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں معروف کردے

گفتم اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!

از کجا میلِ غزا تو از کجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں سے

راست گو اے نفس کایں حیلہ گریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے

ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کردوں گا

در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

۱ے جایگیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ با نصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ چلدی۔ چالاکی، بہادری۔ دہا۔ تدبیر۔

۲ے چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

۳ے گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوئی ہے سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفسؔ بانگ آورد آندم از درون　　بافصاحت بے دہاں اندر فسون

نفس نے اندر سے آواز دی　　بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادوگری میں

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی　　جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی

کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے　　میری جان کو، کافروں کی جان کیطرح قتل کرتا ہے؟

ہیچ کس را نیست از حالم خبر　　کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور

کسی کو میری حالت کی خبر نہیں　　کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن　　خلق بیند مردی و ایثارِ من

میں جہاد میں ایک زخم سے بدن سے بھاگ نکلونگا　　لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لینگے

گفتمؔ اے نفسک منافق زیستی　　ہم منافق میمری تو چیستی

میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا　　منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خودرای و مرائی بودہ　　در دو عالم تو چنیں بیہودہ

تو ذلیل، خودسر، اور ریاکار رہا ہے　　دونوں جہان میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من　　سر برو ناورم چوں زندہ است ایں بدن

میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی　　باہر نہیں نکلونگا، جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند　　نز برای روی مرد و زن کند

اسلئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے　　وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے

جنبش و آرامش اندر خلوتش　　جز برای حق نباشد نیتش

خلوت میں اس کی حرکت اور سکون　　اللہ تعالیٰ کے سوا کیلئے اسکی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر است آں اصغر است　　ہر دو کارِ رستم است و حیدر است

یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے　　دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش　　پرد از تن چوں بجنبد دمِ موش

اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکی عقل اور ہوش　　بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش　　کوز موش و جنبشش گم کرد ہوش

یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے　　جو چوہے اور اسکے ہلنے سے ہوش گنوادے

آنچناں کس را بباید چوں زناں　　دور بودن از مصاف و از سناں

ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہیئے　　میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

لے نفس. نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں پر کھینچی ہیں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے. ہیچ کس. یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے. در غزا. جہاد میں مرونگا تو یکبارگی مر جاؤنگا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے.

ٹے گفتم. میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لئے جہاد کرکے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے. خوار. تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہوگا مرائی. ریاکار. خلوت. تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے. ایں جہادِ اکبر. خلوت میں چلہ کشی جہادِ اکبر ہے جو حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے.

سے جہادِ اصغر. دشمن سے لڑنا یہ بہادر اور رستم کا کام ہے. کار آنکس. جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر اس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دم سے ڈرے. آنچناں. اس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشین ہو جانا چاہئے.

صوفیے آں صوفیٔ ایں اینت حیف ‌ ‌ آں ز سوزن کشتہ ایں طعمہ سیف

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے ‌ ‌ وہ سوئی کا مقتول اِس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں ‌ ‌ صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں

وہ صوفی کی تصویر ہے اسمیں جان نہیں ہے ‌ ‌ اِن صوفیوں سے صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوارِ جسمِ گِل سرشت ‌ ‌ حق ز غیرت نقشِ صد صوفی نوشت

مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر ‌ ‌ اللہ تعالیٰ نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنادیں

تا ز سحر آں نقشہا جنباں شود ‌ ‌ تا عصائے موسوی پنہاں شود

تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں ‌ ‌ جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا ‌ ‌ چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا

ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے ‌ ‌ فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیٔ او در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صوفیٔ دیگر میانِ صفِ حرب ‌ ‌ اندر آمد بست بار از بہرِ ضرب

جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی ‌ ‌ تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کر ‌ ‌ وانگشت او با مسلماناں بفر

مسلمانوں کیساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کیوقت ‌ ‌ فرار کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم خورد و بست زخمے را کہ خورد ‌ ‌ بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد

زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا ‌ ‌ دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف ‌ ‌ تا خورد او بیست زخم اندر مصاف

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مرجائے ‌ ‌ یہانتک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد ‌ ‌ جاں ز دستِ صدقِ او آساں رہد

اُسکو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیدے ‌ ‌ جان اسکی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم ہر روز یک درم در خندق

اُس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم خرچ بناکر خندق میں

انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزہ حرص و آرزوی نفس

پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے

۱؎ آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں۔ یعنی حضرت عیاضیؒ۔ نقش۔ وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت کیوجہ سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ اسکے محبوب صوفی اِن تصویروں میں مخفی رہیں۔

۲؎ تا ز سحر۔ یہ تصویریں بعض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کررہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے اُس کی جلوہ گری اِن سب کو ہضم کرجائے گی۔ حکایت۔ اِس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کیے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی کرنا۔ کر۔ اقدامی حملہ۔ فر۔ پسپائی۔

۳؎ زخم۔ اِس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کرکے حملہ آور ہوجاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے بلکہ باربار زخم کھاکر جان دینا چاہتے تھے اِسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو باربار تکلیف پہنچانے کے لئے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک بار

بیند از تا خلاص یابم کہ[1] اَلْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن واو

پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ

میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

نفس سے کہتا تھا، کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بُودش بکف در چل درم — **ہر شب افگندے یکے در آبِ یم**

ایک صوفی کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے — وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تا کہ گردد سخت بر نفسِ مجاز — **در تانّی درد جاں کندن دراز**

تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے — جان کنی کا دراز درد، سُست روی میں

نفسِ اُو فریاد کردے ہر شبے — **در فتادے زار در تاب و تبے**

اُس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا — تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں[2] چرا می نفگنی یک بارگی — **کُشتیم در غصہ و بیچارگی**

کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟ — تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یکبارگی بگذار دین — **نفس کا اَلْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن**

خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض ادا کر دے — نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے

اُو نگشتے ملتفت مر نفس را — **ہمچنیں کُشتے مر اُورا در عنا**

وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا — اُس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہمچنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ — **بہرِ حق بگرفتہ بُد بر نفس تنگ**

اسی طرح اُس صوفی نے جنگ کی صف میں — اللہ تعالیٰ کیلئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با[3] مسلماناں بکرّ اُو پیش رفت — **وقتِ فرّ اُو وا نگشت از خصم تفت**

حملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا — پسپائی کے وقت، دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں را ہم بہ بست — **بیست کرّت رمح و تیرازوے شکست**

دوسرا زخم کھایا اُس کو بھی باندھا — بیس مرتبہ نیزے اور تیر اُس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش — **مقعدِ صدقِ اُو ز صدقِ عشقِ خویش**

اُسکے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا — اپنی سچائی کی جگہ میں، اپنے عشق کی سچائی کیوجہ سے

---

[1] اَلْیَاسُ۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یَم۔ دریا۔ مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل۔ تانّی۔ آہستہ روی۔ نفس اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

[2] کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے۔ کُشتیم۔ تو مار ڈالتی۔ کا اَلْیَاسُ۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ ملتفت۔ متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ ہمچنیں۔ اسی طرح اُس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

[3] با مسلماناں۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ رُمح۔ نیزہ۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحبِ قدرت خدا کے پاس۔

صِدق[1]، جانِ دادن بود ہیں سابِقُوا
سچائی، جان دیدینا ہوتا ہے، خبردار! آگے بڑھو

از نُبی بَرخواں رِجالٌ صَدَقُوا
قرآن میں سے رِجَالٌ صَدَقُوا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورت است
یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے

ایں بدن مر روح را چوں آلت است
یہ بدن، روح کے لئے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خونش ریخت
بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا

لیک نَفسِ زندہ آں جانب گریخت
لیکن زندہ نفس اُس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند
اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا

نفس زندہ است ارچہ مرکب خون فشاند
نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت و رہ نرفت آں خیرہ سر
گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا

ماند خام و زشت از حق بے خبر
اللہ تعالے سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزیِ گشتے شہید
اگر ہر خون بہانے سے شہید بنجایا کرتا

کافرِ کُشتہ بُدے ہم بوسعید
مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بسا نفسِ شہیدِ معتمد
بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں

مُردہ دَر دنیا چو زندہ میرود
مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کیطرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ اوست
ڈاکو نفس مرگیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے

ہست باقی در کفِ آں غزو دوست
جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغست مَرداں مَرد نیست
تلوار وہی تلوار ہے، مَرد وہ مرد نہیں ہے

لیک ایں صورت ترا حیراں کنیست
لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنیوالی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن
نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار

باشد اندر دستِ صُنعِ ذوالمِنَن
اللہ تعالےٰ کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مَردیست قوتش جملہ درد
ایک وہ مرد ہے جس کی ساری خوراک درد ہے

ویں دگر مردے میاں تی[ق] ہمچو گرد
اور یہ دوسرا مرد ہے جس کا گرد کیطرح خالی ہے

صفتِ کردنِ مردِ غمّاز و نمودنِ صورتِ کنیزکِ مصوّر

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ رُوحِ جو نفس یا رہزن تھا وہ مرگیا ہے اُسکی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اِس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ یعنی جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپکو فنا کرکے بقا باللہ حاصل کرچکا ہے۔ نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالےٰ کے دستِ قدرت کا کام کرتی ہے۔

[1] صِدق۔ پہلی آیت میں جو صِدق آیا ہے اُسکا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دیدینا ہے۔ صَدَقُوا قرآن پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اُس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالےٰ سے کیا یعنی راہِ خدا میں شہید ہوگئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصافِ رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو مارنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن اُن کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرے۔

[2] آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مرجانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اُس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہوجائے۔ اسپ۔ اُس شخص کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہادینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اُسکو شہید کہو۔ بوسعید نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کرلی ہے اُنکا نفس مُردہ ہوچکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، جو کسی مُردہ

ق۔ تہی، خالی۔

درکاغذ و عاشق شدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ

تصویر دکھانا اور اُس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی

سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیجدینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہرِ ایں غرض

قتل اور تباہی کرنا

(۲۵)

مر خلیفۂ مصر را غمّاز[۱] گفت — کہ شہِ موصل بحورے گشت جفت

چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا — کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد او اندر کنار — کہ بعالم نیست مانندش نگار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے — اُس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحد ست — نقشِ او اینست کاندر کاغذ ست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا حُسن بیحد ہے — اُس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد — خیرہ گشت و جام از دستش فتاد

اُس بادشاہ نے کاغذ پر اُسکی تصویر دیکھی — حیران ہو گیا اور اُسکے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[۲] را فرستاد آں زماں — سوئے موصل با سپاہِ بس گراں

فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا — بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را — بر کُن از بُن آں در و درگاہ را

کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے — اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار — تاکشم[۳] من بر زمیں مہ در کنار

اور اگر دیدے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ — تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شد سوئے موصل با حشم — با ہزاراں رستم و طبل و علم

بہادر خادموں کے ساتھ موصل کیجانب روانہ ہوا — ہزاروں بہادروں اور نقاروں اور جھنڈے کیساتھ

چوں مَلَخہائے عدد بر گردِ کشت — قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت

کھیتی کے چاروں طرف کی اَن گنت ٹڈیوں کی طرح — شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنیوالا بنگیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد — ہمچو کوہِ قاف او بر کار کرد

جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن — کوہِ قاف جیسی اُس نے کام پر لگا دی

---

[۱] غمّاز: چغلخور۔ بجوڑے۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ کنار: پہلو۔ نگار: حسین۔ کیقباد: کئے بمعنی عادل قباد: بمعنی برحق۔ شاہِ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سو سال اُس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

[۲] پہلوانے۔ شاہِ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دے کر موصل روانہ کر دیا جو کہ صاد کے زیر کے ساتھ عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ: حسین لونڈی۔

[۳] تاکشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اُس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم: مطلقاً پہلوان۔ بہادر ہے۔ اُس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کر دیں جو کوہِ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہای منجنیق　　تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]

تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر　　غبار میں تلواریں چمک کیوجہ سے بجلی کی طرح

ہفتۂ کرد ایں چنیں خونریز گرم　　بُرجِ سنگیں سست شد چوں موم نرم

ایک ہفتہ اُس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی　　پتھر کا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مَہول　　پس فرستاد از دروں پیشش رسول

موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی　　تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ چہ میخواہی[2] زخونِ مؤمناں　　کشتہ میگردند زیں حربِ گراں

کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟　　جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مُرادت مُلک و شہرِ موصل ست　　بے چنیں خونریز اینت حاصل ست

اگر تیرا مقصود، مُلک اور موصل شہر ہے　　بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من رَوَم بیرونِ شہر اینک دَرآ　　تا نگیرد خونِ مظلوماں ترا

میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آجا　　تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

ور مُرادت مال و زر و گوہر ست　　ایں ز مُلک و شہر خود آساں تر ست

اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں　　یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہر چہ می باید ترا از سیم و زر　　میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر

تجھے جو چاندی اور سونا چاہیئے　　میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزک خود را بخلیفۂ مصر تا خوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں　　گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں

جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا　　اُس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے مُلک میخواہم نہ مال　　لیک میجویم یکے صاحب جمال

اُس نے کہا نہ میں مُلک چاہتا ہوں، نہ مال　　لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں　　گفت پیشش بر بگو اُو را عیاں

اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی　　کہا اسکے سامنے اسکو صاف بتا دے

[1] بریق۔ چمک۔ برج سنگیں۔ یعنی اُس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد۔

[2] کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ حملے سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ ایں ترا۔ ایں ز ملک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ دینا تو بہت آسان ہے۔

[3] آشوب۔ فتنہ۔ ملک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں[1] کاغذ نگر چہ صورت است | زود بفرستش کہ ملک و جانت رست

کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے | اسکو جلد بھیج دے تا کہ تیری سلطنت اور جان بچ جائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم | ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم

کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں | خبردار! دیدے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش باز گشت و گفت حال | داد کاغذ را و بنمود آں مثال

جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی | اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہ نر | صورتے کم گیر زود ایں را ببر

اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟ | مان لے ایک حسین، صورت نہ رہی اور جلد اسکو بھیجا

من نیم[2] در عہد ایماں بت پرست | بت بر آں بت پرست اولیٰ ترست

میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں | بت اس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

با تبرک داد دختر را و برد | سوی لشکرگاہ و در ساعت سپرد

اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ پہنچا | لشکرگاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کر دی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں | گشت عاشق بر جمالش آں زماں

جب قاصد اس کو لایا، وہ سردار | فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا

عشق بحرے آسماں بر وے کفے | چوں زلیخا در ہوای یوسفے

عشق ایک سمندر ہے آسمان اس پر ایک جھاگ ہے | جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی

دور گردونہا ز موج عشق داں | گر نبودے عشق بفسردے جہاں

آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ | اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا

کے جمادے[3] محو گشتے در نبات | کے فدای روح گشتے نامیات

جماد، نباتات میں کب فنا ہوتا؟ | نمو پانے والیاں، روح پر کب فدا ہوتیں؟

روح کے گشتے فدای آں دمے | کز نسیمش حاملہ شد مریمے

روح اس دم پر کب فدا ہوتی؟ | جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا فسردے ہمچو یخ | کے بدے پراں و جویاں چوں ملخ

ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح منجمد ہو جاتا | ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال | می شتابد در علو ہمچوں نہال

ذرہ ذرہ، اس حسن کا عاشق ہے | پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

---

۱ کاندریں۔ یعنی اپنے بادشاہ سے کہدے کہ اس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اس کو ہمیں دیدے تب تیری نجات ہوگی۔ آں مثال۔ یعنی لونڈی کی تصویر گفت حالش۔ جب شاہ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہوگیا تو اس نے کہا۔ شاہ نر یعنی شاہ موصل۔ صورتے۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

۲ من نیم۔ شاہ موصل نے کہا میں بت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہ مصر بت پرست کے لئے مناسب ہے۔ چونکہ۔ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اس پر عاشق ہوگیا۔ عشق۔ عشق الٰہی، صوفیا ذاتِ الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ یوسف۔ حضرت حق کی تشبیہ ہے۔ دور گردوں تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اس میں پنہاں ہے، ورنہ کائنات درجۂ کمال کو نہ پہنچتی۔

۳ جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ یعنی پانی سے نباتات غذا حاصل کرکے بڑھتی ہیں۔ روح۔ اس نفخ پر قربان ہوتی جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

سبحَ اللہ ہست آں اشتابِ شاں[1] — تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں

ان (ذروں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے — جو جان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چو رہ پنداشتہ — شورہ اش خوش آمد و حب کاشتہ

سردار نے جب کنوئیں کو راستہ سمجھ لیا — شورہ زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں خیالے[2] دید آں خفتہ بخواب — جمع شد با آں و از وے رفت آب

جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا — اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی

چوں بجست از خواب و شد بیدار زود — دید کاں لعبت بہ بیداری نبود

وہ جب نیند سے اٹھا اور جلد بیدار ہو گیا — دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آب خود بردم دریغ — عشوہ آں عشوہ دہ خوردم دریغ

اس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی — افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بد آں مردی نداشت — تخم مردی در چناں ریگے بکاشت

جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا — اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام — نعرہ میزد لا اُبالے کالحِمام

اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے — وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پرواہ نہیں کرتا ہوں

اَیشٍ[3] اُبالی بالخلیفۃ فی الھویٰ — استویٰ عندی وجودی والتّویٰ

میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پرواہ کرتا ہوں — میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہو

ایں چنیں سوزان و گرم آخر مکاؔ — مشورت کن با یکے دانستہ کار

ایسی سوزش اور گرمی سے بیچ دبو — کسی جانکار سے مشورہ کرے

مشورت کو عقل کو سیلاب آز — در خرابی کردہ ناخنہا دراز

مشورہ کہاں، عقل کہاں حرص کے سیلاب نے — تباہی کے لئے ناخون دراز کئے ہیں

بینَ اَیدی سدّ و سوئے خلف سد — پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد

سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے — وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے!

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ — تاکہ روبہ افگند شیرے بچاہ

کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آچکا ہے — تاکہ لومڑی شیر کو کنوئیں میں گرا دے

از چہے بنمود معدومے خیال — تا در انداز د اسودا کالجبال

ایک معدوم خیال کنوئیں سے نمودار ہوا — تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

---

[1] سبح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسبّح للّٰہ ما فی السّمٰوٰت والارض یعنی آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے۔ اس کی تسبیح ان کے عشق کی دلیل ہے اور انہی کے ذریعہ وہ جان کے لئے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوان۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کنوئیں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

[2] چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کر ڈالتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخم مردی یعنی عشق۔ ریگے۔ یعنی لونڈی۔ نعرہ۔ یعنی اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہ مصر قتل کرا دیگا لیکن مجھے موت کی پرواہ نہیں ہے۔

[3] ایش۔ ای شیٔ۔ کیا چیز۔ الھویٰ۔ عشق۔ التّویٰ۔ ہلاکت۔ دانستہ کار یعنی کار ی نہ کہ مشورت کو۔ پہلوان پر تو وہی سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتونِ خد۔ رخسار کے عاشق کو آگا پیچھا نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب تباہی آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنوئیں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ از چہے۔ پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کے قصے میں گذرا ہے کہ شیر کو اپنا عکس کنوئیں میں نظر آیا اور وہ اس سے لڑنے کیلئے

ہیچ کس را بازناں محرم مدار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا

کہ مثالِ ایں دو پنبہ است و شرار
کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زابِ حق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہئے

ہمچو یوسف معتصم اندر رہق
جیسے کہ معصوم یوسف جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد
کہ حسین سرو قد زلیخا سے

ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد
شیروں کی طرح اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفسِ خود را کے تواں کردن زبوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے

جز بامدادِ عقولِ ذو فنوں
اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ باز راں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل

کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مراجعت کردنِ پہلوان از موصل بجانبِ مصر و
پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ

صحبتِ اُو در راہ با کنیزک
میں اُس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

باز گشت از موصل و میشد براہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا

تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں
اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی

کہ ندانست اُو زمیں از آسماں
کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ اُو
اُس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا

عقل کُو و از خلیفہ خوف کُو
عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں زند شہوت دریں وادی شرار
جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے

عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں نہد شہوت دریں وادی دہل
جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے

چیست عقلِ تو فجل ابن الفجل
ترا اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس
سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے

پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس
اُس وقت ہوس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

لہ ہیچ کس۔ یہ خرابی اس لئے آئی کہ شاہِ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسف۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو بچایا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ کا زمانہ۔ شیراں۔ حضرت یوسف شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

لہ نفس۔ نفس کو کسی شیخ کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ باز گشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اس کا پڑاؤ ہوا۔ آتش۔ اُس کے عشق کی آگ اس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصدِ آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اُس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

لہ چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہِ مصر کیا سیکڑوں شاہ اُس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست — درمیانِ پائے زن، آں زن پرست[۵۱]

جب پاجامہ اُتار دیا اور بیٹھ گیا — وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست — رستخیز و غلغل از لشکر بخاست

جب ذکر سیدھا ٹھکانے کی طرف گیا — قیامت اور شور وغل لشکر سے اُٹھا

بر جہید او کون برہنہ سوئے صف — ذوالفقارے ہمچو آتش او بکف

وہ ننگا صف کی جانب دوڑا — آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں — بر زدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں

اُس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے — اچانک وسطِ لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ — صد طویلہ و خیمہ اندر ہم زدہ

عربی گھوڑے، دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں — سیکڑوں اصطبل اور خیمے درہم برہم کر دیئے

شیرِ نر گنبد ہمی کرد از لغز — در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز

نر شیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا — فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بود و بے حذر — پیشِ شیر آمد چو شیرِ مستِ نر

پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف — مست نر شیر کی طرح، شیر کے سامنے آ گیا

زد[۵۲] بشمشیر و سرش را بر شگافت — زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت

تلوار ماری اور اُس کا سر پھاڑ دیا — حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را او بداں حور نمود — مردیِ او ہمچناں بر پائے بود

جب اُس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا — اُس کی مردی اسی طرح قائم تھی

با چناں شیرے بجالش[۵۳] گشتہ جفت — مردیِ او ماند بر پای و نخفت

ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا — اُس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بتِ شیریں لقائے ماہرو — در عجب در ماند از مردیِ او

وہ بُتِ شیریں دیدار، چاند جیسے چہرے والی — اُس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شد با او بشہوت آں زماں — متحد گشتند حالی آں دو جاں

وہ فوراً شہوت سے اُس سے جڑ گیا — فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

ز اتصالِ ایں دو جاں باہمدگر — میرسد از غیب شاں جانِ دگر

ان دونوں جانوں کے باہم پیوست ہونے سے — غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

---

۵۱ زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ مقر۔ یعنی لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ یعنی اُسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ دید۔ اُس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نر شیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ پچھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغز۔ لغزیدن یعنی خزیدن۔

۵۲ زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اُس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا چونکہ جب اُس لونڈی کے پاس پہنچا تو اُس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

۵۳ جالش۔ جنگی رفتار۔ مردی۔ اُس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اُس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہو گا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے — گر نباشد از علوقش رہزنے[1]

جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے — اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں — جمع آید ثالثے زاید یقیں

جب دو انسان محبت یا کینہ سے — جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب زاید آں صُوَر — چوں روی آں سو بہ بینی در نظر

لیکن (عالم) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں — جب تو اُس جانب جائیگا، آنکھ سے دیکھ لیگا

آں نتائج کز قرانات تو زاد — ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد

اُن نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوگئے ہیں — خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو

منتظر میباش آں میقات[2] را — صِدق داں اِلحاقِ ذُرّیات را

تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ — ذُرّیات کے مِلا دینے کو سچا سمجھ

کز عمل زاینده اند واز عِلل — ہر یکے را صورتِ نُطق و کَلل

کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں — ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی صورت حاصل ہے

بانگِ شاں میرسد زاں خوش جمال — کاے زما غافل ہلا زُوتر تعال

اُن حسینوں سے اُنھیں آواز آرہی ہے — کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا

منتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن — مول مولت چیست زوتر گام زن

مرد و عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے — تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اٹھا

راہ گم کرد او ازاں صبحِ دروغ — چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ

اُس نے صبحِ کاذب کی وجہ سے راستہ گم کردیا — مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گرگیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اُس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اُس کا اُس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں — شد پشیماں اُو ازاں جُرمِ گراں

وہ چند روز اسی (حالت) پر رہا اسکے بعد — وہ اُس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

داد سوگندش کہ اے بدرِ منیر — کُن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند — احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اِس سے خبردار نہ ہو

---

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جُفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے اِسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اُس کے نتائج صُوَرِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن مولید صوری تو نظر آجاتے ہیں لیکن یہ مولید معنوی عالمِ آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہیں۔ تو انسان کا فرض ہے کہ اپنے اُس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالمِ آخرت۔ الحاقِ ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنین کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اُس کے ساتھ کردیں گے مولانا نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لئے ہیں۔ عمل یعنی نیک عمل۔ علل۔ یعنی بُرے کاموں کے اسباب۔ ہر یکے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شاں۔ یعنی عمل کرنے والے۔ خوش جمال۔ یعنی اعمال کے نتائج۔

[3] منتظر۔ عالمِ غیب میں ہر شخص کے اعمال اُس کے منتظر ہیں۔ جاں یعنی نتیجۂ عمل۔ راہ گم کرد۔ یہ خبر پہلواں سے متعلق ہے کہ اُس نے غلطی کی اور نقصان اُٹھایا۔ صبحِ دروغ۔ صبحِ کاذب جس سے دھوکہ کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لُٹ جاتا ہے...

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو
اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرہ والی
با خلیفہ زانچہ شُد رمزے[1] مگو
جو کچھ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم ببُرد آں پہلواں
میں مختصراً بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا
مر کنیزک را سُوئے شاہِ جہاں
شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُو را خلیفہ مست گشت
جب خلیفہ نے اُس کو دیکھا مست ہوگیا
پس ز بام افتاد اُو را نیز طشت
تو اُس کا طشت بھی بالاخانے سے گر گیا

دید صد چنداں کہ وصفِ اشنیدہ بُود
جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سو گنا دیکھا
کے بُود خود دیدہ مانندِ شُنود
دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصف تصویرست بہرِ چشمِ ہوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کھینچنا ہے
صورت آں چشم داں نے آں گوش
صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی

یک مثالے[2] گویم اکنوں گوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن
فہم کُن امثالِ معنیٰ ہوش دار
مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال
ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا
حق و باطل چیست اے نیکو مقال
اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش اُبگرفت و گفت ایں باطل ست
اُس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے
چشم حق ست و یقینش حاصل ست
آنکھ حق ہے اور اُس کو یقین حاصل ہے

آں بہ نسبت[3] باطل آمد پیش ایں
وہ (کان) اِس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے
نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے
نیست محجوب از خیالے آفتاب
سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوف اُو را خود خیالش میدہد
(روشنی کا) ڈر اُس کو خود اِس (سورج) کا خیال دے رہا ہے
آں خیالش سُوئے ظلمت میکشد
وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نور می ترساندش
روشنی کا خیال اُس کو ڈرا رہا ہے
بر شبِ ظلمات می چفساندش
تاریکیوں کی رات سے اُس کو چپٹا رہا ہے

---

[1] رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہوگیا۔ کے بُود خود دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے کر اُس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہلِ شنید کا رتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اُس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اِس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ ز آفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست اور صحیح ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اُس کو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اُس کو تاریکی میں لے جاتا ہے۔

از خیالِ[1] دشمن و تصویرِ اوست — کہ تو بر چفسیدہ بر یار و دوست
دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے — کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے

موسیا کشفِ لمعٔ بر کُہ فراشت — آں مُخیّل تابِ تحقیقت نداشت
اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا — وہ خیال کرنے والا اس کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے

ہیں مشو غرّہ بداں کہ قابلی — مر خیالش را و زیں رہ واصلی
خبردار! تو اس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے — اس کے خیال کو، اور تو اس راہ سے واصل (بھی) ہے

از خیالِ[2] حرب نہراسید کس — لا شجاعۃ قبلَ حربٍ این و بس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا — جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے اس کو سمجھ لے اور بس

بر خیالِ حرب، حیز اندر فکر — میکند چوں رستماں صد کرّ و فر
نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں — رستموں کی طرح سیکڑوں کرّوفر کرتا ہے

نقشِ رستم کاں بحمّامے بُوَد — قرنِ حملۂ فکرِ ہر خامے بُوَد
رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے — ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصر شود — حیز چہ بُوَد رستمے مُضطر شود
جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے — نامرد کیا ہوتا ہے ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد کُن[3] کز گوش در چشمت رَوَد — آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود
تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے — جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم — گوہرے گردد دو گوشت ہمچو پشم
اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائے گا — تیرے پشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود — جملہ چشم و گوہرِ سینہ شود
بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا — سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال — ہست دلّالہ وصالِ آں جمال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال — اس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جہد کُن تا ایں خیال افزوں شود — تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے — تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بن جائے۔

صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کرے گا۔ گوہرِ سینہ یعنی دل۔ گوش حُسن کی بات سُن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال کا راہبر بنالے۔

[1] از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرتا اور اس سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ جو تیا حضرت موسیٰ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کوہِ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر متاثر ہوا۔ لمع۔ چمک، تجلی۔ کُہ۔ کوہ۔ مُخیّل یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا بس۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے وہ محض خیال سے واصل حق نہ ہوگا۔

[2] از خیال۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیز۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کرّوفر دکھاتا ہے۔ نقشِ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہجڑا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال، مشاہدہ کے درجے میں آ جائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

[3] جہد کن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا مسموع مشہود بن جائے اور اس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کریگا۔ پشم بمعنی پتھر ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر بیش قیمت بن جائیگا بلکہ۔ کوشش سے

آں خلیفہ گول ہم یک چند نیز — ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز

اُس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن — اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر — چوں نمی ماند تو آں را برق گیر

تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کرلے — جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اُسکو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں — اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں

وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے — اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اُسکو خواب سمجھ

تا چہ خواہی کرد آں بادِ بروت — کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت

تو اُس غرور کا کیا کرے گا؟ — جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

ہم دریں عالم بداں کہ مامنے ست — از منافق کم شنو کہ گفت نیست

اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے — منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضعفِ آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کمزوری کا بیان

حجتش ایں ست گوید ہر دمے — گر بُدے چیزے دگر من دیدمے

اُس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے — اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی

گر نہ بیند کودکے احوالِ عقل — عاقلے ہرگز کند از عقل نقل

اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ور نہ بیند عاقلے احوالِ عشق — کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق

اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہو — (تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حُسنِ یوسفؑ دیدۂ اخواں ندید — از دلِ یعقوبؑ کے شُد ناپدید

یوسفؑ کے حُسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا — (حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب مٹا؟

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید — چشمِ قبطی افعیٔ و آشوب دید

(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا — قبطی کی آنکھ نے (اسکی) اژدھا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سر با چشمِ سر در جنگ بود — غالب آمد چشمِ سر حجت نمود

باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی — باطن کی آنکھ غالب ہوگئی، حجت پیش کردیا

آنکھوں میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کردی اور حقیقت واضح ہوگئی۔

۱؎ آں خلیفہ۔ شاہِ مصر بھی اُس لڑکی سے احمقانہ عشق کرنے لگا۔ مُلک۔ یہ اُس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اُس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تا چہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لئے جلاد کا کام کرتا ہے۔

۲؎ ہم دریں عالم۔ اس دنیا کو اور اُس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ امن کی جگہ عالمِ آخرت ہے۔ حجتش۔ عالمِ آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالمِ آخرت ہوتا تو میں اُس کو دیکھ سکتا۔ گر نہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اُس کا انکار نہ کرے گا۔

۳؎ ور نہ بیند۔ اگر کوئی صاحبِ عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکا ہے تو اُس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آتا ہے جیسے یوسفؑ کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اُس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰؑ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اُس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری

چشمِ موسیٰؑ دستِ خود را دست دید (۱) — پیشِ چشمِ غیب نورے بُد پدید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا — غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال — پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال — ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ اُو فرج و گلوست — کم بیاں کن پیشِ اُو اسرارِ دوست
جبکہ اُس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور حلق ہے — دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال — لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے — لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست — آں لَکُم دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن (۲) بہرِ اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے — تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین، اسکے لئے ہے

باچناں اِنکار کوتہ کُن سخن — احمدا کم گوے با گبرِ کُہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر — اے احمدؐ! پُرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزدِ آں خوبرُو از برائے جماع

ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اُس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رائے اجتماع — سُوئے آں زن رفت از بہرِ جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی — ہمبستری کے لئے اُس لونڈی کے پاس گیا

ذکرِ اُو کرد و ذکر برپائے کرد — قصدِ خُفت و خیز مہر افزائے کرد
اُس کی یاد کی اور عضوِ تناسل کو کھڑا کیا — اُس محبت بڑھانے والی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں میانِ پائے آں خاتون نشست — پس قضا آمد رہِ عیشش ببست
جب اُس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا — تو تقدیر آ پہنچی، اُس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خشت خشتِ مُوش در گوشش رسید (۳) — خُفت کیرش شہوتش کُلّی رمید
اُس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی — اُسکا آلۂ تناسل سو گیا، اُسکی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر — کہ ہمی جُنبد بہ تُندی از حصیر
یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہوگی — جو تیزی سے بورئیے میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ

اُس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

۱ چشمِ موسیٰؑ۔ ایک ہی چیز ایک کے لئے خیالی ہے دوسرے کے لئے یقینی۔ ایں سخن ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج وگلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اُس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں اُن کو نورِ باطن حاصل ہوتا ہے۔

۲ لَکُمْ دِیْنُکُمْ۔ سورۂ الکافرونؔ میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے تمہارے لئے تمہارا دین ہے میرے لئے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ اُن سے بات نہ کیجئے۔

۳ خشت۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اُس کی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اُس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اُس کو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ شاہِ مصر کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شهوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستیِ اُو از شگفت
عورت نے حیرانی سے اس کی سستی کو دیکھا

آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
وہ قہقہہ مارنے لگی، اس پر ہنسی طاری ہوگئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں
اس کو اس پہلوان کی مردانگی یاد آگئی

کہ بکشت اُو شیر و اندامش چناں
کہ اس نے شیر کو مار ڈالا اور اس کا عضو ایسا تھا!

غالب آمد خندۂ زن شد دراز
عورت کی ہنسی غالب آگئی، لمبی ہوگئی

جہد میکرد و نمی شد لب فراز
وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی

غالب آمد خندہ بر سود و زیاں
نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آگئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی

ہمچو بندِ سیل ناگاہاں کشود
بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم

ہر یکے را معدنے داں مستقل
ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی

اے برادر در کفِ فتّاح داں
اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشد آں خندہ زُو
اس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی

پس خلیفہ تیرہ گشت و تند خُو
تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہوگیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید
اس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی

گفت سرِّ خندہ وا گو اے پلید
کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنّی اوفتاد
اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے

راستی گو عشوہ نتوانیم داد
سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلافِ راستی بفریبیم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی

یا بہانہ چرب آری تو برم
یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائیگی

من بدانم در دلِ من روشنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے

بایدت گفتن ہر آنچہ گفتنی ست
تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

[1] سخت۔ اس کو ایسی ہنسی پھوٹی جیسی بھنگڑوں کو چھوٹتی ہے اور اس ہنسی میں اس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اس کو نقصان پہنچائیگی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ ھو اضحک و ابکی وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کی بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آگیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کر سکیگی میرے دل میں عقل کی روشنی ہے

در دلِ شاہاں تو ماہے داں سطر — گرچہ گہ گہ شُد ز غفلت زیرِ ابر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ — اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست در دل وقتِ گشت — وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے — جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے

آں فراست[1] ایں زماں یارِ من ست — گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے — اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیرِ بُرّم گردنت — سُود نبُود خود بہانہ کردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا — تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا

ایں زماں بکُشم ترا بے ہیچ شک — تیغ را کرد او حوالہ گفت نِک
اب میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا — اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

ور بگوئی راست آزادت کُنم — حقِ یزداں نشکنم شادت کُنم
اگر تو سچ کہدیگی۔ میں تجھے آزاد کر دوں گا — خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مُصحف آں زماں برہم نہاد — خورد سوگند و چنیں تقریر داد
اُس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے — قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیر و اکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را و گرنہ بکُشمت

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز شُد بگفت احوال را — مردیِ آں رستمِ صد زال را
عورت جب عاجز آگئی اُس نے حالات بتا دیئے — سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود — یک بیک با آں خلیفہ وانمود
اُس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا — وہ اُس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھولدی

شیر کُشتن سُوئے خیمہ آمدن — واں ذکرِ قائم چو شاخِ کرگدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا — اور اسکے ذکر کا گینڈے کے سینگ کیطرح کھڑا رہنا

او بداں قوت کہ از شیرِ شکار — ہیچ تغیریش نشد بُد برقرار
وہ اُس طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے — اُس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

[1] آں فراست۔ وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اُس کے سامنے کر دی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دیگی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

[2] زن۔ لونڈی جب عاجز آگئی تو اُس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اُس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اُس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

توبدیں[1] سُستی کہ چوں کردی بگوش
تو اس سُستی میں کہ جب تو نے سُنی

خِشت خِشتِ مُوشکے رفتی زہوش
چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

مَن چو دیدم از تو این و از وے آں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ

زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
اے شاہِ جہاں! میں اس سبب سے ہنسی

رازہا را میکُند حق آشکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے

چوں بخواہد رُست، تخمِ بدمکار
جبکہ اگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و اَبر و آتش و ایں آفتاب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج

رازہا را می برارند از تراب
مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو زبعدِ برگ ریز
یہ نئی بہار، پتّے جھڑ کے بعد

ہست بُرہان وجودِ رستخیز
قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در بہاراں[2] سِرہا پیدا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں

ہرچہ خوردست ایں زمیں رسوا شود
اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بر دمد آں از دہان و از لبش
اس کے ہونٹ اور مُنھ سے وہ اُگ پڑتا ہے

تا پدید آید ضمیر و مذہبش
یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سِرِّ بیخ ہر درختے و خورش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اُس کی خوراک

جُملگی پیدا شود آں بر سرش
سب اس کے سَر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کزوے تو دل آزردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے

از خمارِ مے بُوَد کاں خوردۂ
اُس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[3] کے دانی کہ آں رنجِ خمار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف

از کدامیں مے برآمد آشکار
کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟

ایں خمار اشگوفۂ آں دانہ ست
یہ خمار اُس دانہ کا شگوفہ ہے

آں شناسد کاگہ و فرزانہ است
وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے

نُطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
نُطفۂ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

دانہ کے مانند آید با شجر
دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

---

[1] توبدیں سستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے شہوت کافور ہو گئی میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ رازہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہئے اس لئے کہ وہ اُگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لئے ایک دلیل ہے۔

[2] در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے.... بر سرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمرہ ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہلِ باطن یہ سمجھتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اس کے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچے اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادّہ۔ اثر۔ جو چیز مادّہ سے بنی ہے۔

نطفۂ[1] از نانست کے مانَد بناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟

مَردم از نُطفہ است کے باشد چناں
انسان، نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جِنّی از نارست کے مانَد بنار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے

از بُخارست ابر و نبود چوں بُخار
ابر، بُخار سے ہے اور بُخار جیسا نہیں ہوتا ہے

از دمِ جبریل عیسیٰ شُد پدید
(حضرت) عیسیٰؑ جبریلؑ کی پھونک سے پیدا ہوئے

کے بصورت ہمچو اُو بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے اُنکی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدمؑ[2] از خاکست کے مانَد بخاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں، مٹی کے مشابہ کب ہیں؟

ہیچ انگورے نمی مانَد بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُوَد طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟

کے بُوَد دُزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اَثر
کوئی اصل، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سَر
تو تو رنج اور دردِ سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نبا شد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

بیگناہے کے برنجاند خُدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شئی ست
وہ جو اصل ہے اور اُس چیز کا سبب ہے

گر نمی مانَد بوے ہم از وے ست
اگرچہ وہ اُس کے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اُسی کے سبب سے ہے

پس بداں رنجت نتیجۂ زلتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے

آفتِ ایں ضربتت از شہوتیست
تیری اِس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر ندانی[3] آں گنہ را ناعتبار
اگر عبرت کے لئے تو اُس گناہ کو نہ پہچان سکے

زود زاری کُن طلب کُن اغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کُن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!

نیست ایں غم غیر درخوردِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سُبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے

کے دہی بے جرم جاں را درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معیّن می ندانم جُرم را
میں جرم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں

لیک ہم جُرمے بباید گرم را
لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہیے

---

[1] نطفہ۔ منی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنی۔ جن آگ سے پیدا ہوا ابر بخارات سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ دمِ جبریلؑ۔ حضرت مسیحؑ حضرت جبریلؑ کے دَم سے پیدا ہوئے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہو۔

[2] آدمؑ۔ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کے بُود۔ جنت، عبادت کا ثمرہ ہے چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔ آنچہ۔ اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔ پس بداں۔ لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔

[3] گر ندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے اُس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اُس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کر کے کہنا چاہیئے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے، وا گئے سبحان اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیئے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے تو سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم۔ بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں[۱] بپوشیدی سبب را زاعتبار — دائماً آں جرم را پوشیدہ دار

جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے — اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بود — کز سیاست دزدیم ظاہر شود

کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سوئے توبہ شاہ باز — تا شود معلوم اسرارِ نیاز

میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم[۲] کردنِ شاہ چوں واقف شد بر آں خیانت کہ بپوشاند و عفو کند و او را باو دہد و دانست کہ آں فتنہ جزائے قصدِ او بود و ظلمِ او بر صاحبِ موصل کہ من اساء فعلیہا و ان ربک لبالمرصاد، و ترسید کہ اگر ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سرِ او آید چنانکہ ایں ظلم و طمع بر سرش آمد

جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کرے اور معاف کر دے اور اس کو اسی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے برائی کی تو وہ اسی پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر یہ بدلہ لے گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص اس کے سر پر آیا

شاہ با خود آمد استغفار کرد — یادِ جرم و زلت و اصرار کرد

شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت[۳] با خود آنچہ کردم با کساں — شد جزائے آں بجائے من رساں

اپنے آپ سے بولا میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا — اس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جفتِ دیگراں کردم ز جاہ — بر من آمد آں و افتادم بچاہ

میں نے مرتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا — وہ مجھے پیش آیا اور میں کنویں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم — او درِ خانہ مرا زد لاجرم

میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا — اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

---

۱ چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لئے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کہ جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تا شود۔ عاجزی اور نیازمندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

۲ عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اسی کو دیدے۔ زلت۔ لغزش۔ اصرار یعنی گناہ پر جماؤ۔

۳ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصد جفت۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی پر نظر بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظر بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر[1] کہ با اہلِ کساں شد فسق جُو — اہلِ خود را داں کہ قوّادست اُو

جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا — سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثلِ آں جزای آں شود — چوں جزای سیئہ مثلش بُود

کیونکہ اُس کی جزا اُس کی مثل ہوتی ہے — جبکہ بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سوی خویش — مثلِ آں را پس تو دیوثی ز پیش

جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا — اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز — غصب کردند از من اُو را زُود نیز

میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی — انھوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

اُو امینِ من بُد و لالای من — خائنش کرد آں خیانتہای من

وہ میرا امین تھا اور میرا غلام — اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

نیست[2] وقتِ کیں گذاری و انتقام — من بدستِ خویش کردم کارِ خام

کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے — میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کشم کینہ ازاں میر و حرم — آں تعدّی ہم بیاید بر سرم

اگر میں اُس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں — وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہمچناں کیں یک بیامد در جزا — آزمودم باز نزمائم وُرا

جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا — میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحب موصلم گردن شکست — من نیارم ایں دگر را نیز خست

موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی — میں اِس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی — گفت اِن عُدتّم بہ عُدنا رہی

بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا — فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیں گے

چوں[3] فزونی کردن اینجا سود نیست — غیر صبر و مرحمت محمود نیست

چونکہ اِس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے — سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

ربّنا انّا ظلمنا سہو رفت — رحمتے کُن اے رحیمیہات زفت

اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا بھول ہوئی — رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں!

عفو کردم تو ہم از من عفو کُن — از گناہانِ نو و جُرمِ کہن

میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے — نئے گناہوں اور پُرانی خطاؤں کو

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اُس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ۔ اسلئے کہ بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔

[2] نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اُس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ اِنْ عُدتّم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

[3] چوں۔ اب اس پہلوان پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربّنا۔ اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ نے دعا میں کہا اے خدا میں نے معاف کیا ہے تو مجھے بھی معاف کر دے۔

گفت اکنوں اے کنیزک وا مگو ——— ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو

کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا ——— یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دار و با کسے عرضہ مکن ——— آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن

محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ ——— اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جفت خواہم کرد من ——— اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن

میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا ——— خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ

تا نگردد او ز رویم شرمسار ——— کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار

تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو ——— کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں

بارہا من امتحانش کردہ ام ——— خوب تر از تو بدو بسپردہ ام

میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے ——— تجھ سے زیادہ حسین اس کے سپرد کئے ہیں

در امانت یافتم او را تمام ——— ایں قضائے بود ہم از کرد ہام

میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے ——— یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیر خویش را ——— کشت در خود خشم قہر اندیش را

پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا ——— قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد با او یک بہانہ دلپذیر ——— کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر

اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا ——— کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہوگیا ہوں

زاں سبب کز غیرت و رشک کنیز ——— مادر فرزند دارد صد ازیز

اس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے ——— لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرت او دائما ——— مادر فرزند ہست اندر عنا

اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستقلاً ——— لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادر فرزند را بس حقہاست ——— او نہ درخورد چنیں جور و جفاست

لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں ——— وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد ——— زیں کنیزک سخت تلخی می برد

رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے ——— اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

۱ گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ با امیرت۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کردوں گا تو اب پہلوان کا رات کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تا نگردد۔ اس نے اگر ایک برائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اسکو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

۲ خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اس کے سپرد کی ہیں لیکن اس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اس امیر پہلوان کو بلایا اور اس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس لونڈی سے متنفر ہوں۔

۳ زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ ازیز۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ درخورد۔ لائق۔

چوں کسے را داد خواہم ایں کنیز — پس تُرا اولیٰ ترست ایں اے عزیز

چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا — اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہرِ اُو — خوش نباشد دادنِ آں جز بتو

کیونکہ تو نے اُس کے لئے جانبازی دکھائی ہو — تیرے سوا کسی کو اُسکا دینا اچھا نہ ہو گا

عقد کردش با امیر اُو را و داد — خشم را و حرص را یکسو نہاد

اُس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اُسکو دیدی — غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر اُو را سپُرد — کرد خشم و حرص را او خورد مُرد

اُس کا نکاح امیر سے کر دیا، اُسکو سپرد کر دی — اُس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نحنُ قسمنا کہ یکے را قوّت و شہوتِ خراں دہد

اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ (خدا) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

ویکے را کیاست و قوّتِ انبیا و فرشتگاں دہد

دیدیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سرِ ز ہوا تافتن از سروریست[۲] — ترکِ ہوا قوّتِ پیغمبری ست

خواہشِ نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری ہے — خواہشِ نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخمہائے کہ شہوتی نبود — برِ اُو جز قیامتی نبود

وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں — اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہو گا

گر بُدش سستی ز نرّیِ خراں — بود اُو را مردیِ پیغمبراں

اگر اُس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی — تو اُس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِ خشم و شہوت و حرص آوری[۳] — ہست مردی و رگِ پیغمبری

غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا — مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نرّیِ خر گو مباش اندر رگش — حق ہمی خواند اُلغ بگلربگش

گو اُس کی رگ میں گدھے کا سا نر پنا نہ ہو — اللہ (تعالیٰ) اُسکی امیرالامرائی کو چاہتا ہے

مُردہ باشم بمن حق بنگرد — بہ ازاں زندہ کہ باشم دور و رد

(اگر) میں مُردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو — اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور (اور) رد

مغزِ مردی ایں شناس و پوست آں — آں بَرد در دوزخ وایں در جناں

اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے — وہ دوزخ میں لے جائیگی اور یہ جنتوں میں

---

[۱] چوں کے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تو نے اُس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہِ مصر نے اُس لونڈی کا اُس پہلوان سے نکاح کر دیا اور اپنے غصہ کو ختم کر دیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے جسمانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوتِ شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

[۲] سر ز ہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ حکیم سنائی کا ہے۔ تخمہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائیگا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہِ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اُس میں معنوی مردی تھی۔

[۳] ترکِ خشم۔ نفسانی جذبات کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ اُلغ۔ بزرگ۔ بگلربگ۔۔۔۔ امیرالامراء۔ مُردہ باشم۔ وہ مُردگی جو خدا کی منظورِ نظر ہو اچھی زندگی سے بہتر ہے جو مردود بارگاہ ہو۔ مغز۔ مردی اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مکارہ را رسید[1] | حُفَّتِ النَّارُ از ہوا آمد پدید

"جنت گھیر دی گئی ہے" ناپسندیدہ چیزوں کو ملا | "دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطاب پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا

دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیر نرِ دیو کُش | مردیِ خر کم فزوں مردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر، دیو کو مار ڈالنے والے | گدھے کی مردانگی کم ہے ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر ادراکش نکرد | لعبِ کودک بود پیشت اے مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا | تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذتِ امرِ مرا | جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے | وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کردی

اے کہ از تعظیم امرش آگہی | ایں حکایت گوش کن تا وارہی

اے وہ! کہ تو اس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے | یہ حکایت سن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوقِ امر و چاشنیش | بشنو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان | اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیواں[3] و مجمع بدستِ وزیر

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس

ایں چند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمتِ فرمودنِ

قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ

شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہرِ

کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ

نفیس را چگونہ بشکنم

موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت روزے شاہ محمودِ غنی | آں شہِ غزنی و سلطانِ سنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن | جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

---

[1] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ یہ بات پہنچی ہے کہ جنت کو آفات سے گھیر دی گئی ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ آگ خواہشِ نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے" یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور اُن کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردی ہش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سرداروں نے جو تو باآسانی سمجھ گیا۔

[2] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لئے تو میرے حکم پر جان چھڑکتا ہے۔ اے یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے۔

[3] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت یعنی بیان کرنیوالے نے کہا ہے۔ سنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانب دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا
جملہ ارکاں اندراں دیواں بیافت
اُس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید او مستنیر[۱]
اُس نے ایک روشن موتی باہر نکالا
پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اُس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے، اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟
گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
اُس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا توڑ دے اُس نے کہا اسکو کیسے توڑوں؟
نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی
کہ نیاید در بہا گردد ہدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا رائگاں ہوجائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی
گوہر از وے بستد آں شاہِ فتے
اُس جوانمرد شاہ نے موتی اُس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جود
اُس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کردیا
ہر لباس و حُلہ[۲] کو پوشیدہ بود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
اُن کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا
از قضیہ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اسکے بعد اُس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا
کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[۳] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اُس نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے
کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اُس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشیدِ تیغ
کہا توا سکو توڑ دے اُس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!
بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اِسکا توڑنا بہت قابلِ افسوس ہے بہت قابلِ افسوس

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع
اُسکی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے
کہ شدست ایں نورِ روز اُو را تبع
کہ دن کی روشنی اسکے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسرِ اُو
اسکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟
کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

۱ مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بورا۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتیٰ کا امالہ ہے نوجوان۔

۲ حلہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ از سرِ نو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو پیشی کا وزیر ہوتا تھا۔

۳ گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشیدِ تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اِس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و ادرارش فزود — پس دہاں در مدحِ عقلِ او کشود

شاہ نے اُسکو خلعت دی اُسکی تنخواہ بڑھادی — پھر اُس کی عقل کی تعریف میں مُنہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد — دُر را آں امتحاں کُن باز داد

تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا — اُس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں — ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں

اُس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی — اُس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہاشاں ہمی افزود شاہ — آں خسیساں را ببُرد از رہ بچاہ

بادشاہ اُنکے کپڑوں کے جوڑے بڑھا رہا تھا — اُن کمینوں کو راستہ سے کنویں میں لے گیا

اینچنیں گفتند پنجہ شصت امیر — جملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر

پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا — وزیر کی تقلید میں ایک ایک کرکے سب نے

گرچہ تقلید ست اُستونِ جہاں — ہست رُسوا ہر مقلد ز امتحاں

اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے — آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں — مال و خلعت بُرد ہر یک بیکراں

شاہ نے جب سب کا امتحان لیا — ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہمچنیں در دورِ گرداں شد گہُر — تا بدستِ آں ایازِ دیدہ ور

موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا — یہانتک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز — گفت او را کاے حریفِ دیدہ باز

بالآخر اُس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا — اُس سے کہا، اے صاحب نظر دوست!

یک بیک دیدند ایں گوہر تو ہم — در شعاعش در نگر اے محترم

انھوں نے ایک ایک کرکے اس موتی کو دیکھا تو بھی — اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با یاز و کیاست

موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی

ایاز و مقلد ناشدنِ او ایشاں را و مغرور ناشدنِ او

زہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردنِ و

بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

۱۵ ادرار۔ ماہوار تنخواہ۔ کشود۔ اُسکی تعریف اسلئے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کرسکے۔ بعدہ۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش ان سب کیلئے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آرہا ہے اسلئے وہ انعام دے رہا ہے۔ ۱۶ اینچنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اُس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا آخر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دیدیا۔ ۱۷ یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سردار دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اُس نے پہلے سرداروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے انکو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن گرچہ ممکن کہ نشاید مقلّد را مسلمان دانستن

اُن کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدرِ امکان مقلّد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلمان باشد اَمّا نادر باشد کہ مقلّد ثبات کند بر اں اعتقادِ و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اُس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلّد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثباتِ بینایاں ندارد

مقلّد اِن امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر — چند می ارزد بدیں تاب و ہُنر

اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی — اِس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من — گفت اکنوں زود خردش در شکن

اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اُس سے بڑھا ہوا ہے — اُس نے کہا اب اُسکو فوراً ریزہ ریزہ کردے

سنگہا در آستیں بودش شتاب — خُرد کردش پیشِ اُو آں بُد صواب

پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد — اُس کو توڑ دیا اُسکے نزدیک یہ درست تھا

زاتفاقِ طالعِ با دولتش — دست داد آں لحظہ نادر حکمتش

اُس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے — اُس وقت نادر حکمت اُسکے ہاتھ آگئی

یا بخواب ایں دیدہ بود آں پُر صفا — کردہ بود اندر بغل دو سنگ را

یا اُس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا — اُس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے

ہمچو[2] یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ — کشف شد پایانِ کارش از الٰہ

یوسفؑ کی طرح کہ کنویں کی گہرائی میں — اُنکے لئے انجامِ کار اللہ تعالےٰ کیجانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد — پیشِ اُو یک شد مراد و بے مُراد

جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا — اُنکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پایندانِ[3] وے شد وصلِ یار — اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار

یار کا وصل جس کا ضامن ہوگیا — وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات — فوتِ اسپ و فیل پیشش تُرہات

جب اُسکو یقین ہوگیا کہ وہ مات دے گا — اسپ اور فیل کا مارا جانا اُسکے لئے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جُوست — اسپ اُو گوئی کہ پیش آہنگِ اوست

جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اُسکا اسپ مار جائے — تو گویا اسپ اُس کا پیشرو ہے

---

[1] مُمکن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اُس کا علم زایل ہوجاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے موتی کی قیمت ایاز سے لگوائی اُس نے جواب دیا کہ یہ اسقدر بیش قیمت ہے کہ اُسکی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اُسکو توڑ ڈال اُسکی آستین میں پتھر تھا اُس نے اُس کے ذریعہ فوراً اُسکو توڑ ڈالا اُسکا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اُسکا ساتھ دیا ممکن ہے کہ اُس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر لیکر مجلس میں آیا ہو۔

[2] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لئے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اُسکے لئے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہوتے ہیں۔

[3] پایندان۔ ضامن۔ چون جب بازی کی کامیابی پر یقین ہوجاتا ہے تو اُس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی گر بُرد۔ اُسکا حریف اگر اُسکے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اُسکی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مردِ[۱] را با اسپ کے خویشی بُوَد
انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟
عشقِ اسپش از پئے پیشی بُوَد
گھوڑے سے اُسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے

بہرِ صُورتہا مکش چندیں زحیر
صورتوں کے لئے اسقدر پیچ و تاب نہ اٹھا
بے صُداعِ صُورتے معنی بگیر
صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہَست زاہد را غمِ پایانِ کار
زاہد کو انجام کا غم ہے
تا چہ باشد حالِ اُو روزِ شمار
کہ قیامت کے دن اُسکا کیا حال ہوگا؟

عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند
عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں
از غم و احوالِ آخر فارغ اند
آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رَجا
عارف کو یہی خوف اور امید تھی
سابقہ دانیش خورد آں ہر دو را
اُسکی پیشگی دانش نے اُن دونوں کو ختم کردیا ہے

دید[۲] کُو سابق زراعت کرد ماش
وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے
اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش
وہ جانتا ہے کہ اُس کی پیداوار کیا ہوگی

عارف ست اُو باز رَست از خوف و بیم
وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے
ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم
اللہ تعالیٰ کی تلوار نے شور و غل کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا
اُس کو خدا سے خوف اور امید تھی
خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا
خوف فنا ہوگیا وہ امید ظاہر ہوگئی

خوف[۳] طے شد جملگی اُمید شُد
خوف لپٹ گیا، وہ مجسّم امید ہوگیا
نور گشت و تابعِ خورشید شُد
نور بنگیا اور سورج کے تابع ہوگیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز
ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا
وز فریبِ شہ نشُد گمرہ ایاز
شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرارِ ازراہش نبُرد
خلعت اور وظیفہ نے اسکو گمراہ نہ کیا
کرد اُو گوہر ز امرِ شاہ خُرد
اُس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آں زماں
جب اُس نے خاص موتی توڑا، اُس وقت
زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں
امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کایں چہ بیباکیست واللہ کافر ست
کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے
ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست
جس نے اِس منوّر موتی کو توڑا

---

[۱] مرد را۔ شطرنجی گھوڑے سے کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ زحیر: پیچش، پیچ و تاب۔ صداع: دردِ سر۔ صورت: یعنی اسپ۔ معنی: یعنی کامیابی۔ ہست: معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ عارفاں جو لوگ کامل ہیں انکو ابتداء سے ہی انجام کا علم ہوجاتا ہے اور انکا علم خوف اور امید کو ختم کردیتا ہے۔

[۲] دید۔ عارف جان لیتا ہے جو بویا ہے اُسکی پیداوار کیا ہوگی چونکہ اسکو پیشگی ہی علم حاصل ہوگیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہوگیا ہے۔ بود۔ اسکو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہوجانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہوگیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

[۳] خوف۔ اُس کے لئے اب خوف ختم ہوگیا اور وہ نور بنکر نورِ مطلق کے تابع ہوگیا۔ زامتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہوجاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اُس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کاینچہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

واں جماعت جملہ از جہل و عمیٰ
اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے
درشکستہ دُرِّ امرِ شاہ را
بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمت گوہر نتیجہ مہر و وُد
دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت
بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شُد
ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی ؟

تشنیع زدن اُمرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادن ایاز ایشاں را
امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
ایاز نے کہا اے نامور سردارو!
امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر
قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سلطاں بہ بُود پیشِ شما
تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے
یا کہ ایں نیکو گہر بہرِ خدا
یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

اے نظرتاں بر گہر بر شاہ نے
اے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے
قبلہ تاں غول ست جادہ راہ نے
تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من ز شہ بر می نگردانم بصر
میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں
من چو مشرک روئے نارم در حجر
میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگِ راہ
وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر
بر گزیند پس نہد اُو امرِ شاہ
پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پُشت سوی لُعبتِ گلرنگ کُن
پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پُشت کرے
عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن
عقل، رنگ دینے والے میں حیران کردے

اندر آ در جو سبو بر سنگ زن
نہر میں آجا، ٹھلیا کو پتھر پر ماردے
آتش اندر بُو و اندر رنگ زن
بُو اور رنگ میں آگ لگا دے

گر نہ ٔ در راہِ دیں از رہزنان
اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہو
رنگ و بُو مپرست مانند زناں
عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہر امرِ شہ بُود اے ناکساں
اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے
جملہ بشکستید گوہر را عیاں
تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند
جب ایاز نے اِس راز کو میدان میں ڈال دیا
جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند
سب ارکان خوار اور ذلیل ہوگئے

---

۵۱ واں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور اُن لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اُس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ۔ ایاز نے اُن امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

۵۲ اے نظر۔ تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوے کو بنا لیا۔ من زشہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

۵۳ پشت۔ مصنوعات سے روگردانی کرکے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اندر ظاہر کی طرف رُخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بُو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کرکے تم نے اُس کو توڑ ڈالا چُپ۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہوگئے۔

سر فرو انداختند آں سروراں — عذر گویاں[1] گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے — (دل و) جان سے اُس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہر یک دو صد آہ آں زماں — ہمچو دُودے میشُدے تا آسماں

اُس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے — دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردن شاہ بقتلِ اُمراو شفاعت کردن ایاز پیشِ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش

تخت کہ اَلْعَفْوُ اَوْلیٰ

کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد اشارت[2] شہ بجلادِ کہن — کہ زِ صدرم ایں خساں را پاک کُن

شاہ نے پُرانے جلاد کو اشارہ کیا — کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ مَنَند — کز پئے سنگ امرِ ما را بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ — جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد — بہرِ رنگیں سنگ شد خوار و کساد

ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم — رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہر افزا بر جہید — پیشِ تختِ آں اُلُغ سلطاں دوید

پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اُٹھا — سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا

سجدہ کرد و گلوئے خود گرفت — کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت

سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا — کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے

اے ہُمائے[3] کہ ہمایاں فرخی — از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہُما! کہ سب ہما برکت — اور تمام سخی سخاوت تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں — محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم — تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گلِ سُرخت چو دید — از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحبِ لطف کہ جب گلِ سُرخ نے تجھے دیکھا — شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر — روبہاں بر شیر از عفوِ تو چیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے — تیری معافی سے، لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

---

[1] عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہو گئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

[2] کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر اُن کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کرنا چاہیئے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کی طرف دوڑا اور اُس کے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔

قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

[3] اے ہُمائے۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہُما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں اُن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے۔ آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جز کہ عفوِ تو کرا دارد سند ۔۔۔ ہر کہ با امرِ تو بیباکی کُند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟ ۔۔۔ جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں ۔۔۔ از وفورِ عفوِ تُست اے عفوراں
اِن خطاداروں کی غفلت اور گستاخی ۔۔۔ اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد ۔۔۔ کہ بَرَد تعظیم از دیدہ رمد
غفلت، ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے ۔۔۔ کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ ۔۔۔ ز آتشِ تعظیم گردد سوختہ
سیکھی ہوئی بُری غفلت اور بھول ۔۔۔ تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد ۔۔۔ سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے ۔۔۔ بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ غارت خواب ناید خلق را ۔۔۔ تا نبرباید کسے زو دلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے ۔۔۔ تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اُڑے

خواب چوں درمیرمد از بیم دلق ۔۔۔ خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے ۔۔۔ گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لاَ تُؤَاخِذْ اِنْ نَّسِیْنَا شُد گواہ ۔۔۔ کہ بُوَد نسیاں بوجہے ہم گناہ
• اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر، گواہ ہے ۔۔۔ کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم اُو نہ کرد ۔۔۔ ورنہ نسیاں درنیاوردے نبرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی ۔۔۔ ورنہ بھول، معیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابُد و ناچار بُود ۔۔۔ در سبب ورزیدن اُو مختار بُود
اگرچہ بھول ضروری اور لا علاج ہے ۔۔۔ (لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحبِ اختیار ہے

چوں تہاون کرد در تعظیمہا ۔۔۔ تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی ۔۔۔ یہانتک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کُند ۔۔۔ گوید اُو معذور بودم من زخود
اُس مست کی طرح جو ظلم کرے ۔۔۔ اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

ہوتا ہے ـــــ ہمچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اُس کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو شراب پی کر مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بیخود تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اُس سے بھی کہے گا کہ بدبخت بیخودی کا سبب تم نے خود اختیار کیا تھا تم نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

۵۱ جز۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کا سہارا لے کر کرتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحم دلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول کو ختم کر دیتا ہے۔

۵۲ وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لئے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آسکتی ہے۔ لاتواخذ۔ قرآن پاک میں ہے • اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مواخذہ کے قابل ہے البتہ اگر بچنے کی ساری تدبیریں کر لی ہوں اور پھر بھول ہو گئی تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب خود اختیار کئے جو وہ کر سکتا تھا۔

۵۳ چوں تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول ضرور ہوتی ہے تو ظاہر ہے

گویدش لیکن سبب اے زشت کار — از تو بُد در رفتنِ آں اختیار

اس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب — تیری جانب سے تھا اس اختیار کے چلے جانے میں

بیخودی نامد بخود تش خواندی — اختیارت خود نشد تش راندی

بیخودی خود نہیں آئی تو نے خود اس کو بلایا — تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اس کو بھگایا

گر رسیدے[1] مستیِ بے جہدِ تو — حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو

اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی — تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پشت دارت اُو بُدے عذر خواہ — من غلامِ زلتِ مستِ آلہ

وہ تیرا عذر خواہ ہوتا اور مددگار ہوتا — میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرہ — عکسِ عفوت اے ز تو ہر بہرہ

تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں — اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفوہا گفتہ ثنائے عفوِ تو — نیست کفوش اَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوا

تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے — اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش و ز خود شاں ہم مراں — کامِ شیرینِ تو اند اے کامراں

انکی جان بخش دے اور اپنے آپ سے انکو علیحدہ نہ کر — اے مراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم[2] کُن بر وے کہ روئے تو بدید — فرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید

اس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے — وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن — ہر چہ خواہی کُن ولیکن ایں مکُن

تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے — جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبوُد بتر از ہجرِ یار — ایں سخن از عاشقِ خود گوش دار

دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے — اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخ شصت[3] تو — نیست مانندِ فراقِ شستِ تو

ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں — تیرے حلقۂ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث — دور دار اے مجرماں را مستغاث

مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو — اے خطاکاروں کے فریادرس! دور رکھ

بر امیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست — تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست

تیرے وصل کی امید پر مرنا بھلا ہے — تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

[1] گر رسیدے۔ اگر تو اپنے حضور پرست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہای۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہاں کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں! اے انسانوں اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کن۔ جس نے ایکبار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لئے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے عدد کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیئے مصرع اول میں تو معنی درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطاکاروں کے فریادرس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کیلئے مقولہ ہے۔ بر امید۔ وصل کی امید میں جان دے دینا

گبر[1] میگوید میانِ آں سقر — چہ غمم بودے گرم کردے نظر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے — اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست — ساحراں را خونبہائے دست و پاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے — جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْن

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَاضَيْرَ بشنید آسماں — چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا — اُس بلّے کے لئے آسمان گیند بن گیا

ضربتِ[2] فرعون مارا نیست ضَیر — لطفِ حق غالب بود بر قہرِ غَیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے — دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سِرِّ مارا اے مُضِل — میرہانی ماں ز رنج اے کوردل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے — اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دیدیتا

ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں — میزند یَا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ
خبردار! اِدھر آ دیکھ یہ باجا — "کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے

داد مارا فضلِ حق فرعونیے[3] — نے چنیں فرعونیے بے عونیے
اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کردی ہے — وہ فرعونی نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سَر برآور ملک بیں زندہ و جلیل — اے شدہ غرّہ بمصر و رودِ نیل
سر اٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ — اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی — نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی
اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے — تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست — درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھالے — جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

کر دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آجائیں گے۔

[1] گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظرِ کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔۔۔۔ ساحراں۔ آپ کی نظرِ کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لئے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ اس نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

[2] ضربت۔ مارا۔ گر بدانی۔ اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنوں مشہور باجا ہے جس کو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

[3] فرعونیے یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی۔۔۔ فرعون کی سی شاہی نہیں ہے سر برآور۔۔۔ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خوابِ غفلت سے سر ابھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت

تو انا ربّ[1] را ہمی گوئی بعام
تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے
غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام
(حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

ربّ بر مربوب کے لرزاں بود
پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے؟
کے انا داں بندِ جسم و جاں بود
"انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نک انا مائیم رستہ از انا
دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے
از انائے پُر بلائے پُر عنا
اس "انا" سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پُر ہے

آں انائے[2] بر تو اے سگ شوم بُد
اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی
در حقِ ما دولتِ محتوم بود
ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودت ایں انائے کینہ کش
اگر یہ کینہ نکالنے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا
کے زدے بر ما چنیں اقبالِ خوش
تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟

شکر آں کز دارِ فانی میرہیم
اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں
بر سرِ ایں دار پندت میدہیم
اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست
ہمارے قتل کی سولی سفر کا براق ہے
دارِ ملکِ تو غرور و غفلت ست
تیرا دار السلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایں[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات
یہ خفیہ زندگی ہے جو موت کی صورت میں ہے
واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات
وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نور
نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے
ورنہ دنیا کے بُدے دار الغرور
ورنہ دنیا دار الغرور کب ہوتی؟

ہیں مکن تعجیل اوّل نیست شو
خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن
چوں غروب آری برآ از شرق ضو
جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا

آں انائے در ازل دل تنگ شد
وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے
زیں انا جاں بیخود و دل دنگ شد
اس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا

آں انائے سرد گشت و تنگ شد
وہ "انا" سرد اور تنگ ہے
ایں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد
یہ مست "انا" چنگ کی طرح ہے

اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے انا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں انا۔ فنا کے بعد انا کہنا محمود ہے۔ چنگ = ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

[1] تو انا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو تو اس سے ناواقف ہے۔ ربّ۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہو سکتا ہے۔ انا مائیم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لئے ہوئے ہے تو منحوس ہے ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دیدی ہم اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لئے قربِ خداوندی کا بُراق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی بُراقِ رحلت، حیات بصورتِ ممات ہے۔ واں۔ تیرا دار الملک موت بصورتِ حیات ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق برعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہوگا۔ آں انائے

زاں[1] انائے بے انا خوش گشت جاں / شد جہان او از انائے ایں جہاں

اس بے "انا" کے "انا" کہنے سے جان خوش ہوگئی / وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہوگئی

از انا چوں رست اکنوں شد انا / آفرینہا بر انائے بے عنا

جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہوگئی / بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

او گریزان و انائے در پیش / می دود چوں دید وے را بے ویش

وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اسکے در پے ہے / وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اسکو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالب او ئی نگردد طالبت / چوں بمُردی طالبت شد مطلبت

تو اسکا طلبگار ہے وہ تیری طلبگار نہ بنے گی / جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[2] کے مُردہ شو شوید ترا / طالبی کے مطلبت جوید ترا

تو زندہ ہے مردے کو نہلانے والا تجھے کب نہلائیگا؟ / تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بُدے / فخر رازی رازدار دیں بُدے

اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی / (تو) فخر (الدین) رازی دین کے رازدار ہوتے

لیک چوں من لم یذق لم یدر بود / عقل و تخییلات او حیرت فزود

لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا" ہے / اُنکی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کردیا

کے شود کشف از تفکر ایں انا / ایں انا مکشوف شد بعد الفنا

غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے / یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در افتقاد[3] / در مغاکے و حلول و اتحاد

جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں / گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب / ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب

اے ایاز! تو قرب میں فانی بن گیا ہے / جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نطفہ مبدل تو بتن / نز حلول و اتحادِ پُر فتن

بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا / نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

[1] زاں۔ جس انا میں بشری انانیت نہ ہو اُس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اُس انا کے ذریعہ اس دنیا کی انا سے نجات پاجاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اُس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ او گریزاں۔ فانی حقیقت کیلئے گریزاں ہے اور بقا اسکے در پے ہے اور اس مظہر میں صفاتِ الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اسکو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفاتِ بشری سے مُردہ ہوجائیگا تو فنا خود اُس کی طالب بنجائے گی۔

[2] زندۂ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اس مُردے کو نہلانے والا یعنی فنا اُس کیساتھ مصروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ ..... امام فخر الدین رازی جو دلایل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے انکا مزا چکھا وہ انکی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائل عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کرتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائیگا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہوجائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجودِ عبد کے بغیر صفاتِ رب کیساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجودِ عبد کو اپنا محل بنالیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہوجانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جسطرح ستارہ شعاعِ شمس میں گم ہوجاتا ہے اسی طرح عبد حادث اپنے آپ کو ربِ قدیم میں گم کردیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو کہ نطفہ منی جسم انسانی میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ تبدیل ذاتی کی مثال ہے۔

عفو کُن اے عفو در صندوقِ تو — سابقِ لُطفی ہمہ مسبُوقِ تو

معاف کر دے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے! — تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتن ایاز خود را دریں شفاعت گری و عذرِ ایں جرم

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی

چاہنا اور اُس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسرِ نفسی

از شناخت عظمتِ شاہ خیزد و اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ

شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور

وَاَخْشَاکُمْ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اللہ تعالٰے سے اسکو جاننے والے ڈرتے ہیں

مَن کہ باشم کہ بگویم عفو کُن — اے تو سلطان و خلاصہ امرِ کُن

میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟ — اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کُن" کے امر کے خلاصہ ہیں

مَن کہ باشم کہ بُوَم من با مَنِت — اے گرفتہ جملہ مَنہا دامنت

میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری منی کے سامنے موجود رہوں؟ — اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

مَن کے آرم رحم حِلم آلود را — رہ نمایم علمِ حِلم اندود را

میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟ — میں تو علم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم — گر زبونِ صفعہا گردانیم

میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں — اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنالیں

مَن کیَم تا پیشت اعلامے کُنم — یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟ — یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلومِ تو نبود چیست آں — وانچہ یادت نیست کو اندر جہاں

جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ — جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اے تو پاک از جہل و علمت پاک از آں — کہ فراموشی کُند ویرا نہاں

اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے — کہ بھول اُس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی — ہمچو خورشیدش بنُور افراشتی

تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا — تو نے اُس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

لـه خواستن۔ ایاز نے اُس سفارش کے بارے میں بجائے اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور عذر خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

لـه من۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپکے علم کی راہنمائی کرتا ہوں۔ صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

لـه اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دیکر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جب کہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کرکے میری خوشامد کو بھی سن لیجئے۔

چوں کَسَم کردی اگر لابہ کُنم — مُستمع شو لابہ اَم را از کرم

جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا اگر میں عاجزی کروں — تو کرم کرکے میری خوشامد کو سن لے

زانکہ[1] از نقشم چو بیروں بُردہٗ — آں شفاعت ہم تو خود را کردہٗ

اسلئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے — تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

چوں ز رختِ من تہی گشت ایں وطن — تر و خشکِ خانہ نبُود آنِ من

جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہوگیا — تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب — ہم ثباتش بخش و گرداں مُستجاب

تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کردی — تو ہی اسکو جماؤ عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا — ہم تو باشی آخر اجابت را رجا

تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے — تو ہی آخیر میں قبولیت کی امید بن

تا زنم من لاف کاں شاہِ جہاں — بہرِ بندہ عفو کرد از مجرماں

تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اُس شاہ جہاں نے — اِن خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کردیا

درد[2] بُودم سر بسر من خود پسند — کرد شاہم داروی ہر دردمند

میں متکبر سراسر درد تھا — شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے — کرد دستِ فضلِ اُو ہم کوثرے

میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا — اُسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد — من بر ویانم دگر بار از جسد

جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے — میں اسکے جسم کو دُوبارہ اُگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ — گرد د از وے نابت و اندوختہ

کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا — اُس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہوجائے

قطرہ[3] قطرہ اُو منادیِ کرم — کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم

اُس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے — کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم بر سرِ زخمِ عفن — یُنبِتُ لحماً جدیداً خالصاً

جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم — خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں — ہست کوثر چوں بہار و گلستاں

دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے — کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

---

[1] زانکہ۔ اب میں میں نہیں ہوں لہذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اسکو قبول فرمائیے ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تا زنم جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطا کاروں کو معاف کیا ہے۔

[2] درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اُس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جنکا جسم جلا کر خاکستر کردیا ہے اُن کو دُوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

[3] قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آجاؤ میں جلے ہوئے کو دُوبارہ جسم عطا کر دونگا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دُوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی طرح اور کوثر موسم بہار کیطرح ہے دوزخ موت ہے کوثر نفخ صور ہے جس سے مُردے زندہ

ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
ہست کوثر نفخِ صور از کبریا
کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے

ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
ہست کوثر بر مثالِ نفخِ صور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے

اے[۱] ز دوزخ سوختہ اجسامِ تاں
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں
سوئے کوثر میکشد اکرامِ تاں
(اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

چوں خلقتُ الخلقَ کے یربح علیَّ
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے
لطفِ تو فرمود اے قیوم و حیّ
اے حیّ قیوم تونے مہربانی فرمائی ہے

لَا لِاَنْ اَربح علیہم جودِ تست
"نہ یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے
کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں

عفو کن زیں ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے
عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کیجانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے

عفوِ[۲] خلقاں ہمچو جوی و ہمچو سیل
مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کیطرح
ہم بداں دریائے خود تازند خیل
اس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے

عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا
معافیاں، ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے
چوں کبوتر سوئے تو آید شہا
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں

باز شاں وقتِ سحر پراں کنی
تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے
تا بشب محبوسِ ایں ابداں کنی
رات تک کیلئے ان جسموں میں قید کردیتا ہے

پر زناں بارِ دگر در وقتِ شام
دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے
می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کیوجہ سے اس محل اور بالاخانے پر پرواز کرتی ہیں

تا کہ[۳] از تن تارِ وصلت بگسلند
یہانتک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں
پیشِ تو آیند کز تو مقبلند
آپکے پاس ہی آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں

پر زناں ایمن ز رجعِ سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہوکر اڑتی ہیں
در ہوا کانّا الیہِ راجعون
ہوا میں کہ ہم اسی طرف لوٹنے والی ہیں

بانگ می آید تعالوا زاں کرم
اس کرم کیجانب سے "آجاؤ"، کی آواز آتی ہے
بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

۱؎ اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں ان کو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے چون۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اسی لئے ہے کہ اس کی ذات سے ناقص درست ہوجائیں۔

۲؎ عفوِ خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ باز شاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کے لئے انسانی بدنوں میں محبوس کردیتا ہے اور پھر شام کے وقت اسی محل کیطرف پرواز کرجاتی ہیں۔

۳؎ تاکہ۔ یہ ان کی آمد و رفت اس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پرزناں۔ انکی پرواز فساق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ ان کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آجاؤ اب اس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہوجائے گا۔

بس٥١ غریبیہا کشیدید از جہاں — قدرِ من دانستہ باشید اے مِہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے — اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز — ہیں بینداز ید پاہا را دراز
میرے اِس درخت کے سایہ میں ناز سے مَست ہو کر — آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عَناں از راہِ دیں — بر کنار و دستِ حوراں خالدیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں — ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغمِّز مہرباں — کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں — کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خور — مُدّتے اُفتادہ بر خاک و قذر
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور — جو ایک مدّت تک مٹی اور پلیدگی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذر باز آمدند — ہمچو نورِ خور سُوئے قُرصِ بلند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں — جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایں٥٢ گروہِ مجرماں ہم اے مجید — جملہ سر ہا شاں بدیوارے رسید
اے بزرگ! خطاکاروں کا یہ گروہ بھی — اِن سب کا سَر دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جُرمِ خود واقف شُدند — گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں — اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتو کردند اکنوں آہ کناں — اے کہ لُطفت مُجرماں را رہ کناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے — اے وہ کہ تیری مہربانی خطاکاروں کو راستہ دکھانے والی ہے

راہ دہ آلودگاں را العجل — در فُراتِ عفو و عینِ٥٣ مُغتسل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر — معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تا کہ غسل آرند زاں جُرمِ دراز — در صفِ پاکاں روند اندر نماز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کریں — نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا ز اندازہ بروں — غرقہ گانِ نورِ نَحنُ الصّافُون
اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ — "ہم صف باندھنے والے ہیں" کے نور میں غرق ہیں

شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحنُ الصَّافُّونَ قرآن کا مقولہ ہے اور بیشک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

٥١ بس غریبیہا۔ اُن سے کرم خداوندی کہتا ہے تم نے مسافر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہای۔ اب اُن پاؤں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مُغمِّز۔ غمزہ کرنے والا۔ صوفیاں۔ اِن لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹّی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کی طرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

٥٢ ایں گروہ۔ خطا وار بھی شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگرچہ وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔

شعر

[illegible]

کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جنمیں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے اُن سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

٥٣ عینِ مُغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ۔ پاک ہو کر نمازیں

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید ۔۔۔ ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
جب بات اِس حالت کے بیان میں پہنچی ۔۔۔ قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ ۔۔۔ شیر را برداشت ہرگز بَرّہ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟ ۔۔۔ کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رَو زاحتجاب ۔۔۔ تا بہ بینی بادشاہیِ عُجاب
اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل ۔۔۔ تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست ۔۔۔ آنکہ مست از تو بُوَد عذریش ہست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے ۔۔۔ جو تیرا مست ہو، اُس کے لئے ایک عذر ہے

مستیِ ایشاں باقبال و کمال ۔۔۔ نے زبادہ تست اے شیریں فعال
ان کی اقبال اور مال کی مستی ۔۔۔ (کیا) اے شیریں کارناموں والے، تیری شراب سے نہیں ہے؟!

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تو اند ۔۔۔ عفو کُن از مستِ خود اے عفو مند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں ۔۔۔ اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے

لذّتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب ۔۔۔ آں کُند کہ ناید از صد خُمِ شراب
خطاب کے وقت، تیرے خاص کرنے کی لذت ۔۔۔ وہ کرتی ہے جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردہ حدم مزن ۔۔۔ شرعِ مستاں را نیارد حد زدن
جب تو نے مجھے مست کر دیا مجھ پر حد جاری نہ کر ۔۔۔ شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن ۔۔۔ [۵۳] کہ نخواہم گشت خود ہشیار من
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اُس وقت مارنا ۔۔۔ کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن ۔۔۔ تا ابد رَست از ہُش و از حد زدن
اے احسانوں والے، جس نے تیرے جام سے پی لی ۔۔۔ وہ ہمیشہ کیلئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے بچا پایا

خالِدِیْنَ فِیْ فَنَاءِ سُکْرِھِمْ ۔۔۔ مَنْ یُّفَانِیْ فِیْ ھَوَاکُمْ لَمْ یَقُمْ
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔۔۔ جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ ما را کہ رَو ۔۔۔ اے شدہ در دوغِ عشقِ ما گرو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا ۔۔۔ اے وہ جو ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہو

---

[۵۱] سخن یعنی اسرارِ شفاعت کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اُس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے۔ گر حجابست۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اِن مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

[۵۲] مستی۔ اِن کی مستی اُس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہو جناب نے اُن کو دیا ہے۔ تخصیص یعنی چونکہ تو اُن سے خصوصیت برتتا ہے اِس لئے یہ مست ہو گئے ہیں... وقتِ خطاب۔ جب تو اُن کو خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو اُن پر شراب کے سیکڑوں مٹکوں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں، پھر جب مست کا نشہ دُور ہو جاتا ہے تب اُس کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔

[۵۳] کہ نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ میری مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول کرتے ہیں۔

چوں نگس در دوغِ ما افتادہ ۔۔۔ تو نہ مستی اے نگس تو بادہ[1]
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے ۔۔۔ اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگسان مست از تو گردند اے نگس ۔۔۔ چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے ۔۔۔ جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرّہا سرمستِ تو ۔۔۔ نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
ذرّوں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں ۔۔۔ نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تُست ۔۔۔ ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تُست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں، تجھ سے لرزتا ہے ۔۔۔ ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے

گر[2] خدا دادے مرا پانصد دہاں ۔۔۔ گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو مُنہ دیتا ۔۔۔ تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم مُنکسِر ۔۔۔ در خجالت از تو اے دانائے سِر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی ۔۔۔ اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

مُنکسِر تر خود نباشم از عدم ۔۔۔ کز دہانش آمد ستند ایں اُمم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں ۔۔۔ جس کے مُنہ سے یہ اُمتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی مُنتظِر ۔۔۔ کز عدم بیروں جہد با لطف و بر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں ۔۔۔ کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از[3] تقاضائے تو میگردد سرم ۔۔۔ اے بمُردہ من بہ پیشِ آں کرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے ۔۔۔ اے وہ کہ میں اس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تو ہست ۔۔۔ جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے ۔۔۔ جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد ۔۔۔ کشتیٔ بے بحر پا در رہ نہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟ ۔۔۔ بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیش آبِ زندگانی کس نمُرد ۔۔۔ پیشِ آبت آبِ حیوانست دُرد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مَرا ۔۔۔ تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

[1] تو بادہ۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی با ایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرّف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ بر اندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لئے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لئے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اُس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضہ ہے کہ میں اُس کے اوصاف بیان کروں اُس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام تیرے جذبہ سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ گدلا پانی ہے۔

آبِ حیواں قبلۂ جاں دوستاں[1] — زآب باشد سبز و خنداں بوستاں
آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے — پانی سے باغ سرسبز و خنداں ہوتا ہے

مرگِ آشاماں ز عشقش زندہ اند — دل زجان و آبِ جاں برکندہ اند
موت کو پی جانے والے اُس کے عشق سے زندہ ہوچکے ہیں — جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو مارا دست داد — آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آگیا — ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہوگیا

زآبِ حیواں ہست ہر جاں را نوی — لیک آبِ آبِ حیوانی توئی
آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے — لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیم — تا بدیدم دستبردِ آن کرم
تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہوجانا عطا کیا ہے — یہاں تک کہ میں نے اُس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو خفتن[2] گشت ایں مُردن مرا — زاعتمادِ بعث کردن اے خدا
یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے — اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب — گوش گیری آوریش اے آبِ آب
ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بن جائیں — تو اُن کا کان پکڑ کے لے آئیگا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں از اجل و آں عشق شوخ — سنگ کے ترسد زباراں چوں کلوخ
عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے — پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از صحافِ[3] مثنوی ایں پنجم ست — در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے — جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس — جز کہ کشتیبانِ استارہ شناس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پاسکتا ہے — ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں — از سعودش غافل اند و از قراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارے کے نہیں ہے — وہ اُس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز — با چنیں استارہائے دیو سوز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ — اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

[1] آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا ہیچ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اسکو وہ پسند کرتے ہیں جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کیلئے آبِ حیات ہیچ ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

[2] ہمچو خفتن۔ چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لئے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہوکر ریت بنجائیں تو اُن کا کان پکڑ کر کہدیگا پانی بنجاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کیا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

[3] صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستارہ سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہوسکتا سعودش۔ یعنی ستاروں کے نیک اثرات۔ اقتراں۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کروگے۔

ہر یکے[1] در دفعِ دیوِ بدگماں
بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک

ہست نفط انداز قلعہ آسماں
آسمان کے قلعے سے، نفط پھینکنے والا ہے

اختر ارباد یو ہمچوں عقرب ست
ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے، بچھو کی طرح ہے

مشتری را او ولی الاقرب ست
خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را
کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے

دلو پُر آب ست زرع و میوہ را
ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے لبریز ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند
مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے

دوست را چوں ثور کشتے میکند
دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی برتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اسد
سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے

لعل را زو خلعتِ اطلس رسد
لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجرو ست
کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے

ہیئتِ میزاں از و بیروں شو ست
ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے

پیشۂ مریخ[2] اگر خونریزی ست
مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے

او زبونِ شمسیِ تبریزی ست
وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل
زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے

دقّتِ فکر آید از وے در عمل
عمل میں اس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ماہم از مہر ار دو کف برہم زند
میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے

زہرہ نبود زہرہ را تا دم زند
زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد[3] خانۂ خود گم کند
بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے

وز جنوں او جوزِ جوزا بشکند
اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مشتری را دست لرزد دل طپد
مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے

بر سرِ آب او فتد مہ چوں سبد
چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

نسرِ طائر را بریزد پر ز شرم
نسرِ طائر کے شرم سے پَر جھڑتے ہیں

وز طمع تنیں شود چوں موم نرم
اژدہا لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

---

[1] ہر یکے۔ ستارے شیطان کو جلا دیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو منزلِ ستاروں کے قرار دیا ہے اور جان کیلئے وہ بروج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں برج ہیں لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنکے نقلی معنٰی بھی مراد لئے جا سکیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لئے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس۔ کمان، ایک برج کا نام بھی ہے۔ دلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمین کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا، برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔

[2] مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے منکر اسرار مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لئے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس شخص کا ستارہ زحل ہوتا ہے اس میں قوتِ فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہم یعنی اگر میری مثنوی سرور کشی کرے تو زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔

[3] عطارد۔ ستارہ جس کو دبیرِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے۔ مشتری ستارے کا نام ہے۔ نسرِ طائر۔ اڑنے والا گدھ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اڑنے والے گدھ کی طرح ہے۔

دختران[1] نعش آبستن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں

مجتمع گردند و دستک زن شوند
اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

درگذر زیں رمزہا بے گاہ شد
ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا

کہکشاں از سنبلہ پرکاہ شد
کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتاب[2] از کوہ سر زد اتقوا
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو

لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو
لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدوی وز عدو شہد و لبن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ

بے تکلف زہر گردد در بدن
بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سر
جس وجود نے عدم سے سر ابھارا

بر یکے زہر ست و بر دیگر شکر
ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خوی ناخوش شو بری
دوست بن جا اور بری عادت سے خالی ہو جا

تا ز خمرہ زہر ہم شکر خوری
تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے

زاں نشد فاروق را زہرے گزند
اسی لئے (عمر) فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا

کہ بد آں تریاق فاروقیش قند
کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاق فاروق اے غلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کرے

تا شوی فاروق دوران والسلام
تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام

[1] دختران نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش ان سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی جو جو رات کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے... سنبلہ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے پرکاہ شد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کر دو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو رہے ہیں۔

[2] آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے۔ تو عدوی۔ عداوت کی وجہ سے دشمن شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے خمرہ۔ مٹکی زاں نشد۔ حضرت عمرؓ کے لئے ان کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر قند بن گیا تھا اسلئے ان کیلئے وہ زہر مضر نہ رہا ہیں بجو۔ وہی تریاق فاروقی اگر تو حاصل کرے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔

سنی بہشتی زیور
سبع سنابل
ہماری نماز
روشنی کی طرف
ہمارا اسلام
نور علیٰ نور
عقائد اسلام
فرید بک سٹال
۳۸۔ اردو بازار لاہور
www.maktabah.org